صلوا کما رائیتمونی اصلی (حدیث)

نمازِ حنفی

(احادیث کی روشنی میں)

مصنف علامہ مفتی بشیر محمد قادری برکاتی مدظلہ

فاضل دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد

صدر مدرس و مفتی: دار العلوم حنفیہ رضویہ، مرکزی عیدگاہ ٹنڈو الہیار

تقدیم و توثیق: مفتی اعظم سندھ و بلوچستان، محامد العلماء، فخرِ رضویت

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

رئیس دار الافتاء دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد

محرک محمد منیر خان عظیمی قائم خانی صاحب

زیر نگرانی مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ○ شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں ○ حیدر آباد

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ لاہور

نام کتاب: نماز حنفی احادیث کی روشنی میں
مصنف : مفتی شیر محمد قادری برکاتی
تقدیم وتوثیق: ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی
محرک: محمد منیر خان عظیمی قائم خانی
نگران طباعت: صاجزادہ جواد رضا برکاتی الشامی
اشاعت اول: 2016ء - 1438 ہجری
زیر اہتمام: نجابت علی تارڑ
ناشر: زاویہ پبلشرز، لاہور
تعداد:
زیر نگرانی: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہراہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی
حیدرآباد
+92-22-2780547

صلوا کما رائیتمونی اصلی (حدیث)

نمازِ حنفی

(احادیث کی روشنی میں)

مُصنف: علامہ مفتی شبیر محمد قادری برکاتی مدظلہ
فاضل دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد
صدر مدرس و مفتی: دار العلوم حنفیہ رضویہ، مرکزی عیدگاہ ٹنڈو الہیار

تقدیم و توثیق: مفتی اعظم سندھ و بلوچستان، محامد العلماء، فخر رضویت
ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ
رئیس دار الافتاء دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد

محرک: محمد منیر خان عظیمی قائم خانی صاحب

زیر نگرانی: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ○ شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں ○ حیدر آباد

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email:zaviapublishers@gmail.com
www.zaviapublishers.com

2016ء

بار اول..........................1000

ہدیہ..........................

ناشر..........................نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزرز}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز | شوروم ظہور ہوٹل دکان نمبر 2 دربار مارکیٹ۔ لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

Website: www.zaviapublishers.com

صبحِ نور پبلی کیشنز غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور	0423-7350476
صبح نور پبلی کیشنز بالمقابل القمر ہاسٹل بھیرہ شریف	048-6690418
مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ دار القرآن، النساء روڈ، چشتیاں	0300-7548819
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ باب الاسلام، فیضانِ مدینہ، حیدر آباد	0313-4812626
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومز، پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667
مکتبہ فریدیہ، ھائی سٹریٹ ساہیوال	040-4226812

انتساب

مفتی اعظم پاکستان خلیل العلماء خلیل ملت پیر طریقت رہبر شریعت

جلیل امت علامہ مفتی محمد خلیل خان

قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخی و مرشدی پیر طریقت رہبر شریعت

و

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، تاج الشریعہ، فقیہ العصر

علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری برکاتی الازہری

دامت برکاتہم العالیہ

العبد الضعیف

شیر محمد قادری برکاتی

فہرست

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

تقدیم وتوثیق

از: مفتی اعظم سندھ و بلوچستان، محامد العلماء، فخر رضویت، شیخ طریقت
فقیہ العصر ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ والشکر علی نعمائہ
والرحمۃ علی فقہاء دینہ وعلماء ملتہ

امابعد! زیر نظر کتاب: نماز حنفی احادیث کی روشنی میں مصنفہ عزیزی القدر جامع الفقر والفخر مفتی شیر محمد قادری کالغضنفر سلمہ الباری کی ایک انتہائی خوبصورت محنت ہے، اس محنت کے سلسلے میں جو مسائل سامنے آئے ہیں وہ مدلل ولاجواب اور معلل وصواب ہیں۔ عزیزم مولانا شیر محمد قادری نے بہت عرق ریزی کے بعد، حنفی نماز کے طریقے کو احادیث مبارکہ کے حوالوں سے مزین کر کے ایک روشن منار بنا دیا ہے، جو قلب اعمیٰ کے سوا، ہر ایک کے لئے ضیاء اذہان ہے اور جلاء افہام ہے، اگرچہ اس موضوع پر اکابر نے پہلے بھی کتب تحریر فرمائیں۔ اور خصوصاً خلیل الملت والدین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی نور اللہ مرقدہ نے "ہماری نماز" میں بہت عمدہ طریقہ سے سمندر در کوزہ کیا ہے۔ مگر ان ہی عنوانات کو مزید مجلا مصفاء کیا ہے ان کے تلمیذ التلمیذ نے اور عربی عبارات نقل کر کے مخالفین کے تابوت میں آخری کیل بھی لگا دی ہے اور اب نہ ماننے والوں کو کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ ان کے لئے ہر گلی بند ہے اور نمازیوں کے لئے سب راستے کھلے ہیں اور ہر راستہ فقاہت حنفی کو واضح کر رہا ہے، خوبصورت جملے، مضامین کی چنائی، الفاظ کی جدت، سمجھانے کا انداز، نہ ماننے والے کو گھر بھیجنے کے لئے کافی ہے۔ مولانا شیر محمد قادری نے ہو القادر اور عبد القادر کے فیض مصطفوی سے خوب روحانیت اور علمیت بکھیری ہے، جو فقہی موتیوں کی خوبصورت اور دلآویز مالا ہے۔ ہر موضوع مکمل ہے ہر مفہوم اجمل واکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ زور قلم اور بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر

ہے کہ دارالعلوم احسن البرکات سے ہر دور میں علماء کے ساتھ، مفتی اور مصنف پیدا ہوئے ہیں۔ احسن البرکات کی تاریخ میں بہت سے مصنف اور مؤلف نظر آتے ہیں۔ یہ سب فیضان ہے خلیل العلماء کا اور مشائخ مارہرہ مطہر کی خانقاہ برکاتیہ کا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

العبدالقادری

احمد میاں برکاتی غفرہ الحمید

۱۳ ذی القعدہ ۱۴۳۷ ہجری

۱۷ اگست ۲۰۱۶ء

العبدالقادری غفرہ الحمید

☆☆☆

ابتدائی کلمات

از: صاجزادہ جواد رضا برکاتی الشامی
ناظم تعلیمات دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

اللہ رب محمد صلّی علیہ وسلم
نحن عباد محمد صل علیہ وسلم

ہوئی جہاں پہ عیاں شانِ احسن البرکات
اڑا جو پرچم ایوانِ احسن البرکات (اخترالحامدی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد کی بنیاد 1952 میں مفتی اعظم پاکستان، خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان (خلیل العلماء عالم اسلام کے مشاہیر مصنفین میں سے ہیں آپ نے تقریباً ۶۰ کتب تصنیف فرمائیں خصوصاً ہمارا اسلام، سنی بہشتی زیور، ہماری نماز، فتاوی خلیلیہ آپ کی بہترین کاوشیں ہیں جو آج دنیا کے کئی ممالک میں انگریزی، سندھی، ہندی، ڈچ، فرنچ میں ترجمہ ہو کر کروڑوں لوگوں کی اصلاح کا باعث ہیں) نے دیگر عمائدین کے ہمراہ اس وقت رکھی جب پورے حیدرآباد میں باقاعدہ کوئی مدرسہ یا مکتب نہیں تھا، اسی وجہ سے یہ ادارہ ام المدارس کہلایا، احسن البرکات کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، دارالعلوم میں پہلی بار دورۂ حدیث کا آغاز 1965 میں ہوا، اور اس کے بعد سے اب تک یہاں سے ہزاروں علماء کرام، قراء کرام، حفاظ کرام فارغ ہو چکے ہیں، اور آج ملک مختلف حصوں میں، دیگر ممالک میں دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، گویا کہ خلیل العلماء کا لگا ہوا پودا آج آپ کے جانشین محامد العلماء، مفتی اعظم، قبلہ آغا جان کی مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ کی سربراہی میں ایک تناور درخت بن چکا ہے (قبلہ آغا جان بھی ایک بہترین مصنف ہیں اور آپ کی تقریباً درجن سے زائد کتب منظر عام پر آچکی ہیں، کئی زیرقلم ہیں)، ان ہی فاضلین میں دمفتیان کرام میں سے ایک شخصیت فاضل جلیل، عالم نبیل

فخر احسن البرکات علامہ مفتی شیر محمد قادری برکاتی زید حبہ بھی ہیں، جنہوں نے اپنا عالم کورس کا پورا عرصہ بعد ازاں تخصص فی الفقہ والبحوث دار العلوم احسن البرکات (چند سال قبل درجن سے زائد مفتیان کرام نے قبلہ آغا جان کی نگرانی میں تخصص فی الافتاء والبحوث مکمل کیا اور مفتی کی سند کے حقدار قرار پائے) ہی میں گزارا، اور انتہائی محنت، لگن سے برکاتیت و رضویت کی خوشبوؤں میں رہ کر اپنے دادا استاد خلیل العلماء و خصوصاً سیدی اعلیٰحضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری برکاتی علیہما الرحمہ کی تحریروں میں رہ کر قبلہ آغا جان کی شاگردی میں رہ کر مکمل کیا، اس طرح آپ پر خصوصی فیضان برکات و رضا جاری ہوا، آپ دار العلوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، موصوف آج سرزمین سندھ کے ایک شہر ٹنڈو الہیار میں اپنی علمیت کا لوہا منوا چکے ہیں، مذکورہ کتاب ''نماز حنفی'' کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بہت ہی سہل انداز میں مرتب کیا ہے، اللہ عزوجل فاضل مصنف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

سگ برکات و رضا

العبد القادری محمد جواد رضا برکاتی الشامی

ناظم تعلیمات، ام المدارس احسن البرکات، حیدرآباد

9، اکتوبر 7/2016، محرم الحرام 1438ھ

تقریظ

باسمہ تبارك و تعالیٰ و بالصلوۃ والسلام
علی حبیبہ و رسولہ و نبیہ الاعلیٰ

امابعد!

برادرم مکرم، تلمیذ محامد العلماء حضرت مولانا مفتی شیر محمد قادری برکاتی مدظلہ، فاضل دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد کا مرتب کردہ رسالہ "نمازِ حنفی احادیث کی روشنی میں" نظروں کے سامنے ہے۔ وہ تمام احادیث جو کتب مطولہ میں بکھری تھیں موصوف نے ان تمام کو جمع کر کے بڑے بہترین انداز میں نمازِ حنفی کو احادیث سے ثابت کیا ہے۔ موجودہ رسالہ وقت کی اہم ضرورت تھی۔ کچھ عرصہ قبل ہی ایک غیر مقلد سے اس بارے میں بحث ہوئی کہ نمازِ حنفی کو احادیث سے ثابت کرو۔ مذکورہ رسالہ ان کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ووافی ہے۔ رسالے کو پڑھا، مولانا نے مذکورہ موضوع پر احادیث کی کئی مختصر مفصل کتب سے انتخاب کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ موصوف کے لکھنے کا اندا عام فہم ہوتا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ مذکورہ رسالہ عوام کے لئے بے حد مفید ہے۔

احقر العباد
(مفتی) محمد شاہد برکاتی
نائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد
وخطیب جامع حنفیہ مسجد، چوڑی پاڑہ، حیدرآباد
21-09-2016

تقریظ

حامدا و مصلیا و مسلما

امابعد! فقیر قادری برکاتی نے برادرِ گرامی جناب علامہ مفتی شیر محمد قادری برکاتی کی مرتب کردہ کتاب ''نمازِ حنفی احادیث کی روشنی میں'' کو اوّل تا آخر پڑھا مجموعی طور پر یہ کتاب وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مرتب نے نہایت احتیاط سے کتب معتبرہ سے احادیث کی روشنی میں نمازِ حنفی کو ثابت کیا ہے۔ اللہ اسے قبولِ عام بنائے اور باعث اِجرِ آخرت بنائے۔

فقط

(مولانا) سید عزیز اللہ قادری برکاتی
لاکھڑا پاور ہاؤس، کھانوٹ، ضلع جامشورو
03-10-2016

☆☆☆

وجہ تالیف

باسمہ تعالیٰ

حامدا و مصلیاً و مسلماً...... اما بعد

آج کے اس پرفتن دور میں خواہشات نفسانی کے غلبہ، خشیت الٰہی میں کمی اور فکر آخرت سے بے نیازی کے سبب لوگوں میں ضعف ایمانی اور عمل میں کمزوری پیدا ہو رہی ہے احکام شرعیہ یعنی اوامر و نواہی کی پرواہ نہیں کرتے۔ حلال و حرام کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔ حقوق کی اہمیت گھٹ رہی ہے صلہ رحمی کو غیر ضروری خیال کیا جانے لگا ہے۔ شوق عبادت اور خوف گناہ مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے میں ایک سچے مصلح اور مبلغ کا یہ فرض ہے کہ وہ حکمت عملی اور موعظہ حسنہ کے ذریعے اصلاح امت کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ اور الحمد للہ، علماء کرام و مشائخ عظام اور مبلغین دین اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کر رہے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، لیکن اس نازک صورتحال میں بھی بعض فتنہ باز لوگ اصلاح کے نام پر فساد کر رہے ہیں۔ جو خود کو کسی کا مقلد نہیں کہتے ہیں اور تقلید کو شرک و گناہ کہہ کر باقی تمام مسلمانوں کو مشرک و گمراہ قرار دیتے ہیں، انہیں اس زوال پذیر معاشرے کی تمام برائیوں کی فکر نہیں، ان کی نظر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ نماز میں، تکبیرات انتقالات میں، رفع یدین نہیں کرتے اور آمین بالجہر نہیں کہتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ اللہ کا منادی لوگوں کو نماز کے لئے بلائے، پھر بھی لوگ نہ آئیں۔ اندر مسجد میں نماز ہو رہی ہے اور باہر مسجد کے متصل اور قریب گلیوں، دُوکانوں، سیڑیوں، تھیوں، فٹ پاتھوں وغیرہ پر نوجوان گپ شپ لگا رہے ہوں، ہنسی مذاق اور قہقہے لگا رہے ہوں، فحش باتیں اور گالیاں دے رہے ہوں، موبائل کے ذریعے ناچ گانے دیکھ رہے ہوں، ان کی نظر میں یہ سب کچھ اتنا قابل اعتراض نہیں۔ لیکن ان نوجوانوں میں سے اگر کسی کا دل چوٹ کھا جائے اور وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے، مسجد میں آ کر نماز پڑھے، رفع یدین نہ کرے، آمین آہستہ کہے، بس ان کی نظر میں اس نے حدود اللہ سے تجاوز کر لیا اور گمراہ ہو گیا، یہ بے

نمازیوں کو نمازی نہیں بناتے بلکہ نمازیوں کو پریشان کرتے ہیں۔ان شرارتی لوگوں نے اثبات رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے متعلق آٹھ دس حدیثیں رٹی ہوتی ہیں۔وہ بھی اردو کی اپنے مولویوں کی کتابوں سے، یہی ان کا مبلغ علم ہوتا ہے۔باقی دین کے شعبوں سے کوئی دلچسپی، نہ علم، اور نہ ہی اصلاح المسلمین ان کا مقصد ہوتا ہے۔اس بات کا اعتراف خود ان کے بڑوں نے بھی کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزمان لکھتے ہیں۔

غیر مقلدوں کا گروہ ہے جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں۔انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی۔قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی سے کر لیتے ہیں۔حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔بعض عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع الیدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے۔باقی اور آداب وسنن اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔غیبت، جھوٹ افتراء سے باک نہیں کرتے۔(لغات الحدیث: بحوالہ دلیل حق ص 361)

جہاں تک رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کا معاملہ ہے تو یہ اجتہادی اور فروعی نوعیت کا اختلاف ہے کہ جس میں مختلف روایات ہیں اور صحابہ کرام سے لے کر ان مسائل میں اختلاف چلا آرہا ہے۔یوں ہی محدثین وفقہاء کا بشمول ائمہ مجتہدین اور ان کے متبعین کے اس میں مختلف آراء رہیں۔لیکن انہوں نے باوجود اختلاف رائے کہ ایک دوسرے پر کفر وشرک اور گمراہی کے فتوے صادر نہیں کئے بلکہ اپنی رائے کو صواب اور دوسرے کی رائے کو خطا اجتہادی قرار دیا۔کیوں کہ یہ کفر و شرک یا فرض اعتقادی وحرام قطعی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ رفع یدین، آمین تو فرض عملی و کراہت تحریم کا معاملہ بھی نہیں بلکہ سنیت یا عدم سنیت کا ہے۔جیسے ہم احناف کے نزدیک تکبیراتِ انتقالات میں رفع یدین نہ کرنا سنت ہے اور شوافع وغیرہ کے نزدیک رفع یدین کرنا سنت ہے۔دونوں ہی احادیث وآثار سے استدلال کرتے ہیں اور دونوں ہی میں جذبہ اتباع رسول اللہ ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔رفع یدین کرنے والے اور ترک کرنے والے دونوں ہی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی نیت سے ایسا کر رہے ہیں۔ایک دوسرے کی رائے کا بھی احترام کرتے ہیں، یعنی خطا اجتہادی قرار دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی نیت اور اخلاص میں شک نہیں کرتے۔ایک دوسرے کو

مخالفت رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مقابلے میں دوسرا طریقہ ایجاد کرنے کا الزام نہیں دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہمارے زمانے کے یہ شر پسند لوگ حسب عادت اس مسئلے میں بھی شدت کرتے ہیں اور عوام کو پریشان کرتے ہیں۔ عموماً سادہ لوح مسلمانوں پر وہ یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ کسی نمازی (بے نمازی کو تو خیر وہ کچھ نہیں کہتے) کو پکڑ کر تبلیغ کرتے ہیں کہ آپ کی نماز درست نہیں۔ اپنی نماز کو ضائع مت کرو۔ نبی ﷺ کے طریقے سے نماز پڑھو۔ حالانکہ کون سا امتی رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے خلاف نماز پڑھے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: صلو کما رایتمونی اصلی یعنی نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو۔ وہ عام آدمی کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ اور ان کے آباء واجداد جس طریقے سے نماز پڑھتے آرہے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے اور باطل ہے۔ حالانکہ خود غیر مقلدین کے چوٹی کے عالم اور امام، ابن حزم ظاہری اعتراف کرتے ہیں کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور دونوں ہی طرح سے نماز پڑھنے والا نبی ﷺ کے طریقے سے نماز پڑھتا ہے۔

ان کے الفاظ ہیں:

قد صح ان رسول ﷺ کان یرفع یدیه عند کل خفض و رفع و انه کان لا یرفع: حد ثنا حمام ثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبدالملك بن ایمن ثنا محمد بن اسماعیل الصائغ ثنا زهیر بن حرب ابو خیثمه ثنا و کیع عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبدالله بن مسعود قال: الا اریکم صلوٰة رسول ﷺ فرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لم یعد فلما صح انه علیه السلام کان یرفع فی کل خفض و رفع بعد تکبیرة الاحرام ولا یرفع کان کل ذالك مباحاً لا فرضاً و کان لنا ان نصلی کذالك فان رفعنا صلینا کما کان رسول الله ﷺ یصلی و ان لم نرفع فقد صلینا کما کان علیه السلام یصلی۔ (المحلی بالآثار ج2 ص265، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: بے شک صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سجود میں جانے اور اٹھنے کے لئے کبھی رفع یدین کرتے تھے، کبھی نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ دکھاؤں رسول اللہ ﷺ کی نماز۔ پس آپ نے صرف پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔ پس جب صحیح سند سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد والی تکبیروں میں کبھی رفع یدین کرتے کبھی نہیں کرتے تھے تو یہ دونوں ہی طریقے جائز ہوئے۔ ان میں سے کوئی بھی فرض اور ضروری نہیں ہوا اور ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم ان میں سے کسی بھی طرح سے نماز پڑھیں۔ پس اگر ہم نے رفع یدین کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز پڑھی اور اگر ہم نے رفع یدین نہیں کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز پڑھی۔

اسی طرح اہل حدیث کے معتمد اور مستند ترین عالم ان کے شیخ المشائخ نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں۔

درصورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سر از رکوع منازعت ومخاصمت ومشاتمت ومغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نخواہد بود۔ زیرا کہ رفع وعدم رفع در ہر دو مقام باوقات مختلفہ از آں حضرت ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثابت است چہ دلائل طرفین دریں باب موجود۔

(فتاویٰ نذیریہ۔ فتاویٰ علمائے حدیث ج 3 ص 160 مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

(ترجمہ) علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیوں کہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔

لطیفہ: شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب رحمتہ اللہ علیہ، ارواح ثلثہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

غیر مقلدیت کے معلم اول میاں اسماعیل دہلوی صاحب جب رفع یدین کرنے لگے تو کسی نے انہیں ٹوکا تو فرمایا کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی، میں اس کو زندہ کر رہا ہوں اور حدیث شریف میں مردہ سنت زندہ کرنے پر سو شہیدوں کے ثواب کی بشارت ہے۔ ٹوکنے والے تو چپ رہے مگر جب

۱۲۲۹۲۸

یہ بات شاہ عبد القادر نے سنی تو کہا، میں تو سمجھتا تھا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسماعیل کو کچھ آتا ہوگا مگر اسے کچھ نہیں آیا۔ حدیث میں یہ بشارت اس وقت ہے ہے جب سنت کے مقابلے میں بدعت ہو سنت نہ ہو یہاں تو دونوں سنت ہیں۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری ج1 صفحہ نمبر 200)

بس اسی نکتہ کو یہ لوگ بھی سمجھیں تو شدت نہ کریں۔ ان کا نماز میں رفع یدین کرنا وجہ نزع نہیں۔ مگر نماز سے باہر رفع یدین (یعنی رفع یدین نہ کرنے والوں سے جھگڑنا) ضرور فتنہ وفساد ہے۔

لطیفہ: اس حوالے سے ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ جسے ابن حزم نے المحلی میں نقل کیا ہے۔

كان ابن عمر اذارای مصلیاً لا یرفع یدیه فی الصلوٰة حصبه و امرہ ان یرفع یدیه۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر کسی نمازی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کر رہا تو آپ اسے کنکری مارتے اور حکم دیتے کہ رفع یدین کرو۔

اس کے جواب میں غیر مقلدین کے رئیس اور امام، ابن حزم ہی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔

ما كان ابن عمر لیحصب من ترك ماله ترکه

(ترجمہ) یہ نہیں ہوسکتا کہ ابن عمر اس کام کے ترک پر کسی کو کنکری ماریں جس کا ترک کرنا جائز ہو۔

(المحلی بالآثار ج2 ص265، دار الکتب العلمیہ بیروت)

پس معلوم ہوا کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔

بہر حال ان شرارتیوں کی اس طرح کی حرکتوں سے عام سادہ لوح مسلمان ذہنی الجھن اور پریشانی کا شکار ہوتے ہیں اس لئے ہمارے ایک بزرگ دوست محمد منیر خان عظیمی قائم خانی جو اصلاح امت کے لئے فکر مند رہتے ہیں انہوں نے اس حوالے سے ضرورت محسوس کی کہ عوام کو ان شرپسندوں کے شر سے بچانے کے لئے ”نماز حنفی احادیث کی روشنی میں“: کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جائے جس میں نماز حنفی کا طریقہ احادیث، رسول ﷺ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا جائے۔ انہوں نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی پہلے تو میں مطمئن نہیں ہوا، کیوں کہ اس موضوع پر ہمارے علماء کرام نے بہت کام کیا ہے اور ان کے بعد مجھ جیسے کم علم کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں لیکن انہوں نے فرمایا کہ اگر چہ علماء احناف نے اس حوالے سے بہت کام کیا ہے۔

لیکن ایک تو وہ چند اختلافی مسائل تک محدود ہے۔مکمل، مفصل، مرتب نماز کا طریقہ نہیں ہے۔(اور جو مفصل و مکمل طریقہ نماز پر مشتمل کتب ہیں تو وہ مدلل نہیں، کیوں کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان مذہب حنفی سے تعلق رکھتے ہیں۔لہٰذا ان کو مختلف مذاہب فقہ اور ان کی ادلہ میں الجھائے بغیر سیدھے سادھے انداز میں فقہ حنفی کے مطابق طریقہ نماز سکھایا گیا ہے)اور دوسرا انداز استدلال اتنا مناظرانہ اور مشکل علمی ابحاث پر مشتمل ہے کہ عام اردو دان طبقہ اس سے کما حقہ استفادہ نہیں کرسکتا۔

بالآخر انہوں نے اپنے استدلال سے مجھے ضرورت کتاب کا قائل اور اصرار سے کتاب لکھنے پر آمادہ کیا۔پھر سب سے پہلے میں نے اپنے استاد محترم عالمی مبلغ اسلام مفتی اعظم اہلسنت محامد العلماء ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ سے مشورہ کیا اور ان کی سرپرستی اور راہنمائی میں کام شروع کیا اور اسلوب وہی کتب فقہ کا رکھا۔یعنی مکمل نماز کا طریقہ از تکبیر تحریمہ سلام تک ترتیب کے ساتھ لکھا(۱)۔لیکن عام کتب فقہ کے برخلاف تمام جزئیات کو احادیث و آثار سے ثابت کیا۔نیز ہر مسئلہ کو احادیث و آثار سے مزین و آراستہ کرنے کے ساتھ جہاں مناسب سمجھا، یا ضرورت محسوس کی، حنفی مؤقف کی وضاحت کے لئے علماء احناف کی معتمد علیہ و مستند ترین کتب فقہ و فتاویٰ سے بھی عبارات نقل کی ہیں اور چوں کہ مقصد صرف اصلاح و اطمینان عوام ہے نہ کہ مناظرہ لہٰذا سوائے چند ایک مقامات کہ زیادہ تر مسائل میں مخالف مؤقف کی ادلہ اور اعتراضات و جوابات کی بحث کو نہیں چھیڑا ہے۔صرف حنفی مؤقف کو احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے اور یہی ہم عام مسلمانوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ حنفی نماز نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ نماز کے مقابلے میں کوئی نیا طریقہ نہیں ہے۔بلکہ نماز حنفی، نمازِ نبوی ہی ہے۔قارئین بالخصوص علمائے کرام سے گزارش ہے کہ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مجھے مطلع کریں۔ان شاء اللہ مجھے حق کی طرف رجوع کرنے والا پائیں گے۔

☆☆☆

(1) افسوس کہ کتاب کی کمپوزنگ کے دوران ہی موصوف کا انتقال ہوگیا، انا للہ و انا الیہ راجعون ان کے بیٹے محمد علی نے اپنے والد کی خواہش کے مطابق کتاب کی طباعت کے لئے مالی تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، اس کار خیر کو ان کے لئے صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات بنائے۔آمین

مقدمہ

از مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے پیغامات و ہدایات دے کر اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا اور درود و سلام ہو اللہ کے ان پیغمبروں پر جنہوں نے اللہ کے پیغامات اس کے بندوں تک پہنچائے خصوصاً آخری پیغمبر محمد مصطفی ﷺ پر جو اللہ کی آخری کتاب اس کے بندوں کے نام لے کر آئے اور اس کے پیغام کی تبلیغ و تشریح کی اور آپ کے صحابہ پر جنہوں نے آپ ﷺ کے اس پیغام اور تشریح کو قولاً وعملاً امت تک پہنچایا۔ رحمت کاملہ نازل ہو، تابعین و تبع تابعین، فقہا و محدثین پر جنہوں نے اس وراثت انبیاء کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور اس امانت کو آگے امت تک منتقل کیا۔ بالخصوص ائمہ مجتہدین، امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل پر جنہوں نے قرآن و سنت سے ایسے سنہری فقہی اصول وضع کیئے۔ جن کی روشنی میں رہتی دنیا تک امت اپنی تمام تر عبادات، معاشیات و سماجیات اخلاقیات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشاء و مرضی کے مطابق عمل کر سکیں گے۔ جزاھم اللہ عنا احسن الجزاء... اما بعد.

بے شک بندوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے رب کی عبادت کریں کہ اس نے انہیں اسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ چناں چہ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (سورہ الذاریات آیت 56)

(ترجمہ) اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اور اللہ کی عبادت کما حقہ اس وقت تک نہیں کی جا سکتی۔ جب تک کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس کے محبوب محمد ﷺ کی اتباع و اطاعت نہ کی جائے کیوں کہ اس نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے، فرمایا:

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۝ (سورہ مائدہ آیت 92)

(ترجمہ) اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا۔

بلکہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کو اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے، فرمایا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۝ (سورہ نساء آیت 90)

(ترجمہ) جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اور اپنی محبت کو بھی اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت سے مشروط کیا ہے، فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ ۝ (سورہ ال عمران آیت 31)

(ترجمہ) اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو: اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور اپنے محبوب ﷺ کے حکم و فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والوں کو بے ایمان قرار دیا۔ فرمایا:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ۝ (سورہ نساء آیت 65)

(ترجمہ) تو اے محبوب ﷺ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

محمد عربی ﷺ کے اولین مخاطبین میں سے جنہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ساتھ وہ کمال وفا کیا کہ اللہ رب العزت نے ان کے ایمان کو دوسروں کے لئے بھی معیار قرار دیا۔ چناں چہ فرمایا:

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اٰمِنُوۡا کَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ ۝ (سورۃ البقرہ آیت 13)

(ترجمہ) اور جب ان سے کہا جائے۔ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے۔

نیز دوسرے مقام پر فرمایا:

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اہۡتَدَوۡا ۝ (سورۃ البقرہ آیت 137)

(ترجمہ) پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائیں جیسا تم (یعنی صحابہ کرام) لائے۔ جب وہ ہدایت پاگئے۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں نجوم ہدایت قرار دیا اور ظلمت جہالت وضلالت میں انہیں نور ہدایت فرما کر ان کی سیرت کی روشنی میں چلنے والے راہ حق کے مسافر کے سفر کو محفوظ و مامون

قرار دیا۔ چناں چہ فرمایا:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم ٥

(مشکوٰۃ ص 554 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے، ہدایت پالو گے۔

لیکن یہ چوں کہ اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ صحابہ کرام زیادہ اہم کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ مثلاً اشاعت اسلام اور اندرونی و بیرونی فتنوں کا سد باب وغیرہ۔ دوسری طرف نت نئے مسائل نے بھی جنم نہیں لیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے ایسے اصول وضع نہیں کئے جو تمام جزئیات و حوادث کے لئے کافی ہوتے اور تمام فروعات کا احاطہ کرتے۔ مگر جوں جوں اسلام پھیلتا گیا اس کی سرحدیں وسیع ہوتی گئیں۔ دنیا کے گوشے گوشے میں ہر رنگ و نسل کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے، مجموعی طور پر انسانی معاشرہ ترقی کرتا گیا، اس کی ضروریات زندگی بڑھتی گئیں، قوموں کے اختلاط اور معاشرتی ضرورتوں نے نت نئے مسائل کو جنم دیا۔ مختلف تہذیبیں ان کی اپنی اپنی ثقافت، تمدن، معاشیات و سماجیات، اب علماء زمانہ کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ کس طرح ان مختلف الاحوال، مختلف رنگ و نسل، مختلف اصول معاشرت رکھنے والے لوگوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے کہ تہذیبوں کا تصادم بھی نہ ہو اور سب کی سب تہذیبیں دامن اسلام سے لپٹ کر اس میں ضم ہو جائیں۔ کیوں کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں ایسی کشش و لچک ہے جو ہر زمانے، ہر علاقے، ہر رنگ و نسل کے لوگوں کے لئے قابل قبول اور لائق عمل ہو سکتا ہے کیوں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو محض کچھ مذہبی رسومات تک ہی محدود نہیں بلکہ ایک مکمل نظام زندگی اور دستور العمل ہے۔ جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہدایات اور سنہری اصول ہیں۔ ان رہنما اصول پر عمل کرتے ہوئے ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ کیوں کہ اسلامی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر شعبے مثلاً معاشیات، سماجیات، اخلاقیات و دیگر معاملات ہر شعبہ کے لئے اصلاحات موجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ ملتِ کفر و الحاد کے اسلام کے خلاف اتحاد اور منفی پروپیگنڈہ کرنے کے باوجود اسلام یورپ، امریکہ سمیت پوری دنیا میں مقبول سے مقبول بنتا جا رہا ہے۔ روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کیوں کہ اسلام حق

ہے اور رہتی دنیا کے لئے ہے۔ جو ہر زمانے کے عصری تقاضوں کو پورا کرتا ہے جب کہ اسلام کے برخلاف دنیا کے دیگر مذاہب کے پاس اس مشکل صورتحال کا کوئی حل نہیں تھا۔ ان مذاہب کے پیروکار جدید دور کے تقاضوں اور اپنے مذہبی نظریات میں ہم آہنگی پیدا نہیں کر سکے۔ کیوں کہ وہ مذاہب معاشرتی ارتقاء اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے کہ یا تو وہ روز اوّل سے ہی باطل تھے۔ جیسے غیر سماوی ادیان مثلاً بدھ مت، ہندو مت وغیرہ یا وہ محرف و منسوخ ہوئے۔ جیسے عیسائیت، یہودیت۔ لہٰذا ان مذاہب کے ماننے والے دین اور دنیا میں توازن قائم نہیں رکھ سکے۔ اس عدم موافقت سے ذہنی انتشار کا شکار ہونے والے اہل مذاہب نے اس کا حل یوں نکالا کہ یا تو وہ مکمل طور پر تارک الدنیا (جیسے بدھ بھکشو، عیسائی، راہب، ہندو جوگی) ہو گئے یا بالکل مذہب کے باغی (کمیونسٹ) ہو گئے۔

بعض لوگوں نے درمیانی راستہ نکالا کہ خالص روحانی معاملات و مذہبی رسومات مذہب کے حوالے کئے۔ باقی دنیوی امور کلیتہً عقل و دانش کے سپرد کر دیئے۔ اس وقت اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب کا یہی حال ہے۔ ان کے ہاں کسی شخص کے کٹر مذہبی ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ مذہبی رسومات اور تہوار منانے کا اہتمام کرے اور بس باقی عملی زندگی میں دنیوی امور میں مذہبی مداخلت کو گوارا بلکہ برداشت نہیں کرے۔

لطیفہ: ایسے ہی کسی شخص سے پوچھا گیا جو مذہبی ہونے کا دعویدار تھا۔ اس سے خدا کے بارے میں پوچھا گیا۔ جواب دیا۔ میں خدا کے وجود کا قائل ہوں اور کٹر مذہبی ہوں۔ مذہبی رسوم کی پابندی اور مذہبی تہوار اہتمام سے مناتا ہوں۔ جب پوچھا گیا کہ تم مذہب کو عملی زندگی مثلاً معاشیات و معاشرت میں کتنی اہمیت دیتے ہو تو جواب دیا۔ میں خدا کو اپنی ذاتی اور نجی معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ (العیاذ باللہ) دنیا اور دین کو الگ الگ کرنے والے کی زندگی دو حصوں میں اس طرح بے جوڑ تقسیم ہو جاتی ہے کہ ان میں کوئی ربط نہیں ہوتا یا تو وہ مذہبی زندگی گزارے گا۔ اس صورت میں وہ دنیا کے کام کا نہیں رہے گا اور جو ترقی یافتہ دنیا کے ساتھ چلے گا تو وہ مذہب کی رو سے مردود ٹھہرے گا۔ لیکن اسلام ایک ہمہ گیر وسیع اور دائمی نظام حیات ہے۔ اس نے اپنی اس شان ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقا کی خاطر اپنے اندر ایسی وسعت، لچک اور گنجائش رکھی

ہے کہ ہر دور، ہر جگہ کے انسان اس پر باوقار انداز میں عمل کر سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والے معاشرت پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں اور اقوام عالم میں اپنا سر فخر سے بلند کر سکتے ہیں۔

لیکن قرآن وسنت کے ان سنہری اصولوں تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیوں کہ ایک تو تمام نصوص شرعیہ ہر وقت عام آدمی کے سامنے نہیں ہوتے۔ پھر ان کو سمجھنا خاص کر غیر عرب کے لئے آسان نہیں۔ پھر دورِ جدید کے مسائل نو کے بارے میں کوئی نص صریح نہ ہونے کی صورت میں بطور قیاس اشتراک علت کی وجہ سے منصوص مسئلہ کا حکم غیر منصوص پر لگانے کی اجتہادی صلاحیت ہر کسی میں نہیں ہو سکتی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر علمائے اسلام نے سوچا کہ مرور زمانہ کے ساتھ نئے نئے مسائل تو جنم لیتے رہیں گے اور ہر زمانے کے اہل علم کو اپنے عصری مسائل کا حل قرآن وسنت سے تلاش کرنا ہوگا تو کیوں نہ قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے اصول وضع کیے جائیں، جس کی روشنی میں رہتی دنیا تک کے مسلمان اپنے عصری مسائل شریعت کے مطابق حل کر سکیں۔

لہٰذا علمائے اسلام نے قرآن وسنت کے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے درپیش مسائل کا حل ان کی نصوص میں تلاش کیا۔ قرآن، پھر حدیث، پھر اقوال صحابہ سے ان کا صراحتہً جواب نہیں ملا تو نصوص میں کمال گہرائی سے غور وفکر، باہمی مشاورت، بحث و تکرار کے بعد نصوص کو مدنظر رکھ کر بذریعہ قیاس ان سے مسائل کا استخراج واستنباط کیا۔ حالات کے تقاضے کے مطابق کتاب وسنت کی تعلیمات ایک نئے انداز میں مرتب کیں۔ دین کا سارا ذخیرہ علم یعنی قرآن، حدیث، اقوال صحابہ سامنے رکھ کر نظام حیات کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دلکش انداز میں کی کہ جسے عالم اور جاہل عربی وعجمی ہر شخص بآسانی سمجھ سکے اور درپیش مسئلہ کا حل معلوم کر سکے۔

تقلید: یہیں سے تقلید کی ابتداء ہوئی۔ مندرجہ بالا تفصیل سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے بجائے صحابہ کرام کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے فقہ کے ایسے اصول وضع نہیں کیئے تھے جن سے تمام شعبہ ہائے زندگی کے ہر مسئلہ کے لئے فقہی جزئیہ دستیاب ہوتا۔ جب کہ ائمہ اربعہ نے یہ اصول قرآن وحدیث اور خود ان صحابہ کے فرامین کی روشنی میں بتائے۔ لہٰذا تقلید ائمہ، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور صحابہ کرام کی اتباع اور پیروی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے تقلید کی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ چوں کہ ہر شخص اس کا اہل نہیں تھا کہ

احکام شرعیہ کو ان کے اصل ماخذ یعنی قرآن و حدیث سے بذاتِ خود مستنبط کر سکے۔ لہٰذا عامۃ المسلمین کے لئے علاوہ اس کے کوئی چارا نہیں تھا کہ وہ درپیش مسائل میں علماء ربانیین پر اعتماد کرتے اور کیوں نہ ہو جب کہ انہیں ان کے رب نے بھی یہی حکم دیا ہے۔ چناں چہ فرمان رب العالمین ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ النحل آیت 43)

(ترجمہ) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

یوں ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝

(سورۃ التوبہ آیت 122)

(ترجمہ) تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

ان دو آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن و سنت کی تمام نصوص کا علم اور ان سے دیگر غیر منصوص مسائل کا جواب معلوم کرنے کی اجتہادی صلاحیت ہر شخص میں نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا عام لوگوں کو ان ائمہ کی پیروی اور تقلید کرنی ہے جو ان خداداد صلاحیتوں سے مالا مال ہیں اور درجہ اجتہاد پر فائز ہیں اور یہی تقلید ہے۔ یعنی علماء ربانیین، ائمہ مجتہدین کی تقلید دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اور فتنہ باز لوگ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ تقلید اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں اماموں کی بات کو ماننا ہے۔

بلکہ تقلید صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ اگر قرآن و سنت میں ایک لفظ کے متعدد معانی ہیں تو کسی ایک معنی کے تعین کے لئے اپنے ذہن کے بجائے مجتہد کے فہم پر اعتماد کیا جائے یا جیسے مختلف روایات ہوں اور ان میں باہمی تعارض ہو تو ان میں ایک حدیث کو عمل کے لئے متعین کرنے کے لئے اپنی عقل کے بجائے مجتہد کے انتخاب پر عمل کیا جائے کہ اسے ناسخ و منسوخ، تقدم زمانی و تاخر کا زیادہ علم ہے۔ نیز صحت حدیث اور ضعف سند کے اعتبار سے درجہ حدیث کو پہچاننے میں اسے مہارت حاصل ہے یا کسی مسئلہ کا جواب قرآن و حدیث میں واضح طور پر نہ ہو یعنی کوئی نص صریح اس کی حرمت، حلت پر دلالت نہیں کرتی ہو تو خود سے اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے

میں کوئی رائے قائم کرنے کے بجائے مجتہد کی رائے یعنی اس کے مستنبط کردہ حکم کو قبول کیا جائے۔
اور اگر کوئی شخص علم حدیث میں مہارت حاصل کیئے بغیر خود سے حل نکالے گا تو بہت ممکن ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف یا موضوع پر عمل کرے یا ناسخ چھوڑ کر منسوخ پر عمل کر بیٹھے گا کیوں کہ فن اسماء الرجال سے ناواقفیت یا کمال مہارت نہ ہونے کی وجہ سے مختلف الاسناد روایات میں سند کے اعتبار سے صحیح اور غیر صحیح میں تمیز کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ وہ جس ایک حدیث کو کہیں پڑھ کر یا سن کر اس پر عمل کر رہا ہے تو ہو سکتا ہے اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہو اور اس کی ناسخ دوسری حدیث ہو جو اس کے علم میں نہیں یا جس حدیث پر یہ عمل کر رہا ہے وہ سنداً ضعیف یا موضوع ہو اور اس کے برخلاف دوسری حدیث جو اس عمل کے خلاف ہے وہ سنداً صحیح ہو یا جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے وہ حدیث مجمل ہو اور اس کی تفصیل کسی دوسری حدیث میں ہو جو اس کے علم میں نہیں۔ اس لئے احادیث سے مسائل خود اخذ کرنے کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ تمام ذخیرہ احادیث اس کی نظر میں ہو اور اس کو علم حدیث پر مہارت تامہ اور عبور حاصل ہو۔ نیز اس کے اندر اجتہادی صلاحیت بھی ہو کہ غیر منصوص مسئلے کا بھی نصوص شرعی سے استخراج و استنباط کر سکے۔

تقلید کے بارے میں اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمہ مجتہدین کا مقلد دراصل اللہ اور رسول ﷺ کا ہی مطیع ہے۔ امام کی تقلید وہ صرف اس لئے کر رہا ہے کہ اس نے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی تشریح و تدوین کی ہے۔ لہٰذا اس کی حیثیت ایک مبلغ اور معلم کی ہے اور بس! باقی حاکم اور شارع اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مقلدین کے نزدیک اجتہادِ ائمہ مثل منصوصات کے حتمی و قطعی نہیں ہے۔ اس میں خطا کا احتمال بہر حال ہوتا ہے جس پر اس کو اجر بھی ملتا ہے۔ یعنی اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ اجتہاد کرنے کی صورت میں اگر وہ اجتہاد خطا بھی ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی طرف سے اجر ملتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فله اجران و اذا حکم فا خطأ فله اجر واحد۔ (جامع ترمذی)

(ترجمہ): جب حاکم اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

وہ نبی ﷺ کی طرح معصوم عن الخطاء نہیں ہوتے، خود ائمہ کے اقوال سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد کو درست قرار دے کر خطا کا احتمال برقرار رکھا اور اس مسئلہ میں مخالف کے اجتہاد کو خطا قرار دے کر صحت کا امکان رکھا اور ان ائمہ مجتہدین نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر ان کے قول کے خلاف کوئی حدیث صحیح مل جائے تو حدیث پر ہی عمل کیا جائے۔

علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی حدیث سند صحیح سے ثابت ہو اور وہ مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس وقت یہی امام کا مذہب ہوگا اور وہ مقلد حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے حنفیت سے خارج نہیں ہوگا کیوں کہ یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ نیز علامہ شامی امام شعرانی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم کے علاوہ دیگر تینوں ائمہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

کما فی الرد: و نظیر هذا ما نقله العلامة بیری فی اول شرحه علی الا شباه عن شرح الهدایه لا بن الشحنة و نصه: اذا صح الحدیث و کان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث و یکون ذالك مذهبه ولا یخرج مقلده عن کو نه حنفیاً بالعمل به فقد صح عنه انه قال: اذا صح الحدیث فهو مذهبی و قد حکی ذالك ابن عبدالبر عن ابی حنیفة وغیره من الائمة و نقله ایضاً الامام الشعرانی عن الائمة الاربعة۔

(ردالمحتار علی الدرمختار ج1 ص160 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆

کیا تقلید شرک ہے؟

تقلید،قرآن وحدیث اوراجماع امت سے ثابت ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن۔ (سورہ الانبیاء آیت 7)

(ترجمہ): تواے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اور حدیث میں ہے:

الاسئلوا اذلم یعلموا فانما شفاء العی السوال۔

(سنن ابی داود،ج1 ص60،مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ:) جب ان کو معلوم نہیں تھا تو انہوں نے سوال کیوں نہیں کیا۔کیوں کہ بے علمی کا علاج سوال کرنا ہے۔

تقلید کی حقانیت کی ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اس پر اجماع مسلمین ہے۔

نبی کریم ﷺ کافرمان ہے:

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔ (جامع ترمذی)

(ترجمہ:) میری امت کا گمراہی پر اجماع نہیں ہوگا۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:

ما راٰہ المسلمون خیراً فھو عند اللہ خیرًا۔

(ترجمہ:) جس چیز کو (جمہور) مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

تمام فقہاء،محدثین،صوفیاء،اولیاء مقلد ہیں

تمام مسلمان تقلید پر متفق ہیں۔تمام فقہاء،محدثین،صوفیاء کرام،اولیاء عظام مقلد تھے۔تو کیا یہ سب مشرک اور گمراہ تھے۔اگر یہ سب گمراہ تھے تو ہدایت پر کون تھا۔انہی کی کاوشوں سے تبلیغ وتلقین سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا۔انہی کے باکمال کردار سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگ مشرف باسلام ہوئے۔آج

بھی دنیا میں مسلمانوں کی غالب اکثریت بلکہ فرقہ اہل حدیث کے سوا تمام مسلمان مقلد ہیں۔
نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔

(مشکوۃ المصابیح ص 30، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ:) (مسلمانوں کے) بڑے گروہ کی اتباع کرو یعنی ان کے ساتھ رہو جو اس میں سے نکلے وہ دوزخ میں ہے۔

تقلید اور ابن تیمیہ

غیر مقلدین کی مسلم شخصیت ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

و قد صنف الامام احمد کتاباً فی طاعة الرسول ﷺ و هذا متفق علیه بین ائمة المسلمین فطاعة الله و رسوله و تحلیل ما حلله الله و رسوله و تحریم ما حرمه الله و رسوله و ایجاب ما اوجبه الله و رسوله: و اجب علی جمیع الثقلین الانس و الجن و اجب علی کل احد فی کل حال سرًا و علانیة لکن لما کان من الاحکام ما لا یعرفه کثیر من الناس رجع الناس فی ذالك الی من یعلمهم ذالك لانه اعلم بما قاله الرسول و اعلم بمراده فائمة المسلمین الذین اتبعوهم و سائل و طرق و ادلة بین الناس و بین الرسول یبلغونهم ما قاله و یفهمونهم مراده حسب اجتهادهم فی استطاعتهم و قد یخص الله هذا العالم من العلم و الفهم ما لیس عند الاخر و قد یکون عند ذالك فی مسئلة اخری من العلم ما لیس عند هذا۔

(مجموع الفتاویٰ ج 20 ص 98، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ پشاور)

(ترجمہ) امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور یہ چیز تمام ائمہ مسلمین کے درمیان اتفاقی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت، اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جن وانس پر واجب ہے اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے۔ظاہر ہو یا باطن، لیکن چوں کہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے۔اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔جو ان کو یہ احکام بتا سکیں، کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں۔وہ عام لوگوں اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان وسیلہ، راستہ، اور رہنما ہیں۔وہ عام لوگوں تک رسول اللہ ﷺ کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے۔

تقلید اور سعودی علماء

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ باز کہتے ہیں۔

و ان اتباع الشیخ محمد بن عبدالوهاب کلهم من الحنابلہ و یعترفون بفضل الائمة الاربعة و یعتبرون اتباع المذاهب الاربعة اخوة لهم فی الله۔ (مجموع فتاویٰ ومقالات مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض)

(ترجمہ): اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے تمام پیروکار حنبلی ہیں۔ائمہ اربعہ کی فضیلت کا اعتراف اور مذاہب اربعہ کے ماننے والوں کو دینی بھائی سمجھتے ہیں۔

خود اپنے بارے میں باز صاحب کہتے ہیں۔

مذهبی فی الفقه هو مذهب الامام احمد بن حنبل رحمه الله۔

(ترجمہ): فقہ میں میرا مذہب امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنے بارے میں کہتے ہیں۔

فنحن ولله الحمد متبعون لا مبتدعون علی مذهب الامام احمد

بن حنبل رحمہ اللہ۔ (الدررالسنیۃ فی الاجوبۃ النجدیہ)

(ترجمہ): ہم الحمدللہ مذہب امام احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں ہم بدعتی نہیں ہیں۔

ایک اور مقام پر اپنے عقیدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذا اعتقادنا و هذالذی مشی علیه السلف الصالح من المهاجرین والانصار والتابعین و تابع الدین و الائمة الاربعة رضی الله عنهم اجمعین

(ترجمہ): یہ ہمارا عقیدہ ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس پر سلف صالحین، مہاجرین اور انصار، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین قائم رہے۔

اسی طرح امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

و اما ما ذکر تم من حقیقة الاجتهاد فنحن مقلدون الکتاب و السنة و صالحی سلف الائمة وما علیه الاعتماد من اقوال الائمة الاربعة ابی حنیفة النعمان بن ثابت و مالك بن انس و محمد بن ادریس و احمد بن حبنل رحمهم الله۔ (الدررالسنیۃ)

(ترجمہ): آپ نے جو اجتہاد کی حقیقت کے بارے میں ذکر کیا تو ہم بہرحال کتاب وسنت اور سلف امت کے صالحین کی تقلید کرنے والے ہیں اور ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے معتمد علیہ اقوال کی تقلید کرتے ہیں۔

تقلید اور غیر مقلدین

سطور بالا سے معلوم ہوا کہ تمام اہل اسلام محدثین، فقہاء، صوفیاء کرام، اولیاء عظام، عامۃ المسلمین سب تقلید کے ماننے والے ہیں۔ یہاں تک کہ ابن تیمیہ اور سعودی نجدی علماء بھی تقلید کو مانتے ہیں۔ پس سوائے اہل حدیث کے کوئی بھی تقلید کے خلاف نہیں۔ بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کو ناجائز کہنے والے یہ نام نہاد غیر مقلدین خود بھی تقلید کرتے ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ

دوسرے تمام مسلمان ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں اور یہ لوگ اپنے مولویوں کی کیوں کہ ان کے ہر شخص کے پاس اتنی علمی صلاحیت نہیں کہ وہ اپنے ہر مسئلے کا حل از خود اصل ماخذ یعنی قرآن و حدیث سے نکال سکے۔ محض رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کے متعلق چند حدیثیں رٹنے سے وہ مجتہد تو نہیں بن سکتے۔ انہیں دینی معاملات میں اپنے مولویوں سے پوچھ کر یا اردو میں لکھی ہوئی ان کی کتابوں کو پڑھ کر ان پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ ان کے علماء بھی ہر مسئلے کو تحقیق کر کے قرآن و سنت کی نصوص سے تلاش نہیں کرتے۔ نہ ہی استخراج و استنباط کے لئے درکار اجتہادی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ بھی اپنے مقتداء علماء داؤد ظاہری ابن حزم اور ابن قیم کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں اور ہر مسئلہ میں قرآن و سنت اور اقوال صحابہ کے ذخائر کو نہیں کھنگالتے۔

بات یہیں تک نہیں بلکہ ان کے عام مولوی کی رسائی تو اردو میں چھپے ہوئے ان کے علماء کے فتووں تک ہی ہے اور وہ فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ وغیرہ ہی سے کام چلاتے ہیں۔ نہ تحقیق کرتے ہیں اور نہ کبھی ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کرتے ہیں۔ پس مقلد وہ بھی ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ تمام مسلمان ائمہ مجتہدین کے مقلد ہیں اور یہ لوگ اپنے مولویوں کے۔

عقائد میں تقلید جائز نہیں

مسلمان ائمہ مجتہدین کی تقلید صرف فروعات یعنی اجتہادی فقہی مسائل میں کرتے ہیں اور عقائد واصولِ دین اور قرآن و احادیث صحیحہ کے صریح احکام جو قطعی الدلالۃ ہیں اُن میں تقلید جائز نہیں۔

مذہب

اردو میں مذہب کا لفظ کبھی دین کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے مذہب اسلام، ہندو مذہب، عیسائی مذہب۔

لیکن اصطلاح فقہ میں مذہب ایک فقہی مؤقف کو کہتے ہیں۔ جب کہ اسلام ایک دین ہے اور ایک دین کے ماننے والوں کا بنیادی اعتقادی معاملات میں تو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ لیکن فروعی اجتہادی مسائل جو اعمال سے تعلق رکھتے ہوں اور قطعی الدلالۃ نہ ہوں ان میں جزوی اختلاف ہوتا

ہے۔پس ایسے مسائل مختلفہ میں مختلف ائمہ مجتہدین کے اپنے اپنے مؤقف کو ان کے مذاہب کہا جاتا ہے۔لہٰذا دین تمام مسلمانوں کا ایک ہے۔یعنی اسلام،البتہ فقہی مذاہب مختلف ہیں۔

مذاہب اربعہ

وہ مذاہب جن کو قبول عام اور شہرت دوام حاصل ہوئی۔جن کو جمیع امت نے قبول کیا وہ چار مذہب ہیں۔

(1) حنفی (2) مالکی (3) شافعی (4) حنبلی

اور یہ چاروں مذاہب اہلسنت وجماعت ہیں۔

مذہب حنفی

چاروں مذاہب حق اور اہلسنت میں شامل ہیں۔ان کا عقائد میں اختلاف نہیں۔فروعات میں اجتہادی نوعیت کا اختلاف ہے۔پوری دنیا کے مسلمان ان چار مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان چار مذاہب میں بھی مذہب حنفی اتباع قرآن وحدیث واقوال صحابہ اور ان سے استنباط مسائل میں رائے کی پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے۔امام صاحب نے اجتہاد اور استنباط کے ایسے زریں اصول وضع کئے جن کی وجہ سے آپ کا مذہب دوسرے مذاہب ائمہ کے مقابلے میں سب سے زیادہ معقولات کے قریب اور منقولات کے مطابق ہے۔اتباع شریعت یعنی کتاب اللہ اور سنّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرامین صحابہ کا سب سے زیادہ عنصر اگر کسی فقہی مذہب میں پایا جاتا ہے تو وہ فقہ حنفی ہے۔نیز فقہ حنفی عصری تقاضوں کی کسوٹی پر بھی سب سے زیادہ پورا اترتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔اسلام کے مختلف مذاہب فقہ میں حنفی مذہب فطرت کے قریب ترین ہے اور ہر آنے والے دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ہر دور کے مسلمانوں کے لئے لائق عمل اور قابل قبول ہے۔یہی وجہ ہے کہ صدیوں تک اسلامی سلطنتوں کا دستور اور آئین وقانون فقہ حنفی ہی رہا۔سلطنت بنو عباس جو دنیا کے تین براعظموں افریقہ،یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی۔اس کا دستور اور آئین یہی حنفی فقہ تھا۔اس کے بعد صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دستور وقانون یہی فقہ

حنفی رہا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومتوں کا معمول یہی فقہ تھا۔ الغرض ہر دور میں سب سے زیادہ فقہ حنفی مقبول عام اور معمول المسلمین رہا۔ فقہ حنفی کی برتری کی بے شمار وجوہ ہیں کہ اس میں شخصی آزادی سب سے زیادہ ہے۔ مثلاً نکاح بالغہ وغیرہ۔ نیز اس میں احترام انسانیت اور انسانی زندگی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

بطور تمثیل یہاں پر میں ایک عظیم محدث فقیہ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دینا چاہوں گا۔ آپ پہلے شافعی تھے۔ پھر شافعی مذہب چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا۔ اس تبدیلی مذہب کی وجہ بڑی دلچسپ ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں وہ وجہ کیا تھی۔

ان الطحاوی کان شافعي المذهب فقرأ في کتابه ان الحاملة اذا ماتت و في بطنها ولد حي لم یشق في بطنها خلافاً لا بي حنیفه و کان الطحاوی ولدا مشقوقاً فقال لا ارضی بمذهب رجل یرضی بهلا کی فترك مذهب الشافعي و صار من عظماء المجتهدین علی مذهب ابي حنیفة۔ (تذکرۃ المحدثین)

(ترجمہ): امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ابتداءً شافعی المذہب تھے۔ ایک دن انہوں نے کتب شافعیہ میں پڑھا کہ جب حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو بچہ نکالنے کے لئے اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائے گا۔ برخلاف مذہب ابوحنیفہ کے (کہ اس میں حکم ہے کہ پیٹ چیرا جائے گا۔ آج کل جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے بآسانی آپریشن کیا جا سکتا ہے) اور امام طحاوی کو ماں کے دوران حمل مرنے کی وجہ سے ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ امام طحاوی نے یہ مسئلہ پڑھ کر کہا میں اس شخص کے مذہب پر راضی نہیں جو میری ہلاکت پر راضی ہو۔ پھر انہوں نے شافعیت کو چھوڑا اور مذہب حنفی کو اختیار کیا اور مذہب حنفی کے عظیم مجتہد بن گئے۔

مذہب حنفی کی برتری کا اعتراف خود غیر مقلد مشہور عالم نواب صدیق خان بھوپالی بھی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

وہ مذاہب مشہورہ جن کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور اہل اسلام کا ان کی صحت پر اتفاق ہے۔ چار مذاہب ہیں۔ جو چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام

شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ان کے مذاہب میں سب سے حق اور صحیح امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔ کیوں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب باقی مذاہب میں کتاب و سنت کی کثرتِ معرفت، علم احکام میں رائے کی صحت، استنباط مسائل میں رائے کی قوت اور پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے۔

(ابجد العلوم بحوالہ شرح صحیح مسلم ج3 ص343)

فقہ حنفی کی مقبولیت

فقہ حنفی کی عالمگیر مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق آج دنیا میں تقریباً دوتہائی فرزندان اسلام (ستّر فیصد 70%) یعنی مسلمانوں کی غالب اکثریت فقہ حنفی کے مطابق اپنی عبادات اور معاملات انجام دے رہی ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

و اما اتباع ابی حنیفة قديماً و حديثاً ففی الازدیاد فی جمیع البلاد سیما فی بلاد الروم وما وراء النهر و ولاية الهند و السند و اكثر اهل خراسان و عراق مع وجود كثيرين فی بلاد العرب بالاتفاق و اظن انهم يكونون ثلثی المسلمين بل اكثر عند المهندسين بالاتفاق۔ (بحوالہ انوار امام اعظم ابوحنیفہ)

و قال فی الدر: و حسبك من مناقبه اشتهار مذهبه۔ (درمختار)

قال العلامة الشامی: ای فی عامة بلاد الاسلام بل كثيرين، الا قاليم و البلاد لا يعرف الا مذهبه كبلاد الروم و الهند و السند وما وراء النهر و سمر قند۔

(رد المحتار علی الدر مختار ج1 ص137، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اکثر اولیاء کرام حنفی ہیں

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جمیع اولیاء کرام وصوفیاء عظام مقلدین ہیں اور ان میں بھی اکثریت بلکہ غالب اکثریت کا تعلق فقہ حنفی سے ہے۔

خاص کر برصغیر پاک وہند کے تو تمام اولیاء کرام حنفی ہیں۔ مثلاً داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

برصغیر پاک وہند کے علاوہ بھی پوری دنیا میں حنفی اولیاء کرام بکثرت ہوئے ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن مبارک، ابراہیم بن ادھم، معروف کرخی، بایزید بسطامی علیہم الرحمۃ والرضوان

درمختار میں ہے:

و قد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة و ركض فى ميدان المشاهدة كابراهيم بن ادهم و شقيق البلخي و معروف الكرخي و ابي يزيد البسطامي و فضل بن عياض و داؤد الطائي و ابي حامد اللفاف و خلف بن ايوب و عبدالله بن المبارك و وكيع بن الجراح و ابي الوراق و غيرهم ممن لا يحصى لبعده ان يستقصى۔

(ردالمحتار علی الدرمختار ج1 ص140 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ائمہ ثلاثہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رائے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو خود بھی مجتہد اور ایک امام مذہب ہیں۔ وہ امام اعظم کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ آپ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ سب لوگ علم فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔

قال فى الدر: ولقد انصف الشافعي حيث قال من اراد الفقة

فلیلزم اصحاب ابی حنیفة فان المعانی قد تیسرت لهم و الله ما صرت فقیهًا الا بکتب محمد بن الحسن۔

(ردالمحتار علی الدرمختار ج 1 ص 125 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور بے شک امام شافعی نے انصاف کی بات کی کہ: جو فقہ کا ارادہ کرے تو وہ اصحاب ابو حنیفہ کو لازم پکڑے کہ بے شک ان کے لئے معانی آسان کئے گئے ہیں، اللہ کی قسم میں محمد بن حسن کی وجہ سے ہی فقیہ بنا ہوں۔

نیز آپ امام اعظم کے شاگرد اور اپنے استاد اور سوتیلے باپ امام محمد بن حسن کے متعلق فرماتے ہیں:

ما رائیت اعلم بالحرام و الحلال والعلل والناسخ و المنسوخ من محمد بن حسن۔

(ترجمہ): میں نے حرام وحلال اور علل اور ناسخ اور منسوخ کے متعلق امام محمد سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم کے متعلق رائے کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں:

قیل لمالك بن انس هل رائیت ابا حنیفة قال نعم رائیت رجلاً لو کلمك فی هذه الساریه ان یجعلها ذهبًا لقام بحجته۔

(تاریخ بغداد)

(ترجمہ): امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا جی ہاں میں نے انہیں دیکھا ہے۔ وہ ایسے شخص ہیں کہ اگر تجھ سے اس ستون کے سونا ہونے کے متعلق بات کریں تو وہ اسے اپنی قوت دلیل سے سونے کا ثابت کر دیں گے۔

امام احمد بن حنبل جو خود امام مذہب ہیں۔ آپ امام شافعی کے شاگرد ہیں اور جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ امام شافعی امام ابوحنیفہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔ آپ یعنی امام احمد بن حنبل، امام اعظم کے متعلق فرماتے ہیں:

انه من اهل الورع و الزهد و ایثار الاخرة بمحل لا یدرکه احد۔

(الخیرات الحسان)(ردالمحتار علی الدرمختار ج 1 ص 146)

(ترجمہ): امام ابوحنیفہ زہد، ورع اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کے معاملے میں ایسے مقام پر تھے

جوکسی کو نہیں ملا۔

دیگر اخیار امت کی امام اعظم کے متعلق آراء

علامہ شامی عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

لیس احد احق ان یقتدی به من ابی حنیفة لا نه کان اماما تقیا نقیا ورعا عالما فقیها، کشف العلم لم یکشفه احد ببصر و فهم و فطنه و تقی۔ (ردالمحتار علی الدرمختار ج1 ص146 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): کوئی شخص امام ابوحنیفہ سے زیادہ اس بات کا حق دار نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس لئے کہ وہ صاحب تقویٰ امام ہیں اور پاک پرہیز گار عالم فقیہ ہیں۔انہوں نے جس بصیرت اور فہم وادراک اور مہارت اور تقویٰ کے ساتھ علم کو کھولا اور ظاہر کیا ایسا کسی نے نہیں کیا۔

جلیل القدر محدث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم کو اہل زمین کا بڑا عابد قرار دیتے ہیں۔

و قال الثوری لمن قال له جئت من عند ابی حنیفة لقد جئت من عند اعبد اهل الارض۔

(ردالمحتار علی الدرمختار ج1 ص146 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: میں ابوحنیفہ کے پاس سے آرہا ہوں۔آپ نے فرمایا تم اہل زمین کے سب سے بڑے عابد کے پاس سے آرہے ہو۔

سفیان بن عیینہ محدث فرماتے ہیں:

من اراد الفقة فالکوفة، ولیلزم اصحاب ابو حنیفة۔ (الموفق)

(ترجمہ): جو شخص علم فقہ کا طالب ہو وہ کوفہ جائے۔اصحاب ابوحنیفہ سے استفادہ کرے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

لم یکن فی زمان ابی حنیفة بالکوفة رجل افضل منه و اورع منه ولا افقه منه۔ (الموفق)

(ترجمہ): امام ابوحنیفہ کے زمانے میں کوفہ میں آپ سے زیادہ صاحب فضل وورع اور فقیہ نہیں تھا۔
مشہور محدث امام اعمش نے فرمایا:

یا معشر الفقهاء انتم الاطباء و نحن الصيادله و اما انت ايها الرجل فانت اخذت كل الطرفين۔ (الموفق)

(ترجمہ): امام اعمش نے مجلس فقہاء سے فرمایا۔ اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم دوا فروش اور اے ابوحنیفہ تمہیں علم فقہ اور علم حدیث دونوں سے حصہ ملا ہے۔

مشہور صوفی بزرگ عارف کامل سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش علیہ الرحمہ بھی امام اعظم کے معتقد بلکہ مقلد اور آپ کے فضل وکمال کے معترف تھے۔ آپ امام صاحب کے حوالے سے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

میں ملک شام سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مؤذن مسجد نبوی کے روضہ پر سرہانے سویا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ میں ہوں اور آقا ﷺ ایک بزرگ کو آغوش میں لئے ہوئے ہیں۔ جس طرح والدین اپنے بچے کو آغوش شفقت میں لیتے ہیں۔ باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر آقا ﷺ کے پاؤں مبارک کی پشت کو بوسہ دیا۔ میں حیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ آقا ﷺ میری باطنی کیفیت پر مطلع ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے امام ہیں جو تمہارے ہی ملک کے ہیں۔ یعنی امام ابوحنیفہ ہیں۔ (داتا صاحب فرماتے ہیں۔) مجھے اس خواب سے اپنے اہل وطن سے بڑی امید ہوگئی۔ نیز اس خواب سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سیدنا امام اعظم ان بزرگوں میں سے ہیں جو اوصاف طبع سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی وقائم ہیں۔ کیوں کہ ان کو لے جانے والے خود نبی کریم ﷺ ہیں۔ (کشف المحجوب)

اسی کتاب میں آپ ایک اور بزرگ حضرت یحیٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں آقائے نامدار ﷺ کی زیارت کی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ این اطلبك یعنی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں آقا ﷺ نے فرمایا: عند علم ابی حنیفه یعنی ابوحنیفہ کے علم کے پاس۔ (کشف المحجوب)

بشارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسلام کی ان نامور شخصیات کی آراء امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ نے پڑھیں۔

علماء اسلام کی آپ کے متعلق حسن ظن اور اچھی رائے کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ انہوں نے آپ علیہ الرحمۃ کو بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصداق ٹھہرایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من هولاء۔

(صحیح بخاری جلد 2 ص 227 کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

(ترجمہ): اگر ایمان ثریا (تارے) کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ (یعنی سلمان فارسی کی قوم کے لوگ اہل فارس) اس کو ضرور تلاش کرلیں گے۔

دوسری روایت میں ہے۔

لو کان الدین عند الثریا لذهب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناوله۔

(صحیح مسلم ج 2 ص 312 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی کتاب الفضائل باب فضل فارس)

(ترجمہ): اگر دین ثریا (تارے) پر ہوگا تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کرلے گا یا فرمایا اولاد فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کرلے گا۔

محدثین کرام نے اس سے مراد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو لیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی جو خود شافعی عالم ہیں۔ لیکن امام صاحب سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

قد بشر ﷺ بالامام ابی حنیفة فی الحدیث الذی اخرجه نعیم فی الحلیة عن ابی هریرة (الی ان قال) فهذا اصل صحیح یعتمد علیه فی البشارة و الفضیلة۔ (تبییض الصحیفہ)

(ترجمہ): نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ پھر اس حدیث کے مختلف حوالہ جات دے کر فرماتے

ہیں کہ یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت اور فضیلت میں اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علامہ محمد بن یوسف شامی کے حوالے سے فرماتے ہیں جو کہ امام جلال الدین سیوطی کے شاگرد ہیں۔ وہ اپنے شیخ یعنی علامہ سیوطی شافعی کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

ما جزم به شیخنا من ان ابا حنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شك فیه لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه احد۔ (ردالمحتار علی الدر مختار ج1 ص 137 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): وہ جس پر ہمارے شیخ (علامہ سیوطی) نے یقین کیا ہے کہ ابوحنیفہ ہی اس حدیث سے مراد ہیں۔ بالکل ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں اس لئے کہ ابناء فارس میں کوئی بھی علم میں ان کے درجہ تک نہیں پہنچا۔

علماء اسلام نے اس کو نبی کریم ﷺ کا معجزہ قرار دیا کہ آپ ﷺ نے مستقبل کی بات کی خبر دی۔ یعنی امام صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے آپ کے متعلق بالوصف اشارہ فرمایا۔

فیه معجزة ظاهرة للنبی ﷺ حیث اخبر بما سیقع۔ (الخیرات الحسان)

سلام ابوحنیفہ: آپ امام الانبیاء ﷺ کی بشارت کے مصداق بن کر خود نبی کریم ﷺ کا معجزہ ٹھہرے۔

قال فی الدر: و الحاصل ان ابا حنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفٰی بعد القرآن۔ (ج1 ص 137، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام صاحب اغیار کی نظر میں

غیر مقلدین عموماً، ائمہ اربعہ کے بارے میں بالخصوص امام اعظم کی شان میں نازیبا گفتگو اور زبان درازی کرتے ہیں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ ان کے بڑے اس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم مولوی محمد ہاشم ٹانڈوی ائمہ اربعہ کی شان میں لکھتے ہیں:

"اماموں اور مجتہدوں اور محدثین کی توہین کرنا، انہیں برا بھلا کہنا، ان سے بغض رکھنا، دشمنی رکھنا مسلمانوں کا کام نہیں۔ خصوصاً چاروں امام۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد

بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کی توہین کرنا، ان بزرگوں کو برائی سے یاد کرنا، ان سے دشمنی رکھنا صریح بے دینی ہے"۔ "ہم اہل حدیث ان بزرگوں اور ان کے سوا اور بزرگانِ دین کی تہہ دل سے عزت کرتے ہیں۔ انہوں نے جو باتیں ہمیں خدا اور رسول ﷺ کی پہنچائی ہیں۔ ہم ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض سمجھتے ہیں"۔ (فتاویٰ ثنائیہ بحوالہ دلیل حق ص 346)

غیر مقلدین کے محدث مولانا داؤد غزنوی لکھتے ہیں:

دوسرے لوگوں کی شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں۔ بلا وجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ کرجاتے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(داؤد غزنوی ص 87-88 بحوالہ دلیل حق ص 347)

اسی طرح غیر مقلدین کے امام العصر ابراہیم میر کہتے ہیں کہ مجھے مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے بیان کیا ہے کہ لوگوں نے مجھ پر الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے، چھوٹا رافضی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث)

علامہ ابراہیم میر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے بعد خاتم الحفاظ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو بھی دیکھئے۔ علوم حدیثیہ و تاریخیہ میں ان کے تجر و فضل و کمال اور احوال رجال سے پوری آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ تہذیب التہذیب میں جو اصل میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تہذیب کی تہذیب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں آپ کی دین داری اور نیک اعتقادی اور صلاحیت عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگانِ دین سے ان کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: الناس فی ابی حنیفة حاسد و جاهل۔ یعنی حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ یا تو حاسد ہیں یا جاہل۔ (تاریخ اہل حدیث)

یہی علامہ ابراہیم اپنی جماعت اہل حدیث کو تنبیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی، شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں۔ کیوں کہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں مؤجب خسران و نقصان ہے۔ (تاریخ اہل حدیث)

علامہ داؤد غزنوی غیر مقلد اپنے والد علامہ عبدالجبار صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کو کسی نے بتایا کہ مولوی عبدالعلی اہل حدیث جو کہ مسجد تتلیاں والی امرتسر میں امام ہیں۔ وہ آپ کے مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے بھی ہیں۔ اس مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں۔ کیوں کہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ یہ سن کر مولوی عبدالجبار صاحب نے جو کہ بزرگوں کا نہایت ہی ادب و احترام کرتے تھے، حکم دیا کہ نالائق عبدالعلی کو مدرسہ سے نکال دو اور ساتھ ہی فرمایا کہ عنقریب یہ مرتد ہو جائے گا۔ چناں چہ اس کو مدرسہ سے نکال دیا گیا اور پھر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ مولوی عبدالعلی مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے بھی نکال دیا۔ بعد ازاں کسی نے مولوی عبدالجبار سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کافر ہو جائے گا۔ فرمایا کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی خبر ملی۔ اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی: من عادى لي ولياً فقد اذنته بالحرب۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی ہے)۔ جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میں اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میری نظر میں امام ابوحنیفہ ولی اللہ تھے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز چھینتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔

(انوار امام اعظم ابوحنیفہ ص 397)

غیر مقلد عالم مولوی اسحاق بھٹی مولوی داؤد غزنوی اہل حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

ایک دن میں ان (مولوی داؤد غزنوی) کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجے میں فرمایا: مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ

سترہ حدیثوں کا عالم گردانتے ہیں۔ جولوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔(داؤد غزنوی ص 136-137)

الفضل ما شهدت به الاعداء۔

امام اعظم کا محدثانہ مقام

جیسا کہ اہل حدیث کے پیشواؤں کے مندرجہ بالا اعترافی بیانات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے عام لوگ اور مولوی امام اعظم کی شان میں توہین کرتے ہیں۔خاص کر علم حدیث میں آپ کے متعلق استہزا کرتے ہیں جس کو خود ان کے بڑوں نے رد کیا اور اس رویے پر افسوس اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اہل حدیث جہلاء جنہوں نے رفع یدین، آمین بالجہر سے متعلق چند احادیث رٹ کر وہ بھی اردو میں اپنے مولویوں کی کتابوں سے اور بعض تو بالکل ان پڑھ۔بس چند حدیثیں سن رکھی ہیں جو وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّا اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (سورۃ البقرہ آیت 78) کے مصداق ہیں اور اتنے بڑے امام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔اس چھوٹے منہ بڑی بات پر بس اتنا کہنا چاہوں گا:

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل
آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
بوحنیفہ کو کہے طفل دبستان جاہل
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ امام اعظم فقہ کی طرح حدیث کے بھی امام تھے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت آپ کی فقہ ہے۔کیوں کہ فقہی مسائل قرآن و حدیث ہی سے اخذ کئے جاتے ہیں اور علم حدیث میں مہارت کے بغیر علم فقہ پر دسترس حاصل نہیں ہو سکتی۔کتب حدیث سامنے رکھ کر آپ کے فقہ کے کلیات و جزئیات کو غور سے پڑھو۔تمہیں قرآن و حدیث کی تشریح نظر آئے گی۔جیسا کہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔لیکن محض 15-20 احادیث رٹ کر نہیں بلکہ احادیث مبارکہ کے دفتر کھنگال کر آپ کی فقہ کو جانچا جائے۔آپ

نے فقہ کا ایک ایک مسئلہ قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں حل کیا ہے۔ دیکھیں فقہی مسائل چاہے عبادات ہوں یا معاملات، معاشیات قضایا، وغیرہ۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق آپ نے مسائل قرآن و حدیث کی نصوص سے صراحتاً اور غیر منصوصات یعنی اجتہادی مسائل کو کتاب و سنت سے بذریعہ قیاس مستنبط کیا ہے۔

آپ کی فقہی جزئیات کی کثرت آپ کی علم حدیث میں مہارت پر دلیل ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث میں کمال حاصل کر کے ہی فقہ کی تدوین کی اور فقہ کے اصول وضع کیے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ان الامام ذکر فی تصانیفه بضع و سبعین الف حدیث و انتخب الاثار من اربعین الف حدیث۔

(ترجمہ): امام اعظم نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔

علماء کے دو طبقات ہوتے ہیں۔ محدثین اور فقہاء۔ یعنی ایک وہ جنہیں روایت حدیث میں مہارت اور شہرت حاصل ہوئی۔ البتہ فقہ میں ان کو مہارت حاصل نہیں ہوئی۔

دوسرے وہ جن کو فقہی مسائل میں تو مہارت تامہ تھی۔ مگر احادیث میں وہ کمال حاصل نہیں تھا اور جن کو دونوں فنون میں کمال حاصل تھا۔ مثلاً ائمہ اربعہ وغیرہ ان میں سب سے نمایاں شخصیت امام اعظم کی ہے۔ جیسا کہ عظیم محدث امام سلیمان اعمش نے اعتراف کیا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام اعظم امام اعمش کے ہاں تشریف فرما تھے۔ امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیئے۔ انہوں نے امام اعظم سے پوچھا۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ امام اعظم نے ان کے جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا۔ یہ جواب تم نے کہاں سے دیئے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ ہی کی بیان کردہ ان احادیث سے اور ان احادیث کو مع اسناد بیان کر دیا۔ امام اعمش نے فرمایا۔ بس: میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سو دن میں بیان کیں۔ آپ نے وہ سب ایک دن میں سنا ڈالیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا:

یا معشر الفقهاء انتم الاطباء و نحن الصیاد له و انت ایها

الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ (الخیرات الحسان)

(ترجمہ): اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار (یا دوا فروش) اور اے ابوحنیفہ آپ نے دونوں کو حاصل کرلیا۔

کیا امام اعظم حدیث کے مقابلے میں رائے پر عمل کرتے ہیں

معلوم ہوا امام اعظم نے مسائل فقہیہ کو احادیث مبارکہ سے اخذ کیا ہے۔ افسوس ہے ان عقل کے اندھوں پر جو کہتے ہیں امام ابوحنیفہ کو صرف سترہ (17) حدیثیں یاد تھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب نے ہزاروں احادیث سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے۔

امام صاحب کو حدیث سے مسائل نکالنے میں یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ آپ مختلف اور متناقض روایات میں تطبیق دیتے ہیں تا کہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے۔ عدم مطابقت کی صورت میں آپ اعلیٰ درجہ کی روایت کے مقابلے میں ادنیٰ کو ترک کرتے ہیں۔ نیز اگر دونوں روایات صحیح ہوں تو اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس کے راوی ثقہ ہونے کے ساتھ فقیہ بھی ہوں۔ یوں ہی آپ قرآن وحدیث اور خبر متواتر، خبر مشہور، خبر واحد میں فرق کرتے ہیں۔ اخبار میں پہلا درجہ خبر متواتر، پھر خبر مشہور، پھر خبر واحد کا ہے۔ صریح بہتان باندھتے ہیں وہ لوگ جو بکتے ہیں اور پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ قرآن وسنت کے مقابلے میں رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ عمل بالحدیث اور حدیث کے مقابلے میں رائے کو چھوڑنے کی اس سے بڑی کیا مثال ہوسکتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: اذا صح الحدیث فہو مذہبی۔

یعنی جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

اسی طرح عمل بالحدیث کی ایک اعلیٰ مثال یہ ہے کہ آپ حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔

اور اس بات کا اعتراف ابن حزم نے بھی کیا ہے جو غیر مقلدین کے رئیس اور امام ہیں۔ نہایت ہی نقاد جن کے بارے میں مشہور ہے کہ اسلام میں حجاج بن یوسف کی تلوار اور ابن حزم کی سی تیز زبان کسی کو نہیں ملی۔ اس نے جہاں ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام پر تنقید کی ہے وہاں محدثین کو

بھی نہیں چھوڑا۔

مشہور محدث امام ترمذی کو بھی مجہول قرار دیا ہے۔ (تذکرۃ المحدثین)

غیر مقلدین کا یہ نقاد امام، احناف کے حدیث ضعیف کو قیاس پر ترجیح دینے کا معترف ہے۔

قال ابن حزم جمیع الحنفیة مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولی من الرائے۔ (اعلام الموقعین)

(ترجمہ): ابن حزم نے کہا کہ تمام احناف اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

بلکہ فرامین مصطفی ﷺ ہی نہیں۔ امام اعظم اقوال صحابہ کے مقابلے میں بھی اپنی رائے قائم نہیں کرتے:

آپ فرماتے ہیں:

لا اتبع الرای و القیاس الا اذا لم اظفر بشیءٍ من الکتاب او السنة او الصحابة۔ (عمدۃ القاری)

(ترجمہ): میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جب کہ قرآن، حدیث یا صحابہ کے اقوال نہ ملیں۔

امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا: اذا قلت قولاً و کتاب الله یخالفه؟ یعنی اگر آپ کا کوئی قول کتاب اللہ کے مخالف ہو تو؟ فرمایا: اتر کوا قولی بکتاب الله۔ یعنی کتاب اللہ کے مقابلے میں میرا قول چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا: اذا کان خبر الرسول ﷺ مخالفة؟ یعنی آپ کے قول کے حدیث رسول ﷺ مخالف ہو تو؟ فرمایا: اتر کوا قولی بخبر رسول الله ﷺ۔ یعنی حدیث رسول ﷺ کے مقابلے میں میرا قول چھوڑ دو پھر پوچھا گیا: اذا کان قول الصحابة مخالفه؟ اگر قول صحابہ آپ کے قول کے خلاف ہو تو؟ فرمایا: اتر کوا قولی بقول الصحابة۔ یعنی صحابہ کے قول کے مقابلے میں بھی میرا قول چھوڑ دو۔

الخیرات الحسان میں ہے:

فقد جاء عن ابی حنیفة من طرق کثیرة ما ملخصه انه اولاً یاخذ

بما فی القرآن فان لم یجد فبالسنة فان لم یجد فبقول الصحابة فان اختلفوا اخذ بما کان اقرب الی القرآن او السنة من اقوالھم ولم یخرج عنھم فان لم یجد لاحد منھم قولاً لم یأخذ بقول احد من التابعین بل یجتھد کما اجتھدوا۔

(الخیرات الحسان)

(ترجمہ): امام ابو حنیفہ کے متعلق کثرت طرق سے یہ بات ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آپ پہلے قرآن سے مسئلہ اخذ کرتے ہیں۔ پس اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، پھر اگر اس میں بھی نہ ہو تو اقوال صحابہ سے اور اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کا اختلاف ہو تو ان کے مختلف اقوال میں سے وہ قول لیتے ہیں جو کتاب و سنّت سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اقوال صحابہ سے باہر نہیں جاتے اور اگر اس مسئلہ میں اقوال صحابہ بھی نہ ہوں تو تابعین میں سے کسی کے قول کو نہیں لیتے بلکہ اجتہاد کرتے ہیں۔ جیسے وہ اجتہاد کرتے ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں۔

و قد روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات المکیة بسنده الی الامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالی عنه انه کان یقول ایاکم و القول فی دین اللہ تعالی بالرای و علیکم باتباع السنة فمن خرج عنھا ضل۔ (کتاب المیزان للشعرانی)

(ترجمہ): شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں مسلسل امام ابو حنیفہ تک اپنی سند بیان کرنے کے بعد آپ کا قول نقل کیا ہے کہ امام اعظم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے بیان کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنّت کی پیروی لازم کرلو۔ اس لئے کہ جو اس سے خارج ہوا وہ گمراہ ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا فقہ حنفی کی مؤید احادیث ضعیف ہیں

حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا حکم ذرائع اور اسناد کی بنا پر ہے۔ اگر وہ روایت مصدقہ ذرائع سے ہو تو صحیح ہے۔ اگر غیر مصدقہ ذرائع سے تو غیر صحیح۔ یعنی کسی حدیث کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سند میں ضعیف راوی ہے۔ حدیث صحیح نہیں، کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قولِ رسول ﷺ صحیح نہیں۔ (نعوذ باللہ)

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ النجم آیت نمبر 3,4) والی نبی کی زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

عن عبداللہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیئ اسمعه من رسول ﷺ ارید حفظه فنهتنی و قالوا اتکتب کل شیئ تسمه و رسول الله ﷺ بشر یتکلم فی الغضب و الرضاء فامسکت عن الکتابة فذکرت ذالك الی رسول ﷺ فا ومی باصبعه الی فیه فقال اکتب فو الذی نفسی بیده ما یخرج منه الاحق۔

(سنن ابوداؤد)

(ترجمہ): حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اکرم ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا۔ بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا تم رسول اکرم ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو۔ حالاں کہ رسول اکرم ﷺ بھی ایک بشر ہیں۔ آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ جب رسول اکرم ﷺ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لکھا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔
کسی بھی مسلمان سے یہ توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ وہ صادق المصدوق ﷺ کی کسی بات میں

ذرہ برابر بھی شک کرے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنے والے بھی قبل ازیں آپ ﷺ کو محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے صادق اور امین کہتے تھے۔

تدوین حدیث

لیکن چوں کہ ساری امت آپ ﷺ کی براہِ راست مخاطب نہیں بلکہ بعد والوں کو پہلے والوں کے واسطے سے آپ ﷺ کی احادیث پہنچیں ہیں۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے سنا۔ ان سے تابعین، ان سے تبع تابعین نے اس طرح باقی امت تک بھی ان کے نبی ﷺ کی احادیث پہنچیں۔

صحابہ کرام وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا۔ رخ انور کے جلوے دیکھنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے افعال و اعمال کو دیکھنے اور ارشادات و فرامین کو سننے کے سنہری مواقع نصیب ہوئے۔ صحابہ کرام ہی آپ ﷺ کے اقوال و افعال کے اولین ناقل ہیں، ان ناقلین اولین نے آپ ﷺ کے متعلق اپنے مشاہدات و مسموعات کا ذخیرہ آگے امت تک پہنچایا۔ صحابہ سے تابعین، ان سے تبع تابعین یوں سلسلہ نقل چلتا رہا۔ یہاں تک کہ کتب احادیث میں مسلمانوں کا یہ سرمایہ حیات والدین محفوظ ہوا۔

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ان اولین مخاطبوں کے زمانے میں احادیث نبوی ﷺ جھوٹ کی آمیزش سے پاک تھیں۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ جب مسلمانوں کی زندگی میں دنیاوی رنگینیاں غالب ہوئیں اور وہ خواہشات نفسانی سے مغلوب ہونے لگے۔ فکر آخرت اور جذبہ اتباع رسول ﷺ میں کمی ہونے لگی اور تحقیق وطلب علم میں کوتاہ اور میدانِ عمل میں کمزور ہونے لگے تو موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وضاعین اور کذابین بھی میدان میں اترے اور انہوں نے وضع حدیث کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے سرمایہ علم پر وہ چوٹیں کیں کہ آج بھی اس کی تکلیف منکرین حدیث و دیگر فرق باطلہ ضالہ کی صورت میں محسوس کی جاسکتی ہے۔

صحابہ کرام سب عادل ہیں۔ یوں ہی تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی غیر معیاری لوگ بہت کم تھے۔ لیکن بُعدِ زمانہ کے ساتھ لوگوں میں دین اور دیانت سے بھی بُعد اور دوری ہونے لگی۔ خاص کر خیر القرون کے بعد ہر شخص پر اعتماد کرنا مشکل ہوگیا کہ وہ حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے جو بیان کر رہا ہے۔ واقعۃً حدیث رسول ﷺ ہے یا وہ جھوٹ و افتراء باندھ رہا

ہے۔کیوں کہ ایسے لوگ بھی سامنے آئے جو اپنی خواہشات اور مخصوص مفادات کے لئے بے بنیاد اور غلط باتوں کو آپ ﷺ کی طرف منسوب اور مشہور کرنے لگے۔لیکن مسلمانوں کی صفوں میں جب بھی اس طرح کی کالی بھیڑیں پیدا ہونے لگیں جو مار آستین بن کر اسلام کو نقصان پہنچانے لگے تو گلشن اسلام کے پاسبانوں اور اسلام کی نظریاتی سرحدوں کے محافظین یعنی محدثین کرام چاق و چوبند اور ہوشیار ہوئے۔اور انہی کی کوششوں سے یہ کذاب و قذاق اپنے ناپاک ارادوں میں ناکام ہوتے رہے۔

جس قافلہ عشق کے سرخیل صحابہ کرام تھے۔اب اس کی حفاظت اور تبلیغ وتشریح کی ذمہ داری محدثین کرام نے اٹھالی۔

محدثین نے جہاں لوگوں کو خدا کا خوف دلایا اور اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے منع کیا۔اپنی مجلسوں میں کتابوں میں اور درس کے حلقوں میں بکثرت اس حدیث کو بیان کیا۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

(ترجمہ): (نبی کریم ﷺ نے فرمایا) جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

وہاں انہوں نے فن اسماء الرجال کی مدد سے مسلمانوں کے اس سرمایہ حیات کی حفاظت کی۔

اسماء الرجال، حق و باطل، سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے کا ایک کامل ذریعہ اور طریقہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہر خبر پر نظر ہوتی ہے کہ وہ عقل ونقل کے معیار پر پوری اترتی ہے یا نہیں۔دنیا کی کوئی قوم تاریخی واقعات مرتب کرتے وقت یہ نہیں دیکھتی کہ ان واقعات کی خبر دینے والے صداقت اور دیانت کے معیار پر پورے اترتے ہیں یا نہیں۔یہ امت مسلمہ کا طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے خبر کی تصدیق کے لئے مخبر کو مدنظر رکھا اور روایت حدیث کے لئے راوی کے کردار کو اس حد تک بلند ہونے کی شرط رکھی ہے کہ امام مالک نے ستر ((70 ایسے راویوں سے حدیث روایت کرنے سے انکار کر دیا جو اپنے کردار کے لحاظ سے اس قابل تو تھے کہ انہیں بیت المال کا نگراں مقرر کیا جاسکے۔لیکن کردار کی اس بلندی کے باوجود امام مالک کی نظر میں ان کی عدالت

ایک راوی حدیث کے معیار سے کم تھی (ضیاء النبی)۔ الغرض مسلمانوں نے اپنے علمی سرمایہ کو محفوظ رکھنے کے لئے جو سعی کی اس کی مثال اقوام عالم اور ادیانِ عالم میں نہیں ملتی۔ مسلمانوں کے ہزاروں لوگوں نے اپنی پوری پوری عمریں اس کام میں لگا دیں۔ ایک ایک روای کی معرفت کے لئے شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی کا سفر کرنا، ان سے ملنا، لوگوں سے ان کے بارے میں معلومات کرنا کہ وہ صادق ہے یا کذاب، عادل، صالح ہے یا فاسق، کس کردار کا مالک ہے، حافظہ اور یاداشت کیسی ہے، بھولنے کی عادت تو نہیں، سماعت کیسی ہے، فہم وادراک کیسا ہے، سمجھنے کی صلاحیت اور تفقہ فی الدین کتنا ہے، حالات رواۃ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے دوسروں کو مطلع کرنا، احادیث کو ہر قسم کی تلبیس اور ملاوٹ سے پاک کرنے کے لئے ضعیف اور کذاب راویوں کی فہرستیں تیار کرنا، ان کی بیان کی ہوئیں موضوع روایات کو جمع کرنا اور ملت کے سامنے پیش کرنا کہ یہ ہیں جھوٹے اور یہ ان کی جھوٹی روایات ہیں تا کہ امت ان کے خرافات سے بچیں۔

محدثین کرام کی یہ محیر العقول کاوشیں ایسی عظیم خدمت ہے کہ رہتی دنیا تک فرزندانِ اسلام اپنے ان محسنین کے شکر گزار اور ان کے لئے دعا گو رہیں گے۔

علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں۔

روایت حدیث کا فن جس عظیم خصوصیت کے باعث سارے جہاں میں منفرد ہے وہ یہ ہے کہ کسی واقعے کے نقل و روایت کے لئے محض اتنا ہی کافی نہیں کہ نفس واقعہ بیان کر دیا جائے۔ بلکہ بیان واقعہ سے پہلے ناقل کے لئے یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ واقعہ کا اسے کیوں کر علم ہوا۔ کتنے واسطوں سے وہ بات اس تک پہنچی ہے اور وہ کون لوگ ہیں، ان کے نام ونشان کیا ہیں، ان کی عمر کیا ہے، وہ کہاں کے رہنے والے ہیں، دیانت، تقویٰ، راست گفتاری، حسن اعتقاد، قوت حافظہ، عقل وفہم، فکر و بصیرت کے اعتبار سے ان کے حالات کیا ہیں۔ اسی کو اصطلاح میں اسناد کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب حدیث کے نزدیک اسناد اتنی ضروری چیز ہے کہ اس کے بغیر ان کے یہاں کوئی بات قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء۔

(ترجمہ): اسناد دین میں سے ہیں۔ اگر اسناد نہیں ہوتیں تو جو شخص بھی جو چاہتا کہہ دیتا۔

(مقدمہ انوار الحدیث)

الغرض اصول و شرائط کے سخت معیار پر احادیث کو جانچ اور پرکھ کر پھر ان پر اعتماد یا عدم اعتماد کرنا یہ مسلمانوں کا اپنے نبی ﷺ کی احادیث کو جھوٹ کی آمیزش اور خطا کے اختلاط سے محفوظ کرنے کے لئے وہ قابل قدر و فخر کارنامہ ہے۔ جس پر بجا طور پر مسلمان فخر کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان محدثین کرام پر اپنے نبی کریم ﷺ کے صدقے کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

امام اعظم تابعی ہیں

پس جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث ضعیف یا موضوع راوی کے اعتبار سے ہوتی ہے تو آئیے! امام اعظم کی روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ امام اعظم تابعی ہیں۔ یعنی آپ کو صحابہ سے شرف ملاقات حاصل ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال الکردری جماعۃ من المحدثین انکروا ملاقاتہ مع الصحابۃ و اصحابہ اثبتوہ بالا سانید الصحاح الحسان و ھم اعرف باحوالہ منھم والمثبت العدل اولی من النافی۔

(تذکرۃ المحدثین)

(ترجمہ): امام کردری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے ملاقات کا انکار کیا ہے اور ان کے شاگردوں نے اس بات کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور وہ دوسروں کے مقابلے میں آپ کے حالات زیادہ جانتے ہیں اور ثبوت روایت نفی سے بہتر ہے۔

وفی فتاویٰ شیخ الاسلام ابن حجر انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بھا سنۃ ثمانین فھو من طبقۃ التابعین ولم یثبت ذالک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین

كالاوزاعی بالشام و الحماد بالبصرةو الثوری بالكوفة و مالك بالمدينة الشريفة و الليث بمصر۔

(الخیرات الحسان)

(ترجمہ): شیخ الاسلام ابن حجر کے فتاویٰ میں صراحت ہے کہ انہوں نے یعنی امام اعظم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا تھا جو 80ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں حیات تھی اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا شرف ہے جو آپ کے معاصرین مثلاً شام میں اوزاعی، بصرہ میں حماد، کوفہ میں امام ثوری، مدینہ شریف میں امام مالک اور مصر میں لیث بن سعد میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

آپ کو صرف رؤیت صحابہ ہی کا شرف نہیں ملا بلکہ ان میں سے بعض مثلاً حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بھی ثابت ہے۔

للإمام روايته من الانس و ادراكه لجماعة من الصحابة بالسن فصحيحان لا شك فيهما۔

(الخیرات الحسان)

(ترجمہ): امام اعظم کا حضرت انس سے روایت کرنا اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ پانا، دونوں باتیں ثابت و صحیح ہیں۔ جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

اور امام کردری فرماتے ہیں:

لا ينكر سماع الامام من ابی اوفی۔

(مناقب ابی حنیفہ للکر دری)

(ترجمہ): یعنی امام اعظم کا صحابی رسول عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ناقابل انکار حقیقت ہے۔

امام اعظم کی احادیث صحیح ہونے کی دلیل

پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام اعظم تابعی ہیں اور تبع تابعی ہونے میں تو کسی کو شک نہیں۔ لہٰذا امام صاحب کی روایت آپ ﷺ سے ایک یا دو تین واسطوں سے ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں:

والثنائیات فی الموطا للامام مالك والواحدان فی حدیث الامام ابی حنیفة۔

(فتح المغیث)

(ترجمہ): ثنائیات یعنی دو راویوں کے واسطے والی روایات امام مالک کی موطا میں ہیں اور وحدان یعنی ایک راوی کے واسطے والی روایات امام ابوحنیفہ کی ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام اعظم کو نبی پاک ﷺ کی احادیث صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین جیسے اخیار امت کے واسطوں سے پہنچیں ہیں۔ لہٰذا امام صاحب کو آپ ﷺ کی احادیث صحیح مستند اور قابل اعتماد ذرائع سے پہنچیں ہیں اور اگر بالفرض بعد کے محدثین تک پہنچتے پہنچتے ان میں سے کسی روایت میں کوئی ضعیف راوی آ گیا ہو تو اس سے امام اعظم کے اس حدیث سے استدلال کو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کیوں کہ جس راوی کی وجہ سے بعد کے محدثین اسے ضعیف قرار دے رہے ہیں امام اعظم اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان سند میں وہ راوی تھا ہی نہیں۔ بلکہ ایسی صورت میں بعد والوں کے لئے بھی وہ حدیث قابل حجت ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے۔ کیوں کہ امام اعظم اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو راوی ہیں وہ صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن بعض راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد ان کی سند کے نچلے درجہ کے راوی ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے۔

کیوں کہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ کیوں کہ اگر وہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام اعظم اس سے کبھی استدلال نہ کرتے اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں

میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے۔ اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں۔ خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ)

نیز آپ فرماتے ہیں۔

و قد من الله علی بمطالعة مسانید الامام ابی حنیفة الثلاثة فرایته لا یروی حدیثًا الا عن اخیار التابعین العدول الثقات الذین هم من خیر القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالا سود و علقمة و عطا و عكرمة و مجاهد و مكحول و الحسن البصری و اضرا بهم رضی الله عنهم اجمعین فكل الرواة الذین هم بینه و بین رسول الله ﷺ عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیهم كذاب ولا متهم بكذب۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ)

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ میں نے امام اعظم کی مسانید ثلاثہ کا مطالعہ کیا۔ پس میں نے دیکھا کہ امام اعظم ثقہ اور صادق تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے۔ جن کے حق میں حضور ﷺ نے خیر القرون ہونے کی شہادت دی۔ جیسے اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری وغیرھم۔ پس امام اعظم اور حضور ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ اور مشہور اخیار میں سے ہیں۔ جن میں سے کوئی کذاب نہیں اور ان کی طرف کذب کی نسبت بھی نہیں کی جا سکتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز پڑھنے کی فضیلت اور ترکِ نماز پر وعید

''نیز جماعت کی اہمیت''

آیاتِ قرآنی

(1) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔

(سورۃ بقرہ آیت نمبر 43 پارہ نمبر 1)

(ترجمہ): اور نماز قائم رکھو۔

(2) وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔

(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 132 پارہ نمبر 16)

(ترجمہ): ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ''۔

(3) وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

(سورۃ بقرہ آیت نمبر 46-45 پارہ نمبر 1)

(ترجمہ): اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر (نہیں) جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں ۝ جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا۔

(4) فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔

(سورۃ مریم آیت 59 پارہ نمبر 16)

(ترجمہ): تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔ (غی جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے)۔

(5) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝

اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآئُوْنَ ۝ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۔

(سورۃ الماعون آیت نمبر 7-6-5-4 پارہ نمبر 30)

(ترجمہ): پس خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے ۝ جو اپنی نماز (کی ادائیگی) بھولے بیٹھے ہیں ۝ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

احادیث وآثار

حدیث 01

عن حریث بن قبیصة قال قدمت المدینة قال قلت اللّٰهم یسر لی جلیسا صالحًا. فجلست الیٰ ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه. قال فقلت اِنی دعوت الله عزوجل ان یسر لی جلیسا صالحًا. فحدثنی بحدیث سمعته من رسول ﷺ لعل الله ان ینفعنی به. قال سمعت رسول ﷺ یقول اِن اول ما یحاسب به العبد بصلوٰته. فان صلحت فقد افلح و انجع، و ان فسدت فقد خاب و خسر قال همام لا ادری هذا مِن کلام قتادة او مِنَ الروایة فان انتقص من فریضته شئ، قال انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل به ما نقص من الفریضة ثم یکون سائر عمله۔

(ترجمہ): حضرت حریث بن قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے دعا کی: اے اللہ مجھے ایک نیک وصالح ساتھی عنایت فرما۔ پس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا اور بتایا کہ میں نے اللہ عزوجل سے نیک ساتھی ملنے کی دعا کی تھی۔ لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ شاید اس کی وجہ سے اللہ مجھے نفع بخشے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز صحیح شرائط، ارکان اور وقت کے مطابق ادا کی گئی ہو تو وہ شخص نجات پائے گا اور مقصد حاصل کرے گا۔ اگر نماز پوری نہیں ہوئی تو وہ شخص نقصان میں رہے گا اور برباد ہو گا۔ ہمام کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ الفاظ قتادہ کے ہیں یا یہ روایت کے الفاظ ہیں۔ اگر فرض نماز میں کچھ کمی ہوئی تو کہا جائے گا۔ دیکھو میرے بندے کی کچھ نفل نمازیں ہیں کہ ان سے فرض کی کمی پوری کردی جائی۔ پھر باقی اعمال کا بھی یہی حال ہوگا۔

حدیث 02

(عن ابن عمر قال کنا اذا فقدنا الرجل فی صلٰوۃ العشاء والفجر اسأنابہ الظن)

(سنن الکبریٰ ج 3 صفحہ نمبر 59)

(مجمع زوائد ج 2 صفحہ نمبر 43 موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ): حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام) کسی شخص کو فجر اور عشاء کی نماز میں غیر حاضر دیکھتے تو ہمیں اس پر بدگمانی ہوتی تھی (کہ وہ منافق ہے مومن کامل نہیں)۔

حدیث 03

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا سھم فی الاسلام لمن لا صلٰوۃ لہ ولا صلٰوۃ لمن لا وضوء لہ۔

(مجمع زوائد جلد نمبر 01 صفحہ نمبر 297 موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز نہیں پڑھتا اور اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس کا وضو نہیں ہو۔

حدیث 04

و عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ارایتم لو ان نھرًا بباب احدکم یغتسل منہ کل یوم خمس مرات ھل یبقی من درنہ شئ قالوا: لا یبقی من درنہ شئ قال: فذالک مثل الصلٰوات الخمس، یمحو اللہ بھن الخطایا۔

(متفق علیہ)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے گھر کے دروازے پر نہر ہو جس سے وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا۔ صحابہ کرام بولے نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ جن کے

ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

حدیث 05

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ تعالیٰ ملکًا ینادی عند کل صلوٰۃٍ یا بنی آدم قوموا الی نیرانکم التی اوقدتموھا علی انفسکم فاطفئوھا بالصلوٰۃِ۔

(راوہُ الطبرانی فی الکبیر)

(ترجمہ): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ (مقرر) ہے جو ہر نماز کے وقت یہ آواز دیتا ہے کہ اے اولاد آدم! اٹھو تم نے اپنے اوپر (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) جو آگ سلگائی ہے اس کو نماز پڑھ کر بجھادو۔

حدیث 06

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من ترك الصلوٰۃ لقی اللہ تعالیٰ وھو علیہ غضبان۔

(راوہُ الطبرانی فی الکبیر)

(ترجمہ): حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز ترک کر دی تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

حدیث 07

وعن ابی الدرداء قال اوصانی خلیلی ان لاَّ تشرك باللہ شیًٔا وان قطعت وحرقت ولا تترك صلوٰۃ مکتوبۃ متعمدًا فمن ترکھا متعمدًا فقد برئت منہ الذمۃ ولا تشرب الخمر فانھا مفتاحُ کل شرٍ۔

(رواہُ ابن ماجہ)

(ترجمہ): حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے خلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔ اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تمہیں جلا دیا جائے اور فرض نماز کو جان بوجھ کر ہرگز ترک مت کرو۔ پس جو شخص عمداً نماز کو ترک کر دیتا ہے تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری (جو مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اس بے نمازی سے) اٹھ جاتی ہے اور شراب مت پیو کیوں کہ بلاشبہ شراب (اور ہر نشہ لانے والی چیز) برائی کی کنجی ہے۔

حدیث 08

عن ابن عباس قال سمعت عمر یقول لا حظ فی الاسلام لا حد ترك الصلوٰة۔

(مصنف عبد الرزاق جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 41)

(ترجمہ): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑے۔

حدیث 09

عن ابن المسیب انه اشتکی عینیه فقیل له یا ابا محمد لو خرجت الی العقیق فنظرت الی الخضرة و جدت ریح البریة لنفع ذالك بصرك فقال سعید فکیف اصنع بشهود العتمة و الصبح۔

(شعب الایمان جلد نمبر 03، صفحہ نمبر 78)

(ترجمہ): ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کی آنکھیں دکھ رہی تھیں تو اُن سے کسی نے کہا۔ اے ابو محمد اگر تم مقام عقیق کی طرف نکلو کہ وہاں کے سرسبز و شاداب نظارے اور تازہ ہوا سے تمہیں فائدہ ہوگا تو آپ نے فرمایا۔ پھر میں فجر اور عشاء کی نماز میں حاضری (یعنی جماعت) کا کیا کروں۔

حدیث 10

عن معاذ بن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ بحسب المومن من الشقاء و الخیبة ان یسمع الموذن یثوب بالصلوٰة فلا یجیبه۔ (الترغیب و الترهیب)

(ترجمہ): حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو یہ بدبختی اور نامرادی بہت ہے کہ موذن کو تکبیر کہتے، سنے اور اس کا بلانا قبول نہ کرے۔ (یعنی نماز کے لئے نہ جائیں)

حدیث 11

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: لو ان رجلاً دعا الناس الیٰ عِرق او مرماتین لاجابوہ و ھم یدعون الیٰ ھٰذہ الصلوٰۃ فی جماعۃ فلا یاتونھا۔

(المسند لاحمد بن حنبل، المعجم الاوسط للطبرانی)

(ترجمہ): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص لوگوں کو پتلا گوشت، لپٹی ہوئی ہڈی یا دو کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے۔

حدیث 12

عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الجفاءُ کل الجفاءِ والکفر والنفاق، من سمع منادی اللہ ینادی بالصلوٰۃ ویدعو الیٰ الفلاح فلا یجیبہٗ۔

(المسند لاحمد بن حنبل)

(ترجمہ): حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم پورا ظلم اور کفر ونفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کے لئے اور کامیابی کے لئے بلاتا، سنے اور جواب نہ دے۔ (یعنی نماز کے لئے نہ جائے)

حدیث 13

و عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال الشیطان دغرا من المومن ما حافظ علی الصّلوات الخمس فاذا ضیعھن تجرأَ علیہ و اوقعہ فی العظائم و طمع فیہ۔

(رواہُ ابو نعیم)

(ترجمہ): حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن سے شیطان اس وقت تک ڈرتا ہے جب تک کہ وہ پنجگانہ نمازوں کی پابندی کرتا رہتا ہے اور جب مومن نمازوں کو ضائع کرتا ہے تو شیطان اس پر جری ہو جاتا ہے اور اس کو کبیرہ گناہوں میں ڈال دیتا ہے اور اس پر (قابو پانے کی) حرص کرتا ہے۔

حدیث 14

وعن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان المصلی لیقرع باب الملك وانه من یدوم قرعَ الباب یوشك ان یفتح لهٗ۔

(رواهُ الدّیلمی)

(ترجمہ): حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔نماز پڑھنے والا یقیناً شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، توقع ہے کہ بہت جلد اس کے لئے دروازہ کھول دیا جائے۔

حدیث 15

عن عبدالله بن عمرو بن العاص عن النبی ﷺ انه ذکر الصلوٰة یوماً فقال من حافظ علیها کانت له نورا و برهانا و نجاة یومَ القیامة ومن لم یحافظ علیها لم تکن له نورا ولا برهانا ولا نجاة وکان یوم القیامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلف۔

(رواهُ احمد والدّارمی والبیهقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ): حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے ایک دن نماز کا تذکرہ اس طرح فرمایا کہ جو شخص نماز کی پابندی کیا کرتا ہے تو قیامت کے دن نماز اس کے لئے نورِ ایمان کی زیادتی اور کمال ایمان کی دلیل اور مغفرت کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا تو اس کے نور ایمان میں نہ تو زیادتی ہوگی اور نہ اس کے کمالِ ایمان کی کوئی دلیل ہوگی اور نہ اس کی بخشش کا کوئی ذریعہ ہوگا اور بے نمازی قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ رہے گا۔(اور عذاب میں مبتلا ہوگا)

حدیث 16

عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ مروا اولادکم بالصلاۃ و ھم ابنآءُ سبع سنین و اضربوھم علیھا و ھم ابنآءُ عشر سنین و فرقوا بینھم فی المضاجع۔

(رواہُ ابو داؤد)

(ترجمہ): حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو جب وہ سات (7) سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم کیا کرو اور جب وہ دس (10) سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو (نماز کی پابندی نہ کرنے پر) مار کر نماز کے پابند بناؤ اور ان کے سونے کی جگہ الگ الگ کر دو۔

حدیث 17

عبداللہ بن مسعود قال حافظو علٰی ھولاء الصلوات الخمس حیث ینادٰی بھن فانھن من سنن الھدٰی و ان اللہ شرع لنبیہ ﷺ سنن الھدٰی ولقد رأَیتنا وما یتخلف عنھا الا منافق بین النفاق ولقد رأَیتنا و ان الرجل لیھاوی بین الرجلین حتٰی یقام فی الصف وما منکم من احد الا ولہ مسجد فی بیتہ ولو صلّیتم فی بیوتکم و ترکتم مساجد کم ترکتم سُنۃ نبیکم ﷺ ولو ترکتم سنۃ نبیکم ﷺ لکفرتم۔

(سنن ابو داؤد)

(ترجمہ): حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو جب ان کے لئے بلایا جائے (یعنی اذان سنتے ہی جماعت کی تیاری شروع کر دو) کیوں کہ یہ نمازیں ہدایت کے راستے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان نمازوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کے لئے ہدایت کے راستے بنائے ہیں اور ہم لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ سوائے منافق کے کہ جس کا نفاق بالکل ظاہر اور اعلانیہ ہوتا تھا، کوئی دوسرا شخص جماعت ترک نہیں کرتا تھا اور ہم لوگ دیکھتے تھے کہ کسی آدمی کو دو آدمی مرض ہو جانے کے سبب سہارا دے کر مسجد میں جماعت سے

نماز پڑھوانے کے لئے لایا کرتے تھے اور اس کو صف میں شامل کرتے تھے۔ تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی مسجد (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اس کے گھر میں نہ ہو اور اگر تم لوگ گھروں میں ہی نماز پڑھنے کی عادت بنالو گے اور مسجد میں (جماعت سے) نماز پڑھنا ترک کردو گے تو اس طرح تم لوگ اپنے پیغمبر ﷺ کے راستے کو ترک کردو گے اور جب پیغمبر ﷺ کے راستے کو ترک کردو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔

حدیث 18

عن بریدة عن النبی ﷺ قال بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامة۔

(سنن ابو داؤد)

(ترجمہ): حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خوشخبری ہے۔ قیامت کے دن کو مکمل روشنی کی۔ ان لوگوں کے لئے کہ جو اندھیرے میں مسجد میں جاتے ہیں۔

حدیث 19

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لیس صلٰوة اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیها لا توهما ولو حبوًا۔ (متفق علیه)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں اور اگر وہ جانتے ہوتے کہ اس میں کتنا ثواب ہے تو ضرور حاضر ہوتے۔ اگرچہ سرین کے بل گھسیٹتے ہوئے۔

حدیث 20

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر قالوا و ما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلٰوة التی صلی۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 92، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سنی اور بغیر عذر کے جماعت سے نماز نہ پڑھی، اس کی پڑھی ہوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا عذر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خوف یا مرض۔

حدیث 21

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال والذی نفسی بیده لقد هممت ان امر بحطب لیحطب ثم امر بالصلوٰة فیؤذن لها ثم امر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال فا حرق علیهم بیوتهم والذی نفسی بیده لو یعلم احدهم انه یجد عرقا سمینا اومر ماتین حسنتین لشهد العشاء۔

(بخاری جلد اول صفحہ 157 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ): حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ حکم دوں، لکڑیاں جمع کی جائیں۔ پھر نماز کا حکم دوں۔ اس کی اذان دی جائے۔ پھر ایک شخص سے کہہ دوں۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان کو پیچھے چھوڑ کر ان لوگوں کو دیکھوں جو پیچھے رہے (جماعت میں حاضر نہیں ہوئے)۔ پھر ان کے گھر جلا دوں۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے جو جماعت میں نہیں آتے۔ کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو گوشت کی ایک موٹی ہڈی ملے گی یا دو اچھے کھر ملیں گے تو عشاء کی جماعت میں ضرور آتے۔

حدیث 22

عن انس بن مالك قال كانت عامة و صية رسول الله ﷺ حين حضرته الوفاة وهو يغرغر بنفسه الصلوٰة وما ملكت ايمانكم۔

(ابن ماجہ صفحہ نمبر 317، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(کتاب الوصایا باب ھل اوصی رسول اللہ ﷺ)

(ترجمہ): حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات جب قریب تھی اور آپ ﷺ کا سانس اٹک رہا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی اکثر وصیت یہ تھی کہ نماز

اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

حدیث 23

عن علی بن ابی طالب قال کان اٰخر کلام النبی ﷺ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔

(سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر 318، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(کتاب الوصایا باب ھل اوصی رسول اللہ ﷺ)

(سنن ابی داؤد ج 2 ص 360 کتاب الادب باب فی حق المملوک)

(ترجمہ): حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا آخری کلام یہ تھا: نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

استقبال قبلہ

سب سے پہلے نمازی کے لئے ضروری ہے کہ اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے کیوں کہ یہ نماز کی شرائط میں سے ہے۔کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَه ط

(سورۃ بقرہ آیت 144)

(ترجمہ): اے محبوب ﷺ پس پھیر لیجئے اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں بھی ہو۔(نماز پڑھنے کے وقت) اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف پھیر لیا کرو۔

اوراسی طرح حدیث شریف میں ہے۔

قال ابو هريره قال النبی ﷺ استقبل القبلة و كَبِّرْ

(رواہ البخاری فی ترجمۃ باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان (ج1 ص 57)

وساق الحدیث فی کتاب الاستیذان (ج2 ص 924)

(مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جب نماز کے لئے کھڑے ہوتو) قبلہ کی طرف منہ کرو اور اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہو۔

نیت

اس کے بعد نماز کی نیت کرے کیوں کہ صحت نماز کی شرائط میں سے ایک نیت ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْن۔

(البینہ آیت 5)

(ترجمہ): انہیں تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیءٍ مَّا نَوٰی۔

(بخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

(ج1 ص2، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

(ترجمہ): بے شک اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ اللهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔

(مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ)

(ج2 ص317، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

(ترجمہ): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا۔ لیکن تمہارے دلوں (نیتوں) اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

نیت کی تعریف

فقہ حنفی کی مشہور کتاب بحر الرائق میں ہے۔

النیۃ ارادۃ الصلوٰۃ للہ تعالیٰ علی الخلوص۔

(البحر الرائق ج1 ص480، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے نماز پڑھنے کا قصد و ارادہ کرنا نیت ہے۔

درحقیقت نیت دل کے پکے ارادے (عزم) کو کہتے ہیں۔ زبان سے تلفظ ضروری نہیں۔ لیکن تلفظ بھی کر لے تو اچھا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اما اصلها ان یقصد بقلبه فان قصد بقلبه و ذکر بلسانه کان افضل۔ (ج1 ص39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): نیت کی اصل یہ ہے کہ دل سے قصد وارادہ کرے اور اگر قصد قلبی کے ساتھ زبان سے تلفظ بھی کرلے تو افضل ہے۔

الغرض زبان سے نیت کا تلفظ کرنا مستحسن ہے اور اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ لیکن افسوس کہ باوجود اس کے کہ تلفظِ نیّت تمام علماء مذاہب مثلاً حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ کے ہاں جائز ہے۔ پھر بھی بعض فتنہ باز لوگ اسے ناجائز وحرام کہہ کر لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں نے گزشتہ دنوں ایک میسج بھی چلایا جس میں ابن حزم ظاہری کے حوالے سے یہ قول نقل کیا گیا تھا کہ اگر کسی کو عمر نوح بھی ملے اور پوری زندگی قرآن وسنّت سے نیّت کے الفاظ تلاش کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ اس طرح وہ عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ نیّت کا تلفظ ناجائز وحرام ہے۔ دوسری طرف ہماری عوام ہے کہ جو تلفظ کو قصد قلبی کی طرح شرط نماز سمجھتے ہیں کہ اگر خطاءً نسیاناً بھی رہ جائے یا اس کے مروجہ معروف الفاظ میں سے کوئی لفظ رہ جائے تو سمجھتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی بلکہ بعض نماز توڑ دیتے ہیں۔

لہٰذا اس افراط وتفریط کو دیکھ کر اس مسئلہ کی اہمیت ونزاکت کی وجہ سے ہم اس مسئلہ کو قدرِ تفصیل سے بیان کریں گے۔ بتوفیق الملک العزیز

زبان سے نیّت کرنے کی تحقیق

زبان سے نیّت کا تلفظ کرنے کے بارے میں فقہاء کرام کے تین قول ہیں۔

(1) مستحب ومستحسن (2) بدعت ومکروہ (3) سنّت

ایک قول فرضیت کا بھی ہے جو امام شافعی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وعند الشافعی لابد من الذکر باللسان۔

(ج 1 ص 39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور امام شافعی کے نزدیک زبان سے نیّت کرنا ضروری ہے۔

لیکن اس نسبت کو بحر میں رد کیا۔ حیث قال۔

قد اجمع العلماء انه لو نوی بقلبه ولم یتکلم فانه یجوز کما

حکاہ غیر واحدٍ فما فی الخانیہ و عندالشافعی لا بد من الذکر باللسان مردود۔

(بحرالرائق ج 1 ص 483، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): بے شک اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی نے دل سے نیت کی اور زبان سے نہیں کہا تو یہ جائز ہے۔ جیسا کہ ایک سے زائد نے کہا تو جو خانیہ میں ہے کہ امام شافعی کے نزدیک زبان سے نیت ضروری ہے، امام شافعی کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں۔

اسی طرح منیۃ المصلی میں ہے۔

ولو نوی بالقلب ولم یتکلم باللسان جاز بلا خلاف۔

(ص 110، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ): اور اگر دل سے نیت کی اور زبان سے نہیں کہا تو جائز ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اسی طرح بحر میں شرح منیۃ کے حوالے سے لکھا ہے۔

لم ینقل عن الائمۃ الاربعۃ ایضًا۔

(بحرالرائق ج 1 ص 484، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): ائمہ اربعہ میں سے کسی سے نیت کا تلفظ منقول نہیں ہے۔

اور علامہ شامی نے بھی حلیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ سے نیت کا تلفظ منقول نہیں ہے۔

(شامی جلد 2 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پس ثابت ہوا کہ امام شافعی کی طرف تلفظ نیت کی فرضیت کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

سنت

جہاں تک سنت ہونے کا قول ہے تو علماء نے اس کی تاویل کی ہے کہ یہاں پر قائل کی سنت سے مراد سنت لغوی و عرفی ہوگی نہ کہ شرعی۔ جیسا کہ بحر میں ہے۔

فلعل القائل بالسنۃ اراد بھا الطریقۃ الحسنۃ لا طریقۃ

النبیﷺ۔

(بحرالرائق ج1 ص484،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): شاید سنّت کہنے والے کی مراد یہاں پر سنّت سے ایک اچھا طریقہ ہوگا نہ کہ طریقہ رسولﷺ۔

اور درمختار میں ہے۔

و قیل سنة یعنی احبه السلف او سنة علمائنا اذلم ینقل عن المصطفٰی ولا الصحابة ولا التابعین۔

(درمختار مع ردالمحتار ج2 ص114،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور یہ بھی کہا گیا کہ (تلفظِ نیت) سنّت ہے یعنی سنّت سے مراد وہ کام جسے سلف صالحین نے پسند کیا یا سنّت سے مراد ہمارے علماء کی سنّت ہے کیوں کہ مصطفیﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین سے (تلفظ) منقول نہیں ہے۔

بدعت و مکروہ

جیسا کہ درمختار میں ہے۔

بل قیل بدعة۔

(درمختار مع ردالمحتار ج2 ص114،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): بلکہ کہا گیا بدعت ہے۔

اسی طرح بحر میں بھی قنیہ کے حوالے سے بدعت لکھا ہے۔ حیث قال۔

و فی القنیة انه بدعة الا ان لا یمکنه اقامتها فی القلب الا باجرائها علی اللسان فحینئذٍ یباح۔

(بحرالرائق ج1 ص483،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور قنیہ میں ہے کہ یہ (تلفظ نیت) بدعت ہے مگر یہ کہ اگر بغیر تلفظ کے قصد قلبی ممکن نہ ہو تو پھر مباح ہے۔

اور اسی میں، شرح منیہ کے حوالے سے تلفظ نیت کو مکروہ لکھا ہے۔ حیث قال۔

و نقل فی شرح المنية عن بعضهم الکراهة۔

(بحر الرائق ج1 ص483، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور شرح منیہ میں بعض علماء سے کراہت کا قول نقل کیا ہے۔

اور اس قول کی اصل وجہ وہ ہے جو فتح القدیر اور اسی کے حوالے سے بحر میں اور پھر درمختار میں بھی ہے۔

قال بعض الحفاظ لم يثبت عن رسول الله ﷺ بطريق صحيح ولا ضعيف انه كان يقول عند الافتتاح اصلى كذا ولا عن احد من الصحابة و التابعين بل المنقول انه كان ﷺ اذا قام الى الصلوٰة كبر و هٰذه بدعة۔

(فتح القدیر ج1 ص232، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): بعض حفاظ حدیث نے کہا کہ کسی صحیح اور ضعیف حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت فرماتے ہوں۔ اصلی کذا (یعنی کسی نماز کا نام لے کر نیت کرتے ہوں، مثلاً ظہر کی عصر کی نماز پڑھتا ہوں) اور نہ ہی کسی ایک صحابی یا تابعی سے ثابت ہے۔ بلکہ منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے اور (لہٰذا) یہ بدعت ہے۔

بلکہ علامہ شامی نے (حلیہ کے حوالے سے) لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ سے بھی تلفظ نیت ثابت نہیں۔ (شامی ج2 ص114، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیکن فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق یہاں بدعت سے مراد بدعت حسنہ ہے نہ کہ بدعت سیئۃ۔ علامہ طحطاوی درمختار کے قول قيل بدعة کے تحت لکھتے ہیں۔

لكنها حسنة على المعتمد لا سيئة۔

(ترجمہ): یعنی قابل اعتماد قول کے مطابق یہ بدعت حسنہ ہے نہ کہ سیئۃ۔

اسی طرح علامہ شامی اس کے بدعت و مکروہ ہونے کے قول کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

و قال فى الحلية و لعل الا شبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطره و قد استفاد

ظہور العمل بہ فی کثیر من الاعصار فی عامۃ الامصار فلا جرم،
و انہ ذہب فی المبسوط و الہدایۃ و الکافی الی انہ ان فعلہ لیجمع
عزیمۃ قلبہ فحسن فیندفع ما قیل انہ یکرہ۔

(شامی جلد 2 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): صاحب حلیہ فرماتے ہیں کہ اشبہ یہ ہے کہ تلفظ کرنا قصد کو ارادہ قلبی کے موافق کرنے کے وقت بدعت حسنہ ہے کیوں کہ آدمی پر کبھی دل کی پراگندگی غالب آجاتی ہے۔ (اس کو دور کرنے کے لئے تلفظ بدعت حسنہ ہے)۔ اور اکثر شہروں میں مدت سے اس پر عمل چلا آرہا ہے اس لئے صاحب مبسوط و ہدایہ و کافی اس طرف گئے کہ ارادہ قلبی کی موافقت کے لئے تلفظ کرے تو اچھا ہے۔ پس جو مکروہ کہتے ہیں ان کا قول مندفع ہوا۔

(نوٹ): ان دونوں اقوال (بدعت و مکروہ اور سنّت) کو فقہاء کرام نے قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جیسا کہ بحر اور در مختار کے حوالے سے ابھی گزرا ہے۔

اہل علم پر مخفی نہیں کہ جب فقہاء متعدد اقوال میں سے کسی قول کو قیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تو عموماً اس میں اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ جب کہ اس جگہ تو فقہاء نے صراحت کے ساتھ ان اقوال کی تاویل و تردید بھی کی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں قول مردود و مؤول ہیں۔

مستحب و مستحسن

یعنی نیت کا تلفظ کرنا مستحب و مستحسن ہے۔ یہ قول جمہور علماءِ احناف وغیرھم کا ہے۔ اسی قول کو علماء نے مختار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ درمختار مع تنویر الابصار میں ہے۔

(و التلفظ) عند الارادۃ (بہا مستحب) ہو المختار۔

(درمختار مع رد المحتار ج 2 ص 113، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور تلفظ نیت کرنا ارادہ قلبی کے وقت مستحب ہے۔ یہی قول مختار ہے۔

اسی طرح منیۃ المصلی میں ہے۔

و المستحب فی النیۃ ان ینوی بقلبہ و یتکلم باللسان ہذا

هوالمختار۔

(منیۃ المصلی ص110، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ): اور نیت میں مستحب یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے اور زبان سے تلفظ بھی کرے۔ یہی قول مختار ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔

والقصد مع لفظه افضل۔

(شرح وقایہ ص159، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ): اور قصد قلبی تلفظ کے ساتھ افضل ہے۔

ہدایہ میں ہے۔

ویحسن ذالك لاجتماع عزيمة۔

(ج1 ص96، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمی ملتان)

(ترجمہ): زبان سے نیت کرنا اچھا ہے کیوں کہ اس سے زبان اس کے ارادے کے ساتھ موافق ہو جاتی ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فان قصد بقلبه وذكر بلسانه كان افضل۔

(فتاویٰ قاضی خان ج1 ص39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): پس اگر دل سے قصد کرے اور زبان سے بھی تلفظ کرے تو یہ افضل ہے۔

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

فان فعله لتجتمع عزيمته فهو حسن۔

(عالمگیری ج1 ص65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تو اگر زبان سے بھی نیت کرلے تاکہ ارادہ قلبی کے موافق ہو جائے تو اچھا ہے۔

اور بحر میں ہے۔

وقد اختلف كلام المشائخ فى التلفظ باللسان فذكر فى منية

المصلی انه مستحب وهو المختار ورجحه فی المجتبی۔

(بحرالرائق ج1 ص483، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): زبان سے نیت کے تلفظ کرنے کے بارے میں مشائخ کا قول مختلف ہے۔ منیہ میں ذکر کیا کہ یہ مستحب ہے اور یہی قول مختار ہے اور اسی کو ترجیح دی مجتبیٰ میں۔

یہ تو تھیں علماء احناف کی آراء تلفظ کے استحباب واستحسان کے بارے میں۔ احناف کے علاوہ دیگر جمہور علماء مذاہب۔ مثلاً شوافع، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک بھی تلفظ جائز ہے۔ علامہ وہبہ زہیلی لکھتے ہیں۔

و یندب عندالجمهور غیر المالکیة التلفظ بالنیة و قال المالکیة یجوز التلفظ بالنیة والاولیٰ ترکه۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج1 ص773، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): مالکیہ کے علاوہ دیگر جمہور (احناف شوافع حنابلہ وغیرہ) علماء کے نزدیک نیت کا تلفظ کرنا مستحب ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ تلفظ جائز ہے۔ لیکن ترک اولیٰ ہے۔

تلفظ کے مستحب و مستحسن ہونے کی وجہ بھی فقہاء کرام نے بیان کی ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر میں ہدایہ کے قول ویحسن ذالک کے تحت ہے۔

وهذا لان الانسان قد یغلب علیه خاطره فاذا ذکره بلسانه کان عونًا علی جمعه۔

(فتح القدیر ج1 ص232، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تلفظ کرنا اس لئے مستحسن ہے کہ آدمی پر اس کے خیالات منتشرہ غالب آجاتے ہیں تو جب وہ زبان سے نیت کرتا ہے تو اس سے قصد قلبی کے ساتھ مطابقت وموافقت کرنے میں مدد ملتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جمہور علماء کے نزدیک نیت کا تلفظ کرنا جائز بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔

خیال رہے کہ باوجود اس کے کہ تلفظ نیت مستحب ہے لیکن پھر بھی اس کے ترک سے کراہت لازم نہیں آئے گی کیوں کہ کراہت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ جب کہ تلفظ نیت، سنّت سے ثابت ہی نہیں اور نہ ہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ بلکہ فقہاء مابعد کے ہاں بھی کسی حد تک اختلافی ہے۔ اگرچہ ترجیح قول استحباب کو ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا ترک بلا اختلاف جائز وغیر

مکروہ ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھة اذ لا بد لھا من دلیل خاص۔

(شامی ج3 ص69 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): ترک مستحب سے ثبوت کراہت لازم نہیں کیوں کہ کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے۔

لیکن افسوس کہ عوام نے تلفظ کو نیت قلبی کی طرح شرط نماز سمجھ لیا ہے کہ اگر نسیاناً، خطئاً بھی رہ جائے یا الفاظ مروجہ میں سے کوئی ایک لفظ بھی رہ جائے تو سمجھتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی، بلکہ بعض نماز توڑ ہی دیتے ہیں۔

جب کہ فقہاء کرام تلفظ کے استحباب کے باوجود صحت نیت میں تلفظ کا اعتبار نہیں کرتے، کہ اگر تلفظ، قصد قلبی کے خلاف ہوجائے (غلط ہوجائے) تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیوں کہ اصل نیت تو دل کی ہے۔ لہٰذا اگر زبان سے بالکل نہیں کی یا غلط کی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یعنی صحت نیت (قلبی) اور صحت نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

جیسا کہ درمختار اور تنویر الابصار میں ہے۔

والمعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارداۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان ان خالف القلب لانہ کلام لا نیة۔

(درمختار مع ردالمحتار ج1 ص112 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور نیت میں اعتبار عمل قلب کا ہے جو ارادے کے لئے لازم ہے۔ پس زبان سے تلفظ کا اعتبار نہیں اگر وہ دل کے قصد کے خلاف ہوجائے، کیوں کہ زبان سے تلفظ کلام ہے نہ کہ حقیقت نیت۔

علامہ شامی اس کی مثال دیتے ہیں۔

فلو قصد الظھر و تلفظ بالعصر سھوًا اجزائہ۔

(شامی ج2 ص112 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تو اگر کسی نے قصد و ارادہ کیا ظہر کی نماز کا اور زبان سے غلطی سے عصر نکل گیا تو اس کی نماز ہوگئی۔

اسی طرح بعض لوگ تلفظ کو ضروری سمجھتے ہوئے، کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی نیت کے مخصوص مروجہ الفاظ یاد نہ ہونے کی صورت میں نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ اس کا مشاہدہ عیدین میں اور خاص کر جنازہ کی نماز میں کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ تلفظ سرے سے ضروری ہی نہیں اور پھر اس کے لئے مخصوص مروجہ الفاظ پر مشتمل طویل عبارت قطعاً ضروری نہیں۔ اگر تلفظ کرنا بھی ہے تو اس کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ جو نماز پڑھنی ہے اس کا نام لے کر کہ مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا ہوں یا عصر کے وغیرہ کہہ دینا بھی کافی ہے۔

جیسا کہ بحرالرائق میں قنیہ کے حوالے سے ہے۔

اذا اراد النفل او السنة یقول اللھم انی ارید الصلوٰۃ فیسرھا لی و تقبلھا منی و فی الفرائض اللھم انی ارید ان اصلی فرض الوقت او فرض کذا فیسرہ لی و تقبلہ منی و المقتدی یقول اللھم انی ارید ان اصلی فرض الوقت متابعًا لھذا الامام فیسرہ لی و تقبلہ منی و ھذا کلہ یفید ان التلفظ بھا یکون بھذہ العبارۃ لا بنحو نویت او انوی کما علیہ عامۃ المتلفظین بالنیۃ من عامی وغیرہ۔

(بحرالرائق ج 1 ص 484، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): جب سنت یا نفل پڑھنے کا ارادہ ہو تو کہے اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں نماز کا۔ تو اسے میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما اور فرائض میں یوں کہے۔ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فرضِ وقت یا مثلاً فرضِ ظہر وغیرہ کا تو میرے لئے آسان فرما اور مجھ سے قبول فرما اور مقتدی یوں کہے۔ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فرض وقت کا "اس امام کی اقتداء میں (یعنی پیچھے اس امام کے) میرے لئے آسان فرما اور مجھ سے قبول فرما"۔ اس سے معلوم ہوا کہ تلفظ اس طرح کرے نہ اس طرح کہ صرف نَوَیْتُ یا اَنْوِیْ کہے (یعنی نیت کرتا ہوں میں یا نیت کی میں نے، اور اس کے ساتھ ایک طویل عبارت بھی کہے)۔ جیسا کہ عام طور پر نیت کا تلفظ کرنے والے عوام

وغیرہ کرتے ہیں۔ (البتہ طویل کہنے میں بھی قباحت نہیں ہے)

(نوٹ) بحرالرائق کی مندرجہ بالا عبارت میں جو دعائیہ کلمات ہیں (یعنی آسان فرما، قبول فرما) یہ بھی ضروری نہیں، البتہ بہتر ہیں۔ نیز کسی بھی رٹی ہوئی عبارت کے بجائے خود سے اپنے الفاظ میں اپنے مافی الضمیر کا تلفظ کرنا احضارِ قلب کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ بس اُن الفاظ میں اس بات کا خیال رکھے کہ اگر فرض نماز پڑھنی ہے تو فرض کا نام لے۔ مثلاً ظہر یا عصر یا فرضِ وقت۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والواجبات و الفرائض لا تتادی بمطلق النية اجماعًا كذا فی الغياثية فلا بد من التعين فيقول نويت الظهر اليوم او عصر اليوم او فرض الوقت او ظهر الوقت۔

(عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور واجبات و فرائض مطلق نیت سے ادا نہیں ہوں گے۔ اس پر اجماع ہے، تو ان میں تعین کرنا ضروری ہے تو یوں کہے (یعنی قصدِ قلبی میں تعین ضروری ہے۔ لہٰذا زباں سے بھی یوں کہے) نیت کی میں نے آج کی ظہر کی یا آج کی عصر کی یا فرضِ وقت کی یا ظہر وقت کی۔

اور واجبات میں مثلاً جنازہ، وتر، عیدین میں بھی تعین کرے۔

و فی صلٰوۃ الجنازۃ ینوی الصلٰوۃ للہ تعالٰی و الدعا للمیت و فی العیدین ینوی الصلٰوۃ العید و فی الوتر ینوی صلٰوۃ الوتر۔

(عالمگیری ج 1 ص 66، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور نمازِ جنازہ میں نیت کرے نماز کی، اللہ کے لئے، اور دعا کی میت کے لئے، اور عیدین میں نمازِ عید کی نیت کرے اور وتر میں نمازِ وتر کی (یعنی ان واجبات میں مطلق نیت نہ کرے بلکہ نام لے کر تعین کرے)۔

فرض و واجب کے علاوہ تمام نمازیں نفل ہیں کیوں کہ سنت بھی دراصل نفل ہی ہیں۔ لہٰذا اُن میں مطلق نیت کافی ہے۔

و یکفیہ مطلق النية للنفل و السنة و التراويح هو الصحيح كذا

فی التبیین وھو ظاھر الجواب واختیار عامة المشائخ۔

(عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): نفل وسنت اور تراویح کے لئے مطلق نیت کافی ہے۔ یہی صحیح ہے ایسا ہی ہے تبیین میں اور یہ ظاہر الجواب ہے اور عام مشائخ کا مختار قول ہے۔

البتہ بہتر یہ ہے کہ تراویح کے لئے تعین کرے اور سنت کے لئے اتباع رسول ﷺ کی نیت کرے۔

والاحتیاط فی التراویح ان ینوی التراویح او سنة الوقت او قیام اللیل کذا فی منیة المصلی والاحتیاط فی السنن ان ینوی الصلوٰة متابعًا للرّسول ﷺ۔

(عالمگیری ج 1 ص 65، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح کی نیت کرے (یعنی نام لے کر تعین کرے) یا سنت وقت کی یا قیام اللیل کی نیت کرے جیسا کہ منیة المصلی میں ہے اور دوسری سنتوں میں احتیاطًا (مطلق) نماز کے ساتھ اتباع رسول ﷺ کی نیت کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نمازی تین چیزوں کی نیت کرے۔ نماز کی کہ اللہ کے لئے پڑھتا ہے اور پھر اس نماز کا تعین کرے جس کی تفصیل ابھی گزری اور بہتر ہے کہ رخ قبلہ کی بھی نیت کرے۔

والمنفرد یحتاج الیٰ ثلاث نیات الصلوٰة للہ تعالیٰ و تعین الصلوٰة و ینوی القبلة حتّٰی یکون جائزًا عند الکل۔

(فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 66، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور منفرد کو تین نیتوں کی ضرورت ہے۔ اللہ کے لئے نماز پڑھنے کی اور اس نماز کا تعین کرے اور قبلہ کی بھی نیت کرے تاکہ سب کے نزدیک جائز ہو جائے۔

اگر جماعت کی نماز ہے تو مقتدی اقتداءِ امام کی بھی نیت کرے۔

ولو کان مقتدیًا ینوی ما ینوی المنفرد و ینوی الاقتداء ایضًا لان الاقتداء لا یجوز بدون النیة۔

(عالمگیری ج 1 ص 66، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور اگر مقتدی ہے تو منفرد کی نیت کے علاوہ اقتداءِ امام کی بھی نیت کرے اس لئے کہ بغیر اقتداء کی نیت کے اقتداء جائز نہیں۔

یعنی قصد قلبی میں اقتداء کا قصد ضروری ہے، لہٰذا زبان سے بھی اقتداء کے الفاظ کہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی نماز کے لئے آیا تو دیکھا کہ جماعت شروع ہو چکی ہے ایسے میں اسے چاہئے کہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہو۔ چوں کہ حقیقت نیت، دل کا قصد و ارادہ ہے۔ اگر وہ موجود ہے تو تلفظ میں لگنے کے بجائے نماز شروع کرے۔

لیکن اکثر عوام کا حال یہ ہے کہ نماز شروع ہوتی ہے تو ہو، انہیں تو اپنے حساب سے پوری مروجہ عبارتِ نیت کہنی ہے، چاہے تکبیر اولیٰ فوت ہو جائے، چاہے تکبیرات جنازہ فوت ہو جائیں، چاہے تکبیرات عیدین فوت ہو جائیں۔ حتیٰ کہ بعض کی، تلفظ کے چکر میں رکعت تک نکل جاتی ہے۔ امام رکوع میں ہے اور یہ مصروف ہیں تلفظ کرنے میں۔ یہاں تک کہ امام رکوع سے کھڑا ہو جاتا ہے، حالاں کہ رکعت کو پانے کے لئے ثناء جو کہ مسنون ہے اسے بھی ترک کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ منیۃ المصلی میں ہے۔

و ان ادرك فی الركوع يتحری ان كان اكبر رأيه انه لو اتٰی به يدرك الامام فی شيئ من الركوع ياتی به قائمًا و الا يركع و يتابع الامام۔

(منیۃ المصلی ص 127، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ): تو اگر امام کو رکوع میں پائے تو غور کرے کہ اگر اس کی غالب رائے یہ ہو کہ وہ ثناء پڑھ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو کھڑے کھڑے ثناء پڑھے ورنہ (یعنی اگر اس کو اندازہ ہو کہ ثناء پڑھنے میں امام رکوع سے اٹھ جائے گا) تو رکوع کرے اور امام کی اتباع کرے۔

جب ثناء کو جو کہ مسنون ہے۔ اس صورت میں ترک کیا جا سکتا ہے تو تلفظ کو جو کہ سنت بھی نہیں ہے کیوں نہیں ترک کیا جا سکتا۔ ایسی صورت میں کہ کوئی شخص مسجد آیا اور امام رکوع میں ہے تو تلفظ نیت کی اصلاً ضرورت نہیں۔ اگر تلفظ کرنا ہی ہے تو صف میں پہنچ کر ضروری نہیں بلکہ صف کی طرف چلتے ہوئے تلفظ کرے اور صف میں پہنچ کر تکبیر کہہ کر نماز میں داخل ہو جائے کیوں کہ تلفظ نیت کے لئے قیام و اقتران شرط نہیں۔ بلکہ ہمارے علماء احناف کے نزدیک تو حقیقی نیت یعنی قصد قلبی کے

لئے بھی اقتران بالتکبیر شرط نہیں ہے۔ بلکہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک شروع نماز سے قبل بھی اگر نیت کی اور پھر نماز کے لئے آیا اور بیچ میں کوئی منافی نماز فعل (مثلاً کھانا پینا وغیرہ جن کی وجہ سے بنا جائز نہیں ہوتا)۔ نہ پایا گیا تو نماز شروع کرنے کے وقت اگرچہ نیت حاضر نہ ہو پھر بھی اسی نیت سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان اور فتح القدیر میں ہے۔

فان نوی قبل الشروع روی عن محمد انه لو نویٰ عند الوضوء انه یصلی الظهر او العصر مع الامام ولم یشتغل بعد النیة بما لیس من جنس الصلوٰة الا انه لما انتهٰی الی مکان الصلوٰة لم یحضره النیة جازت صلوٰة بتلك النیة هٰكذا روی عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهم الله۔

(فتاویٰ قاضی خان ج1 ص39، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(فتح القدیر ج1 ص231، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): تو اگر کسی نے نماز شروع کرنے سے پہلے نیت کی تو (اس بارے میں) امام محمد سے روایت ہے کہ اگر وضو کرتے وقت نیت کی کہ وہ ظہر یا عصر امام کے ساتھ پڑھے گا (امام کی اقتداء میں) اور اس نیت کے بعد کسی ایسے کام میں مشغول نہیں ہوا جو جنس نماز میں سے نہ ہو۔ مگر جب وہ نماز کی جگہ پہنچا تو نیت حاضر نہ تھی تو (پھر بھی) اس کی نماز جائز ہے۔ اسی نیت سے (جو اس نے نماز شروع کرنے سے پہلے وضو کرتے وقت کی تھی) اسی طرح مروی ہے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے۔

اور اس کی دلیل وہی مشہور حدیث ہے جو نیت کے بیان کے شروع میں گزر گئی۔ یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں وانما لکل امرئ مانوی ماضی کا صیغہ ہے۔ یعنی ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ یہ ماضی ہے جس کا تقاضہ ہے کہ جس نے بھی کسی کام کی نیت کی۔ پھر اس کام کو کیا (چاہے اس وقت یا بعد میں) تو اس کے لئے اس کی نیت کے مطابق اجر ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کام کے شروع کرتے وقت ہی نیت ضروری ہے ورنہ اجر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ روزہ

میں اگر کسی نے رات ہی سے نیت کر لی تو اگر چہ صبح سحری میں نیت جدید نہیں کی یا اٹھا ہی نہیں تو روزہ صحیح ہے،اسی رات کی نیت سے۔

بحرالرائق میں ہے۔

و عندالشافعی شرط لان الحاجة الی النیة لتحقق معنی الاخلاص و ذالك عندالشروع لا قبله قلنا النص مطلق فلا یجوز تخصیصه بالرائے علی ان قوله ﷺ و انما لکل امرئ ما نوی یفیدانه یکون له ما نوی اذا تقدمت النیة فالقول بانه لا یکون له ما نوی خلاف النص ولان اشتراط القران لا یخلو عن الحرج مع ما فی التزامه من فتح باب الوسواس فلا یشرط کما فی الصوم و الزکوۃ والحج۔

(بحرالرائق ج1 ص481، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اورامام شافعی کے نزدیک نیت (قلبی) کا تکبیر تحریمہ سے متصل ہونا شرط ہے، اس لئے کہ نیت کی ضرورت اس لئے ہے کہ اخلاص کے معنی متحقق ہوجائیں اور یہ شروع نماز کے وقت ہی ہوسکتا ہے نہ کہ پہلے سے۔ہم (احناف) کہتے ہیں۔نص (یعنی نیت والی حدیث) مطلق ہے تو اپنی رائے سے اس کی تخصیص کرنا جائز نہیں، اس طرح کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی، اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نے نیت کو مقدم کیا۔ اس کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔تو یہ کہنا کہ (نیت کو مقدم کرنے کی صورت میں) اس کے لئے نہیں ہے وہ جو اس نے نیت کی یہ نص کے خلاف ہے اور اس لئے بھی کہ حرج سے خالی نہیں ہے۔کیوں کہ اس کو لازم کرنا وسوسوں کا دروازہ کھولنا، لہٰذا اقتران نیت بالتکبیر شرط نہیں۔جیسا کہ روزہ میں اور زکوٰۃ میں اور حج میں شرط نہیں ہے۔

یہ تو تھی امام اعظم اور آپ کے صاحبین کی رائے اور محمد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے وقت نیت کا موجود ہونا ضروری ہے۔

و عن محمد بن سلمة ان کان عندالشروع بحیث لو سئل ایة صلوۃ یصلی یجیب علی البدیهة من غیر تفکر فهی نیة تامة ولو

احتاج الی التامل لا یجوز۔

(فتح القدیر ج1 ص231 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(فتاوی قاضی خان ج ص39 مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ اگر نماز شروع کرتے وقت یہ حال ہے کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے تو اگر وہ فی البدیھۃ جواب دے سکے تو یہ کامل نیت ہے اور اگر سوچنے کی ضرورت پڑے تو یہ نیت جائز نہیں۔

ہمارے فقہاء کرام نے احتیاطاً اسی قول کو لیا ہے۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔

النیۃ ارادۃ الدخول فی الصلوٰۃ والشرط ان یعلم بقلبہ ایۃ صلوٰۃ یصلی و ادناہ ما لو سئل لا مکنہ ان یجیب علی البدیھۃ و ان لم یقدر علی ان یجیب الا بتامل لم تجز صلوٰتہ۔

(فتاوی عالمگیری ج1 ص65 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): نماز میں داخل ہونے کا ارادہ نیت ہے اور شرط یہ ہے کہ (نماز شروع کرتے وقت) دل میں جانتا ہو کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ اگر پوچھا جائے تو اس کے لئے ممکن ہو کہ فی البدیھہ جواب دے اور اگر وہ بغیر تامل، غور و فکر کے جواب دینے پر قادر نہیں ہو تو اس کی نماز جائز نہیں۔

الغرض احناف کے نزدیک اقتران نیّت مع التکبیر شرط نہیں ہے۔ ہاں مستحب ضرور ہے۔

کما فی الھندیۃ۔

اجمع اصحابنا علی ان الافضل ان تکون النیۃ مقارنۃ التکبیر للشروع۔

(فتاوی عالمگیری ج1 ص67 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ نیت کا تکبیر تحریمہ سے متصل ہونا افضل ہے۔

ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

(ج1 ص39 مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

منیۃ المصلی میں ہے۔

والاحوط ان ينوی مقارناً للتكبير و مخالطًا له كما هو مذهب الشافعي۔

(منیۃ المصلی ص 110 مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ): اور احوط یہ ہے کہ نیت تکبیر تحریمہ سے متصل کرے جیسا کہ مذہب شافعی میں ہے۔ لیکن یہ احتیاط بطور استحباب ہے نہ کہ بطور وجوب۔ جیسا کہ بحر میں ہے۔

وفی منیۃ المصلی والاحوط ان ینوی مقارناً للتکبیر و مخالطًا له کما ھو مذھب الشافعی و به قال الطحاوی لکن عندنا ھذا الاحتیاط مستحب ولیس بشرط۔

(بحر الرائق ج1 ص 481، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور منیۃ المصلی میں ہے کہ احوط یہ ہے کہ نیت تکبیر تحریمہ سے متصل ہو، جیسا کہ مذہب شافعی میں ہے اور طحاوی نے بھی یہی فرمایا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ احتیاط مستحب ہے شرط نہیں۔

درمختار میں ہے۔

وشرط الشافعی قرانها فیندب عندنا۔

(درمختار مع ردالمحتار ج2 ص 115، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ): اور امام شافعی کے نزدیک نیت تکبیر تحریمہ سے ملی ہونا شرط ہے۔ پس ہمارے نزدیک بھی مستحب ہوگی۔

یہ تو تھی قصد قلبی کی تفصیل جو کہ حقیقت نیت ہے۔ جب وہ بھی مقارنۃ التکبیر شرط نہیں ہے تو تلفظ باللسان کیوں کر ضروری ہوگا۔ جس کا ترک بنا کسی عذر کے بھی کوئی کراہت وحرج کی بات نہیں۔ ہاں عام حالات میں تلفظ کر لینا بہتر و افضل ہے۔ لیکن اگر جماعت قائم ہو چکی ہو تو پھر تلفظ کے لئے تکبیر اولیٰ، تکبیرات عیدین و جنازہ اور رکعت فوت نہیں کرنی چاہئے بلکہ قصد قلبی ہی کافی ہے یا پھر صف کی طرف چلتے ہوئے تلفظ کر لے اور صف میں پہنچ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

تکبیر تحریمہ

جب قبلہ رخ ہو کر نماز کی نیت کر لی تو اب تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاسْبِغُو الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ۔

(بخاری کتاب الاستیذان ج 2 ص 924، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ): جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرو اور اللہ اکبر کہو۔

عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَ تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ۔

(جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء مفتاح الصلوٰۃ الطہور)

(ج 1 ص 4، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ): حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نماز کی کنجی وضو ہے اور اس کی تحریم اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کی تحلیل (یعنی نماز سے باہر ہو کر جائز کام حلال ہونا) سلام پھیرنا ہے۔

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَ هُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔

(بخاری کتاب الاذان باب التکبیر اذا قام من السجود)

(ج 1 ص 109، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عبد الرحمٰن بن حارث فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ

جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے، پھر رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہتے، پھر رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہتے، پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ربنا لك الحمد کہتے، پھر سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر (دوسرے) سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدے سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر پوری نماز میں ایسا ہی کرتے، یہاں تک کہ نماز مکمل کر لیتے اور دوسری رکعت میں قعدہ (اولی) کے بعد اٹھتے ہوئے بھی اللہ اکبر کہتے۔

پہلی تکبیر جس سے نماز شروع کی جاتی ہے تکبیر تحریمہ کہلاتی ہے۔ باقی تکبیریں مثلاً رکوع وسجود میں جاتے ہوئے اور سجدے اور قعدہ اولیٰ سے اٹھتے ہوئے جو تکبیریں کہی جاتی ہیں انہیں تکبیرات انتقالات کہا جاتا ہے۔ تکبیر تحریمہ، نماز کی شرائط میں سے ہے باقی تکبیریں سنت ہیں۔

تکبیر تحریمہ کہے بغیر نماز نہیں ہوگی باقی تکبیریں چھوڑنا مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی، اگر کسی نے امام کو رکوع میں پایا تو ضروری ہے کہ حالتِ قیام میں ایک تکبیر کہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے قیام ضروری ہے اور پھر رکوع میں جاتے ہوئے دوسری تکبیر کہے۔

عَنْ عُمَرَ بن عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ اِذَا اَدْرَكَهُمْ رُكُوْعًا كَبَّرَ تَكْبِيْرَتَيْنِ تَكْبِيْرَةً لِاِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَتَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ وَقَدْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ۔

(ترجمہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جماعت رکوع میں پائے تو دو تکبیریں کہے ایک تکبیر نماز شروع کرنے کے لئے (تکبیر تحریمہ) اور دوسری تکبیر رکوع کے لئے اور اس طرح اس نے رکعت کو پالیا۔

ایسا ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 91، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

اور اگر اس حال میں کہ امام رکوع میں ہے۔ اس نے ایک تکبیر کہی (حالت قیام میں) اور رکوع میں چلا گیا اور دوسری تکبیر نہیں کہی تو نماز ہو جائے گی لیکن تکبیر رکوع نہ کہنے سے کراہت لازم آئے گی۔

مَالِكٌ عَنْ ابن شَهَابٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَدْرَكَ الرَّجُلُ الرَّكْعَةَ

فَكَبَّرَ تَكْبِيْرَةً وَّاحِدَةً اُجْزِئَتْ عَنْهُ تِلْكَ التَّكْبِيْرَةُ۔

(موطا امام مالک ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(باب افتتاح الصلوٰۃ)

(ترجمہ) امام مالک روایت کرتے ہیں کہ ابن شہاب زہری نے فرمایا۔ جب کوئی شخص رکوع کو پائے اور ایک تکبیر کہے تو یہ ایک تکبیر کفایت کر جائے گی۔

البتہ اس میں ضروری ہے کہ وہ ایک تکبیر حالتِ قیام میں کہی ہو۔ کیونکہ جن نمازوں میں قیام ضروری ہے ان میں تکبیر تحریمہ حالتِ قیام میں ہونا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

درِمختار میں ہے۔

ویشترط کونہ قائمًا فلو وجد الامام راکعًا فکبر منحنیًا ان الی القیام اقرب صَحَّ ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع۔

(درمختار مع ردالمحتار ج2 ص219، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور تکبیر کا حالتِ قیام میں کہنا شرط ہے تو اگر کسی نے امام کو رکوع میں پایا، اور اس نے (رکوع کے لئے) جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو اگر تکبیر کہتے وقت قیام کے قریب تھا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (اگرچہ اس تکبیر سے تکبیر رکوع کی نیت کی ہو پھر بھی وہ تکبیر تحریمہ ہوگی) اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی۔

عالمگیری میں ہے۔

ولا یصیر شارعًا بالتکبیر الا فی حالۃ القیام او فیما ھو اقرب الیہ من الرکوع۔

(عالمگیری ج1 ص68، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور حالتِ قیام میں ہی تکبیر کہنے سے نماز شروع ہوگی یا پھر (رکوع کے لئے جھکنے کی صورت میں) کہ جب رکوع کے مقابلے میں قیام کے زیادہ قریب ہو۔

اور قیام کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں کو نہ پہنچیں کہ یہی کم از کم حد ہے قیام کی۔

جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔

وحد القیام ان یکون بحیث اذا مد یدہ لا ینال رکبتیہ۔

(عالمگیری ج 1 ص 69، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور قیام کی (کم از کم) حد یہ ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں کو نہ پہنچیں۔

تکبیر تحریمہ اور رفع یدین

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ البتہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے اس بارے میں ہم احناف کا موقف ہے کہ کانوں تک اٹھائے اور یہی صحیح ہے کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنّت ہے

دلیل نمبر 1

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 168، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے۔

دلیل نمبر 2

وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّه رَاَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هُمَام حيال اذنيه

(صحیح مسلم ج 1 ص 173، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے جب نماز شروع کی تو آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ بلند کیئے، ہمام نے بیان کیا کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

دلیل نمبر 3

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰی صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کَیْفَ یُصَلِّیْ قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ فَکَبَّرَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی حَاذَتَا اُذُنَیْہِ۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 114 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں ضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے، قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے۔ یہاں تک کہ (دونوں ہاتھ) کانوں کے برابر ہو گئے۔

دلیل نمبر 4

عَنِ الْبَرَّاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اِفْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حِذْوَ اُذُنَیْہِ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 25 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے۔

دلیل نمبر 5

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَاَئیْتُ النَّبِیَّ ﷺ کَبَّرَ فَحَاذٰی بِاِبْهَامَیْہِ اُذُنَیْہِ۔ رواہ حاکم و قال ھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین ولا اعرف لہ علۃ ولم یخرجاہ۔

(المستدرک علی الصحیحین)

(ج 1 ص 356، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر کیئے۔

دلیل نمبر 6

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَاَيْتُهٗ حِيْنَ اِفْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَرَأَيْتُ اِبْهَامَيْهِ بِحِذَاءِ اُذُنَيْهِ۔

(صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر 614)

(ترجمہ) وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا تو میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو اللہ اکبر کہا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ میں نے آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر دیکھا۔

دلیل نمبر 7

عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَاى النَّبِيَّ ﷺ اِذَا اِفْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكَادَ اِبْهَامَاهُ تُحَاذِيْ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ۔

(سنن نسائی ج 1 ص 141، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ گئے۔

دلیل نمبر 8

عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا اِفْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذُنَيْهِ۔

(سنن نسائی ج 1 ص 140، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبدالجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی، اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے کانوں تک۔

دلیل نمبر 9

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حِيَالَ اُذُنَيْهِ۔

(سنن نسائی ج1 ص140، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے جو کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اللہ اکبر کہتے وقت کانوں تک اٹھاتے۔

دلیل نمبر 10

عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِىْ حُمَيْدِ السَّاعِدِىْ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ وَجْهِهٖ۔

(شرح معانی الآثار جلد نمبر 1 ص 129 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ابوحمید الساعدی فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام سے کہتے تھے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہاتھوں کو چہرے کے برابر اٹھاتے۔

دلیل نمبر 11

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَاءَ اُذُنَيْهِ۔

(موطا امام محمد ص 93 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

دلیل نمبر 12

عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِىْ مَيْسَرَةَ قَالَ كَانَ اَصْحَابُنَا اِذَا اِفْتَتَحُوْا

الصَّلٰوۃَ رَفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ اِلٰی اُذَانِھِمْ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 264، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابواسحاق سے روایت ہے کہ ابومیسرہ نے فرمایا۔ ہمارے اصحاب نماز شروع کرتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

ان تمام احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنّت ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے اور جن روایات میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، ان کی ان روایات کے ساتھ ہمارے علماء نے بہترین تطبیق کی ہے اور اصول بھی یہی ہے کہ جب احادیث متعارض ہوں تو ان میں تطبیق کی صورت دیکھی جائے، اگر مطابقت ممکن ہو تو کسی حدیث کو رد کرنے کی ضرورت نہیں۔

تطبیق روایات

کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ اس طرح اٹھاتے کہ پہنچے اور اس سے متصل ہتھیلی کا کچھ حصہ کاندھوں کے برابر ہوتا اور انگلیاں کانوں کے برابر اور انگوٹھے کانوں کے لو کے برابر ہوتے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

و اعتمد ابن الھمام التوفیق بانه عند محاذاۃ الیدین للمنکبین من الرسغ تحصل المحاذاۃ لاذنین بالا بھامین و ھو صریح روایۃ ابی داؤد۔

(شامی ج 2 ص 222، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) ابن ہمام نے موافقت پر اعتماد کیا ہے۔ اس طرح کہ ہاتھوں کے پہنچوں کو مونڈھوں کے برابر کرنے کی صورت میں انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جائیں گے اور یہ ابوداؤد کی روایت میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

علامہ شامی نے ابوداؤد کی جس روایت کا حوالہ دیا وہ یہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ قَامَ اِلٰی

الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَ حَاذٰى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ۔

(سنن ابوداؤد باب رفع الیدین)

(ج1 ص114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبدالجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہوئے اور انگوٹھے کانوں کے برابر ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا۔

اسی طرح امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

و اما صفة الرفع فالمشهور من مذهبنا و مذهب الجماهير انه يرفع يديه حذو منكبيه بحيث يحاذی اطراف اصابعه فروع اذنيه ای اعلا اذنيه و ابهاماه شحمتيه وراحتاه منكبيه و بهذا جمع الشافعی رحمه الله بين روايات الاحاديث۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج1 ص168)

(مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) اور ہاتھ اٹھانے کے طریقے میں ہمارا (شوافع کا) مذہب اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اس طرح اٹھائے کہ ہاتھ کی انگلیاں کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہوں اور انگوٹھے کانوں کے لو کے برابر ہوں اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر، اور اس طرح امام شافعی نے احادیث کی مختلف روایات کو جمع کیا۔

و ذكر الطيبی أن الشافعی حين دخل مصر سئل عن كيفية رفع اليدين عندالتكبير فقال: يرفع المصلی يديه بحيث يكون كفاه حذاء منكبيه و إبهاماه حذاء شحمتی أذنيه، و أطراف أصابعه حذاء فروع أذنيه لأنه جاء فی رواية: "يرفع اليدين الی المنكبين" و فی رواية: إلی الأذنين و فی رواية: فروع الأذنين

فعمل الشافعي بما ذكرنا فى رفع اليدين جمعًا بين الروايات الثلاث قلت هو جمع حسن واختاره بعض مشايخنا۔

(مرقات ج2 ص465، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و روى ابو ثور عن الشافعي انه جمع بينهما فقال يحاذي بظهر كفيه المنكبين وباطراف انامله الاذنين ويؤيده رواية اخرى عن وائل عند ابي داؤد بلفظ حتّٰى كانتا حيال منكبيه و حاذى بابهاميه اذنيه و بهذا قال المتاخرون من المالكية فيما حكاه ابن شاس فى الجواهر۔

(فتح الباری ج2 ص282، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور امام طحاوی کے مطابق کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات عام حالات پر محمول ہیں اور جن روایات میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ وہ سردیوں کے موسم میں چادریں اوڑھنے کی حالت پر محمول ہیں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

و وفق بينهما و بين الروايات الرفع الى المنكبين بان الثانى اذا كانت اليدان فى الثياب للبرد كما قاله الطحاوى اخذًا من بعض الروايات۔

(شامی ج2 ص222، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور ظاہر الروایہ اور بعض روایات احادیث جن میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اُن میں اور اُن روایات میں جن میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، ان دونوں میں موافقت اس طرح دی گئی ہے کہ دوسری صورت (کندھوں تک ہاتھ اٹھانا) یہ اس وقت پر محمول ہے جب سردیوں کے کپڑے (چادریں وغیرہ) پہنے ہوئے ہوں۔ جیسا کہ طحاوی نے کہا ہے بعض روایات سے ماخوذ کرکے۔

وہ حدیث جس کی بنا پر امام طحاوی نے متعارض احادیث میں موافقت کی جسے طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ شرح معانی الآثار میں روایت کیا۔ ہم وہ روایت ابو داؤد کے حوالے سے نقل

کرتے ہیں۔

عن وائل بن حجر قال رَاَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ حین افتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حیال اذنیہ قال ثم اتیتھُمْ فراَیْتُھُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلٰی صُدُوْرِھِمْ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَعَلَیْھِمْ برانس واَکسِیَۃُ۔

(سنن ابوداؤد ج1 ص114 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھاتے، فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا (یعنی آئندہ سال جیسا کہ طحاوی کی روایت میں ہے) تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ سینوں تک اٹھاتے ہیں اور اُن کے اوپر گرم کپڑے (ٹوپیاں جبے) اور چادریں تھیں۔

یعنی وہ سردی کی وجہ سے اس طرح کے کپڑوں میں ملبوس تھے کہ اُن کپڑوں میں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مشکل تھا۔ لہٰذا وہ ہاتھ سینوں تک ہی اٹھاتے تھے۔

اگرچہ اس روایت میں یہ نہیں کہ وہ کپڑے کے اندر ہی ہاتھ اٹھاتے لیکن طحاوی کی روایت بلکہ خود ابوداؤد کی دوسری روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

عَنْ وَائِلِ ابن حُجْرٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِی الشِّتَاءِ فَرَاَیْتُ اَصْحَابَہٗ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھِمْ فِیْ ثِیَابِھِمْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

(سنن ابوداؤد ج1 ص114 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس سردیوں کے موسم میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے صحابہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں کپڑوں کے اندر ہی ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

وائل بن حجر کی روایت بیان کرنے کے بعد امام طحاوی علیہ الرحمۃ، متعارض روایت میں موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فاخبر وائل بن حجر فی حدیثہ ھٰذا اَنَّ رَفعھم الی منا کبھم انما کان لان ایدیھم کانت حینئذ فی ثیابھم و اخبر انھم کانوا یرفعون اذا کانت ایدیھم لیست فی ثیابھم الی حزو اذانھم

فاعملنا روایتیه کلتیهما فجعلنا الرفع اذا کانت الیدان فی الثیاب لعلة البرد الیٰ منتهیٰ ما یستطاع الرفع الیه و هو المنکبان و اذا کانتا بادیتین رفعهما الیٰ الاذنین کما فعل ﷺ ولم یجز ان یجعل حدیث بن عمر وما اشبهه الذی فیه ذکر رفع الیدین الیٰ المنکبین کان ذالك والیدان بادیتان اذ کان قد یجوز ان تکونا کانتا فی الثیاب فیکون ذالك مُخالفًا لماروی وائل بن حجر فیتضاد الحدیثان ولٰکنا نحملهما علی الاتفاق فنجعل حدیث بن عمر علیٰ ان ذالك کان من رسول الله ﷺ و یداہ فی ثوبه علیٰ ما حکاہ وائل فی حدیثه و نجعل ما روی وائل عن رسول الله ﷺ انه فعله فی غیر حال البرد من رفع یدیه الیٰ اذنیه فیستحب القول به و ترك خلافه۔

(شرح معانی الاثار ج1 ص130 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) تو حضرت وائل نے اپنی حدیث میں بتایا کہ وہ (یعنی صحابہ) اپنے ہاتھ کاندھوں تک اس لئے اٹھاتے تھے کہ اس وقت وہ کپڑوں یعنی چادروں میں ہوتے تھے اور یہ بھی بتایا کہ جب ان کے ہاتھ کپڑوں کے اندر نہ ہوتے تو کانوں کے برابر اٹھاتے۔ تو ہم نے ان کی مکمل روایت پر عمل کیا، ہمارے نزدیک جب سردی کی وجہ سے ہاتھ کپڑوں کے اندر ہوتے تو اس وقت جہاں تک ممکن ہوتا اٹھاتے اور وہ کاندھے ہیں (یعنی چادر میں کاندھوں تک ہی اٹھانا ممکن ہوتا ہے) اور جب ہاتھ ظاہر ہوتے تو کانوں تک اٹھاتے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا معمول تھا اور یہ بات جائز نہیں کہ حضرت ابن عمر کی اور اس کی مثل دوسری روایات جن میں کاندھوں تک کا ذکر ہے انہیں ہاتھ کھلے ہونے (یعنی بغیر چادر) کی حالت پر محمول کیا جائے۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ کپڑوں کے اندر ہوں (جیسا کہ وائل کی روایت میں ہے) تو یہ بات وائل بن حجر کی حدیث کے خلاف ہو گی اور یوں احادیث میں تضاد ثابت ہو گا۔ بلکہ ہم اتفاق پر محمول کرتے ہوئے حضرت ابن عمر کی روایت سے وہ حالت مراد لیں گے۔ جب آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کپڑے میں لپٹے ہوتے۔ جیسا کہ وائل نے اپنی حدیث میں بیان کیا، جو وائل نے کانوں تک اٹھانا روایت کیا ہے۔ وہ سردی نہ ہونے کی

حالت (بغیر چادر) پر محمول ہوگا۔لھٰذا یہ قول اختیار کرنا اور اس دوسرے قول کو چھوڑنا (جس میں کسی روایت کو رد کیا جائے) بہتر ہے۔

الغرض احناف نے کانوں تک اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی مختلف روایات میں دو طرح سے موافقت ومطابقت کی ہے۔

(1) کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات عام حالت پر محمول ہیں اور عذر کی وجہ سے صحابہ کرام بعض دفعہ کاندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ وائل بن حجر نے صحابہ کو چادروں اور جبوں میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا، جب کہ خود ان ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔(یہ اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی موید دوسری روایات حوالے کے ساتھ گزر چکی ہیں)۔

(2) کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات سے مراد ہے انگلیوں کو کانوں کے بالائی حصے اور انگوٹھوں کو کانوں کے لو کے برابر کرنا اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات سے مراد ہاتھوں کے پہنچوں کو کاندھوں کے برابر کرنا ہے۔

اس پوری بحث کو بحر میں بڑی خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

قوله: و رفع يديه حذاء اذنيه: لما رويناه و لما رواه الحاكم و صححه عن انس قال رائيت النبي ﷺ كبر فحاذى بابهاميه اذنيه وما ورد في حديث ابن عمر انه صلى الله عليه واله وسلم كان يرفع يديه الى منكبيه محمول على حالة العذر حين كانت عليهم الا كسية و البرانس في زمن الشتاء كما اخبر به وائل بن حجرٍ على ما رواه الطحاوي عنه او المراد بما رويناه رأُوس الاصابع و بالثاني الا كف والارساغ عملاً بالدلائل بالقدر الممكن۔

(بحرالرائق ج1 ص532،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے بوجہ اس کہ جو ہم نے روایت کیا اور اس روایت کی وجہ سے جسے حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا اور صحیح قرار دیا (وہ روایت یہ ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور (ہاتھوں

کو اس طرح اٹھایا کہ) انگوٹھوں کو کانوں کے لو کے برابر کیا اور جو حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے تو وہ حالت عذر پر محمول ہوگا کہ اس وقت اُن پر جبے اور چادریں ہوں گی سردیوں کے زمانے میں۔ جیسا کہ وائل بن حجر نے اس کی خبر دی۔ جسے طحاوی نے اُن سے روایت کیا۔ یا ہماری بیان کی ہوئی روایات جن میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے وہاں ہاتھوں سے مراد انگلیوں کے سرے ہوں گے۔ اور دوسری روایات (جن میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے) ان میں ہاتھوں سے مراد ہتھیلیاں اور پہنچے ہوں گے۔ تاکہ تمام دلائل پر بقدر ممکن عمل ہو جائے۔

جب کہ مشہور محقق حنفی عالم علامہ ابن ہمام کے مطابق کانوں اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایات میں تعارض ہے ہی نہیں لہٰذا کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات کو چادریں اوڑھنے کی حالت پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کہ پونہچے اور اس سے متصل ہتھیلیوں کا کچھ حصہ کندھوں کے اور بقیہ حصہ ہتھیلیوں کا انگلیوں سمیت کانوں کے برابر مان لیا جائے۔ جیسا کہ طحاوی اور ابوداؤد کی روایت میں تصریح ہے۔

عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه انه ابصر النبی ﷺ حین قام الی الصلوٰة رفع یدیه حتی کانتا بحیال منکبیه و حاذی بابهامیه اذنیه۔

(ترجمہ) حضرت عبدالجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز شروع کر رہے تھے آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو گئے اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر۔

هكذا قال ابن الهمام و لفظه: ولا معارضة فان محاذاة الشحمتين بالا بهامين تسوغ حكاية محاذاة اليدين بالمنكبين و الاذنين لان طرف الكف مع الرسغ يحاذي المنكب او يقاربه والكف نفسه يحاذي الاذن و اليد تقال على الكف الى اعلاها فالذى نص على محاذاة الا بهامين بالشحمتين وفق فى التحقيق

بين الروايتين فوجب اعتباره ثم رأينا رواية ابي داؤد عن وائل صريحة فيه قال انه ابصر النبي ﷺ حين قام الى الصلوٰة فرفع يديه حتّٰى كانتا بحيال منكبيه و حاذى بابهاميه اذنيه و مماوفق به حمل مرويه على حالة الاشتمال بالاكسية فى الشتاء فان الابط مشغول بحفظها و هو ما ذكره المصنف بقوله على حالة العذر لكن الحق ان لا معارضة كما اسمعتك فلا حاجة الى هذا الحمل ليدفع التعارض۔

(فتح القدیر ج1 ص245،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(نوٹ) کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے انگوٹھوں سے کانوں کی لو کو چھولے تاکہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی تحقیق ہوجائے۔

جیسا کہ بحر میں ہے۔

والمراد بالمحاذاة ان يمس بابهاميه شحمتي اذنيه ليتيقن بمحاذاة يديه باذنيه۔

(بحرالرائق ج1 ص532،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ انگوٹھوں سے کانوں کے لو کو چھو لے۔تاکہ اس بات کا یقین ہو کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے ہیں۔

البتہ یہ بطور احتیاط ہے ضروری نہیں۔اگر کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے لیکن کانوں کو چھوا نہیں تو بھی کوئی حرج و کراہت نہیں۔

كما فى الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح: وعلله صاحب النقايه بانه لتحقيق المحاذاة فظهر منه ان المراد بالمس القرب التام لاحقيقة۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح)

(ص278،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) صاحب نقایہ نے کانوں کو چھونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ محاذات (یعنی ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھانے) کی تحقیق کے لئے ہے تو اس سے ظاہر ہوا کہ چھونے سے مراد قرب تام ہے نہ کہ حقیقتاً چھونا۔

وقت رفع یدین

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین اور اس کی کیفیت کی تفصیل ہم نے بیان کی۔ اب اس بات کی وضاحت باقی ہے کہ اللہ اکبر پہلے کہنا ہے یا ہاتھ پہلے اٹھانے ہیں یا دونوں ایک ساتھ۔

پس اس بارے میں روایات مختلف ہیں اور مندرجہ بالا تینوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔

عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه انه ابصر النبی ﷺ حین قام الی الصلٰوۃ رفع یدیه حتّٰی کانتا بحیال منکبیه و حاذی بابهامیه اذنیه ثم کبر۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبدالجبار بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز شروع کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے، یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو گئے اور انگوٹھے کانوں کے لو کے برابر، پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا۔

مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھانا، پھر اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

عن عبدالجبار بن وائل حدثنی اهل بیتی عن ابی انّه حدثهم انّه رای رسول الله ﷺ یرفع یدیه مع التکبیر۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 114، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) عبدالجبار بن وائل کہتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے بتایا کہ میرے والد وائل بن حجر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔

عن ابی قلابة انّه رای مالك بن الحویرث اذا صلّٰی کبّر ثمّ رفع یدیه۔

(صحیح مسلم شریف ج 1 ص 168، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابوقلابہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن حویرث کو دیکھا۔ جب وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے تکبیر کہی پھر دونوں ہاتھ اٹھائے۔

اسی روایت میں مالک بن حویرث فرماتے ہیں کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یفعل هٰکذا یعنی رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے تکبیر کہنا، پھر ہاتھ اُٹھانا سنت ہے۔

جب روایات میں اس بارے میں آپ ﷺ کا عمل مبارک مختلف بیان ہوا ہے تو پھر فقہاء کرام کے بھی اس بارے میں مختلف قول ہو گئے۔

علامہ شامی ماتن کے قول و رفع یدیه پر شارح کے قول قبل التکبیر و قیل معه (یعنی پہلے ہاتھ اٹھائے، پھر اللہ اکبر کہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاتھ اٹھانے کے ساتھ ہی تکبیر کہے) کے تحت فرماتے ہیں۔

الاوّل نسبه فی المجمع الیٰ ابی حنیفة و محمد ﷺ و فی غایة البیان الیٰ عامة علمائنا و فی المبسوط الیٰ اکثر مشائخنا و صحّحه فی الهدایة و الثانی اختاره فی الخانیة و والتحفة والبدائع والمحیط بان یبدأ بالرفع عند بدائة التکبیر و یختم به عند ختمه و عزاه البقالی الیٰ اصحابنا جمیعًا و رجحه فی الحلیه و ثمة قول ثالث و هو انه بعد التکبیر والکل مروی عنه علیه السلام وما فی الهدایة اولیٰ کما فی البحر والنهر۔

(شامی ج2 ص221، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) پہلے قول (یعنی پہلے ہاتھ اٹھانا، پھر تکبیر کہنا) کو مجمع میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی طرف اور غایۃ البیان میں ہمارے تمام علماء کی طرف اور مبسوط میں ہمارے اکثر مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدایہ میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دوسرا قول (یعنی تکبیر اور ہاتھ اٹھانا ایک ساتھ) اس قول کو اختیار کیا خانیہ میں اور خلاصہ، تحفہ، بدائع اور محیط میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اس طرح کہ تکبیر اور ہاتھ اٹھانا ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے اور بقالی نے اس قول کو ہمارے تمام اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اور حلیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور ایک

تیسرا قول بھی ہے کہ پہلے تکبیر کہے، بعد میں ہاتھ اٹھائے اور یہ سب طریقے نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں اور جو ہدایہ میں ہے وہ اولیٰ ہے۔ جیسا کہ بحر میں اور نہر میں ہے۔

اور بحر میں اس مسئلہ کو ایک اور طرح سے حل کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان تینوں طرح کی روایات میں کوئی تعارض نہیں اور تینوں کو ایک ہی طریقے پر محمول کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ روایات میں تین طرح کے الفاظ آئے ہیں۔

(1) رفع یدیه ثم کبر۔ یعنی ہاتھ اٹھائے، پھر تکبیر کہی۔

(2) کبر ثم رفع یدیه۔ یعنی تکبیر کہی، پھر ہاتھ اٹھائے۔

(3) یرفع یدیه مع التکبیر۔ یعنی تکبیر کے ساتھ ہی ہاتھ اٹھاتے۔

اب یہاں پہلی دو روایتوں میں لفظ ثم ہے۔ جس کے معنی ہیں: پھر۔ جیسے اوپر ہم نے ترجمہ کیا۔ ہاتھ اٹھائے، پھر تکبیر کہی اور دوسری روایت کا ترجمہ کیا۔ تکبیر کہی، پھر ہاتھ اٹھائے۔ معلوم ہوا کہ لفظ ثم ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے بمعنی پھر۔ لیکن کبھی بطور مجاز واؤ "للمقارنة" کے لئے بھی آتا ہے۔ ترتیب مع التراخی کا مطلب ایک کام کے بعد دوسرا کام کرنا اور مقارنه کا مطلب دونوں کام ایک ساتھ کرنا تو ثم اگرچہ عموماً ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے۔ لیکن کبھی واؤ "للمقارنة" کے معنی میں بھی آتا ہے اور تیسری روایت میں تو ہے ہی لفظ مع جو کہ مقارنۃ کے لئے آتا ہے۔

پس تینوں روایتوں کا مطلب ایک ہی ہوگا یعنی تکبیر اور ہاتھ اٹھانا ایک ساتھ کرنا۔

(1) رفع یدیه ثم (بمعنی واؤ للمقارنه) کبر۔ ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہی یعنی ہاتھ اٹھانے کے ساتھ تکبیر کہی۔

(2) کبر ثم (بمعنی واؤ للمقارنه) رفع یدیه۔ تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے۔

(3) یرفع یدیه مع التکبیر۔ تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے۔

یہ تاویل کرنا اس لئے مناسب ہے کہ مختلف روایتوں میں تطبیق ہو جائے اور کسی روایت کا ترک لازم نہ آئے۔

فهذا اولیٰ کما فی البحر۔ و روایة انه کان یرفع یدیه مع التکبیر نص محکم فی المقارنة و روایة انه کان یرفع ثم یکبر و عکسه یجوز ان تکون فیه ثم بمعنی الواؤ و هو یصدق علی القران کالترتیب فیحمل علی القران جمعًا بین الروایات و انما لم یعکس لان المحکم راجح علی المحتمل کذا فی شرح المنیة و فیه بحث لان کلمة ثم موضوعة للترتیب مع التراخی و استعمالها بمعنی الواؤ مجاز فهی ظاهرة فی معناها کما ان مع ظاهرة فی القران و تکون بمعنی بعد مجاز کما فی قوله تعالیٰ ان مع العسر یسرًا او کما فی قوله انت طالق ثنتین مع عتق مولاك کما ذکر وہ فی باب الطلاق فلیست محکمة کما توهمه فالمعارضة بین الروایات ثابتة فالترجیح بالمعنی المذکور لا بما ذکرہ۔

(بحرالرائق ج1 ص533، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

الغرض تکبیر اور رفع یدین میں تینوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔لہٰذا یہ سب جائز ہیں۔البتہ اختلاف، افضلیت اور اولیت میں ہے کہ کس طریقے کو ترجیح دی جائے۔ہم نے بحر کے حوالے سے ثابت کیا کہ مقارنت اولی ہے اور مقارنہ کی تعریف بحر میں قاضی خان کے حوالے سے یہ کی ہے کہ تکبیر اور رفع یدین ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے۔

و فسر قاضی خان المقارنة بان تکون بدائته عند بدائته و ختمه عند ختمه۔

(بحرالرائق ج1 ص532، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کا طریقہ

رفع یدین کے وقت سنت یہ ہے کہ ہاتھ کھلے ہوں یعنی انگلیاں کھلی ہوں، مٹھی بند نہ ہو اور ان کا رخ مع ہتھیلی کے قبلہ کی طرف ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا کَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ نَشَرَ اَصَابِعَهٗ۔

(جامع ترمذی ج1 ص56 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس روایت کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص27، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو انگلیوں کو کھول دیتے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِذَا اسْتَفْتَحَ اَحَدُکُمْ فَلْیَفْرِجْ یَدَیْهِ وَ یَسْتَقْبِلْ بِبَاطِنِهِمَا الْقِبْلَةَ فَاِنَّ اللهَ اَمَامَهٗ۔ (کنز العمال)

اس روایت کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا (اور اس میں فلیفرج یدیہ کی جگہ فلیرفع یدیہ ہے)۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص27، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ کھول دے اور ان کے باطن (ہتھیلی) کو قبلہ کی طرف کرے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہے۔

خیال رہے کہ یہاں ہاتھوں کو کھولنے سے مراد یہ نہیں کہ انگلیوں میں کشادگی کرے اور ان کو جدا جدا کرے۔ بلکہ مراد ہے کہ انہیں سیدھا کرے، نہ موڑے، نہ مٹھی بند کرے۔

درمختار میں سنتوں کے بیان میں ماتن کے قول ونشر الاصابع کے تحت ہے۔

ای ترکھا بحالھا۔

(ترجمہ) اور انگلیوں کو کھولنا یعنی اپنی حالت پر چھوڑنا سنت ہے۔

اسی کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔

قَالَ فی الحلیة ظن بعضھم انه اراد بالنشر تفریج الاصابع و ھو غلط بل اراد بِه النشر عن الطی یعنی یرفعھما منصوبتین لا

مضمومتین حتّٰی تکون الاصابع مع الکف مستقبلۃ للقبلۃ۔

(شامی جلد 2 ص 208، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) حلیہ میں فرمایا کہ بعض نے سمجھا کہ انگلیوں کو کھولنے سے مراد اُن میں کشادگی ہے اور یہ غلط ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ انگلیاں کھلی ہوں، مٹھی بند نہ ہو۔ یعنی انگلیوں کو سیدھا کر کے اٹھائے نہ کہ موڑ کے۔ تاکہ انگلیاں بھی ہتھیلیوں کے ساتھ قبلہ رخ ہو جائیں۔

لہٰذا انگلیوں میں بتکلف کشادگی کرنا سنّت نہیں بلکہ انہیں ان کی حالت پر چھوڑنا سنّت ہے اور مندرجہ ذیل روایت میں بھی اس کی تصریح ہے۔

سَعِیْدِ بْنِ سَمْعَان قَالَ دَخَلَ عَلَیْنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ مَسْجِدَ بَنِیْ زُرَیْقٍ فَقَالَ ثَلٰثٌ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَعْمَلُ بِهِنَّ تَرَکَهُنَّ النَّاسُ کَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ قَالَ هٰکَذَا وَ اَشَارَ اَبُوْ عَامِرٍ بِیَدِهٖ وَلَمْ یُفَرِّجْ بین اَصَابعه وَلَمْ یَضُمُّهَا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 27، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) سعید بن سمعان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس مسجد بنی زریق تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا۔ تین باتیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُن پر عمل کرتے تھے اور لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ (اُن میں ایک یہ کہ) جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں کرتے۔ ابو عامر (روای) نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا کہ انگلیوں میں نہ (بتکلف) کشادگی کی اور نہ ہی ملایا۔ (بلکہ اپنی حالت پر چھوڑا)۔

(نوٹ) تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے وقت سر کو جھکانا جیسا کہ بعض عوام کرتے ہیں ثابت نہیں۔

ومن السنن ان لا یطاطی راسه عند التکبیر کما فی المبسوط و هو بدعة۔

(بحر الرائق ج 1 ص 528، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور سنّت یہ ہے کہ تکبیر کے وقت سر نہ جھکائے۔ جیسا کہ مبسوط میں ہے اور یہ بدعت ہے۔

قیام

قیام کی تعریف: مکمل قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو اور کم از کم حد یہ ہے کہ اگر ہاتھ پھیلائے یعنی نیچے کی طرف بڑھائے تو گھٹنوں کو نہ پہنچیں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

یشمل التام منه وهو الانتصاب مع الاعتدال وغیر التام وهو الانحناء القلیل بحیث لا تنال یداه رکبتیه۔

(شامی ج2ص163، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) قیام شامل ہے دو قسموں کو کامل اور غیر کامل، کامل قیام یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو اور غیر کامل قیام یہ ہے کہ تھوڑا سا جھکا ہو لیکن ہاتھ گھٹنوں کو نہ پہنچتے ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

قیام کی فرضیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ۔ (بقرہ آیت 238)

(ترجمہ) اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

المراد بہٖ القیام فی الصلوٰۃ باجماع المفسرین۔

(بحر الرائق ج 1 ص 509 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اس آیت میں قیام سے مراد نماز کا قیام ہے۔ اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے۔

جو شخص قیام پر قادر ہو۔ اس کے لئے نماز فرض (پانچ وقت کی فرض رکعات) اور واجب یعنی وتر، عیدین کی نماز میں قیام فرض ہے۔ فجر کی سنتیں دوسری سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں۔ لہٰذا ان میں بھی قیام ضروری ہے۔

وسنة الفجر لا تجوز قاعدًا من غير عذر باجماعهم كما هو رواية الحسن عن ابى حنيفة رحمة الله عليه۔

(شامی ج 2 ص 164 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور فجر کی سنتیں بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

جیسا کہ حسن کی روایت ہے ابو حنیفہ سے۔

قیام کی فرضیت اس وقت ہے کہ کھڑے ہونے پر قادر ہو اور اگر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے۔

جیسا کہ عمران بن حصین کی حدیث میں ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْن حصيْنَ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 150 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے بارے میں پوچھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھو۔

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ قیام فرض ہے اور یہ کہ عذر کی بناء پر بیٹھ کر اور پھر لیٹ کر نماز پڑھی جائے۔ساتھ ہی معلوم ہوا کہ نماز کتنی اہم عبادت ہے کہ اسے ہر حالت میں پڑھنا ضروری ہے۔سوائے اس کے کہ آدمی بیماری کی وجہ سے بے ہوش ہو یا شدت مرض کی وجہ سے اشارے سے بھی نہیں پڑھ سکے۔ پھر بھی ٹھیک ہونے پر اس کی قضا ہے۔اس سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو بغیر کسی عذر کے نماز چھوڑتے ہیں اور پھر اس کی قضا سے بھی غافل ہیں۔

مسئلہ: قیام اس نماز میں فرض ہے جو رکوع و سجود کے ساتھ ادا کی جائے اور اگر کوئی شخص بیماری، کمزوری کی وجہ سے مکمل قیام نہیں کر سکتا تو حکم ہے کہ جتنی دیر بھی کھڑا رہ سکتا ہے، قیام کرے۔ چاہے تکبیر تحریمہ ہی کھڑے ہو کر کہے۔ پھر اگر کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ جائے۔ ہاں اگر اتنی دیر بھی کھڑا نہیں رہ سکتا کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے تو پھر بیٹھ کر ہی نماز شروع کرے۔

مسئلہ: لیکن اگر کوئی شخص کسی بھی عذر کی وجہ سے رکوع اور سجدہ نہیں کر سکتا اور سجدہ کے لئے اشارہ کرتا ہے تو اس کے لئے قیام فرض نہیں۔ چاہے وہ قیام پر قادر ہو۔اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود اشارے سے کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھے اور رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرے۔

ان المریض لو قدر علی القیام دون الرکوع و السجود فانه یخیر بین القیام و القعود و ان کان القعود افضل فقد سقط عنه القیام مع قدرته علیه۔

(بحرالرائق ج1 ص509 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) مریض اگر قیام پر قادر ہے لیکن رکوع و سجود پر قادر نہیں ہے تو اسے اختیار ہے بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر۔اگرچہ بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے تو اس صورت میں باوجود قدرتِ قیام کے قیام ساقط ہے۔

(نوٹ) کرسی پر نماز پڑھنا بھی دراصل اشارے کی نماز ہے۔یعنی جو شخص رکوع، سجود پر قادر نہیں ہے تو اسے اختیار ہے کہ کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھے یا بیٹھ کر۔پس اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے۔اگر چہ یہ ناپسندیدہ ہے، لہٰذا کوشش کرنی چاہئے کہ اگر بوجہ عذر اشارے سے نماز پڑھنی ہے تو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھے۔اگر تشہد کی طرح بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو آلتی پالتی مار کر یا پاؤں پھیلا کر پڑھے یا پھر کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔اگرچہ کرسی پر بھی اشارے کی نماز ہو جائے گی۔لیکن بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھے۔ہاں البتہ بعض لوگوں کو ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ وہ زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں اور زیادہ دیر کھڑے بھی نہیں رہ سکتے۔ان کے لئے کرسی پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔وہ بھی بلاوجہ ٹیک لگانے سے گریز کریں۔

کتاب پر نظر ثانی کرتے وقت اس مقام پر استاد محترم قبلہ آغا جان نے اضافہ فرمایا کہ:
اور آج کل بعض لوگوں نے کرسی کے آگے تختی لگائی ہوتی ہے جو بے کار ہے۔بے شک نہایت ہی اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی بلکہ بعض علماء (تفہیم المسائل ج 3 ص 63) نے تو اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

لان النبی ﷺ عاد مریضًا فراه یصلی علی وسادة فاخذها فرمی بها و اخذ عودًا لیصلی علیه فاخذه فرمی به و قال صل علی الارض ان استطعت و الا فاوم واجعل سجودك اخفض من رکوعك۔ قال فی الدر: (ولا یرفع الی وجهه شیئًا یسجد علیه) فانه یکره تحریمًا

(در مختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ المریض)

لیکن اصح وہی ہے جو آغا جان نے فرمایا یعنی کرسی کے ساتھ لگی ہوئی تختی پر سجدہ کرنا لغو و بے کار ضرور ہے لیکن مکروہ تحریمی نہیں بلکہ کراہت اس صورت میں ہو گی کہ دورانِ نماز تختی وغیرہ کوئی چیز سجدے کے لئے اٹھائی جائے۔جیسا کہ اسی جگہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے۔

اقول هذا محمول علی ما اذا کان یحمل الی وجهه شیئًا یسجد علیه بخلاف ما اذا کان موضوعًا علی الارض یدل علیه ما فی الذخیرة

حیث نقل عن الاصل اللکراھة فی الاول ثم قال فان کانت الوسادۃ موضوعة علی الارض و کان یسجد علیھا جازت صلوته قد صح ان ام سلمه کانت تسجد علی مرفقة موضوعة بین یدیھا لعلة کانت بھا ولم یمنعھا رسول اللہ ﷺ من ذالك اھ فان مفاد ھذہ المقابلة والاستدلال عدم الکراھة فی الموضوع علی الارض المرتفع ثم رائیت القھستانی صرح بذالك۔

(ردالمحتار علی الدرمختار)

(ج 2 ص 685 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پس جب یہ ثابت ہوا کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ مکروہ نہیں اور چوں کہ وہ تختی زمین پر رکھی ہوئی کرسی کے ساتھ لگی ہوتی ہے لہٰذا اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی تو نہیں ہوگا البتہ لغو و بے کار ہے کہ اشارے سے نماز پڑھنے والے کے لئے صرف جھکنا کافی ہے۔ بلکہ اس میں ایک قباحت اور بھی ہے کہ بعض لوگ اس تختی پر سر رکھنے کو حقیقی سجدہ سمجھتے ہیں اور اس غلط فہمی کی وجہ سے نوافل بلکہ سنن مثلاً تراویح وغیرہ بلکہ بعض دفعہ وہ معذور جو صرف قیام نہیں کر سکتے اور رکوع سجود کر سکتے ہیں وہ بھی ایسی کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ باقاعدہ رکوع و سجود کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں حالاں کہ سجدے پر قادر شخص کی نماز اس کرسی پر نہیں ہوگی کیوں کہ اس تختی پر سر رکھنا حقیقتاً سجدہ نہیں ہے۔

کما صرح بہ الشامی ان کان الموضوع مما یصح السجود علیه کحجر مثلاً ولم یزد ارتفاعه علی قدر لبنة او لبنتین فھو سجود حقیقی (الی ان قال) و ان لم یکن الموضوع کذالك یکون مومئًا

(ردالمحتار علی الدرمختار)، (ج 2 ص 686 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پس احوط یہی ہے کہ تختی والی کرسی کا استعمال نہ کیا جائے۔

یہ تو تھی فرض اور واجب نماز کی تفصیل کہ ان میں قیام ضروری ہے۔ نیز سنّت فجر میں بھی قیام ضروری ہے اور نفل نمازیں بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن افضل کھڑے ہو کر پڑھنا ہے اور کھڑے

ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں بیٹھ کر پڑھنے والے کو نصف ثواب ملے گا۔
نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

من صلی قائمًا فهو افضل و من صلی قاعدًا فله نصف اجر القائم۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 150، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو یہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملے گا۔

نماز میں ہاتھ باندھنا

سنت طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی اس طرح ہاتھ باندھے کہ دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔

عن سهل بن سعد قال كان الناس يومرون ان يضع الرجل اليد اليمنٰى على ذراعه اليسرىٰ فى الصلوٰة و قال ابو جازم لا اعلم الاينمى ذالك الى النبى ﷺ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 102، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھا جائے۔ ابو حازم (راوی) فرماتے ہیں۔ سہل بن سعد یہ بات رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ہی بیان کر رہے تھے۔

عن ابن مسعود انه كان يصلى فوضع يده اليسرى على اليمنى فراه النبى ﷺ فوضع يده اليمنٰى على اليسرى۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 118، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو اُن کے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ دیا۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنّت ہے

دلیل نمبر 1

عَنْ عَلْقَمَةَ بنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 390، ادارۃ القرآن کراچی)

(ترجمہ) وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں سے تحت السرۃ کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

بیہقی میں ہے۔

ان من السنة فی الصلٰوة وضع الکف علی الکف تحت السرّة۔

(سنن الکبریٰ ج 2 ص 31 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

دلیل نمبر 2

حَجَّاجِ بْنِ حَسَّان قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزَ اَوْ سَئَلْتُه. قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَيَجْعَلُهُمَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حجاج بن حسان فرماتے ہیں۔ میں نے ابو مجلز کو کہتے سنا یا ان سے پوچھا کہ ہاتھ کس طرح رکھے تو انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ناف کے نیچے رکھے۔

دلیل نمبر 3

عَنْ نُعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عنه. اَنَّه. كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 31)، (ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) نعمان بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نماز کی سنت ہے۔

دلیل نمبر 4

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص 427، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم فرماتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

دلیل نمبر 5

عن ابی جحیفة عن علی رضی الله عنه قال ان من السنة فی الصلٰوة وضع الکف علی الکف تحت السرة۔

(سنن دار قطنی ص 192)

(ترجمہ) حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت علی نے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(نوٹ) مشہور غیر مقلد عالم ابن حزم ظاہری کی کتاب المحلی بالآثار سے بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔ الفضل ما شھدت به الاعداء

دلیل نمبر 6

عن ابی هریرة قال وضع الکف علی الکف فی الصلٰوة تحت السرة۔

(المحلی بالآثار)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نماز میں ایک ہاتھ (دائیں) کو دوسرے ہاتھ (بائیں) پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

دلیل نمبر 7

عن انس قال ثلث من اخلاق النبوة تعجیل الافطار و تاخیر السحور و وضع الید الیمنٰی علی الید الیسرٰی فی الصلٰوة تحت السرة۔

(المحلی بالآثار ج3 ص 30، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تین باتیں اخلاق نبوت میں سے ہیں۔

(1) افطار میں جلدی کرنا (وقت افطار شروع ہوتے ہی افطار کرنا)۔

(2) سحری میں تاخیر کرنا یعنی آخری وقت میں صبح صادق سے پہلے پہلے کرنا۔

(3) اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

ہاتھ باندھنے کا طریقہ

اس بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے۔

جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى۔

(صحیح مسلم ج1 ص173 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

اور بعض روایات میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنے کا ذکر ہے۔

جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ۔

(جامع ترمذی ج1 ص59 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تو دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ پکڑتے۔

نیز ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

ثم اخذ شماله بیمینه۔ (ابوداؤد ج1 ص114 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) پھر آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا۔

اسی طرح بعض روایات میں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھنے کا ذکر ہے۔

يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص427 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابومجلز فرماتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے۔

اور بعض روایات میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے پہنچے اور کلائی پر رکھنے کا ذکر ہے۔

جیسا کہ سنن نسائی شریف میں ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی کَفِّهِ الْیُسْرٰی وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ۔

(سنن نسائی ج 1 ص 141 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت اور پہنچے اور کلائی پر رکھا۔

بخاری شریف کی مندرجہ ذیل روایت میں بھی کلائی کا ذکر ہے۔

حَدَّثنا عبداللہ بن مسلمة عن مالك عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال کان ناس یُؤمَرُوْن اَن یَضَعَ الرجل الید الیمنی علی ذراعه الیسری فی الصلوٰة و قال ابو حازم لا اعلمه الاینمی ذالك الی النبی ﷺ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 102 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے، ابو حازم نے کہا کہ سہل نے اس قول کو نبی ﷺ کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

ہمارے علماء کرام نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان تمام روایات پر عمل کیا۔ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی گدی بائیں ہاتھ کی کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلی کلائی کے اغل بغل ہوں۔

درمختار مع تنویر الابصار میں ہے۔

(و وضع) الرجل (یمینه علی یساره تحت سرته اخذًا رسغها بخنصره وابهامه) هو المختار۔

(ترجمہ) اور مرد، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کے پہنچے کو دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے پکڑے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ای یحلق الخنصر و الابهام علی الرسغ و یبسط الاصابع الثلاث۔

(ترجمہ) یعنی دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے بائیں پہنچے پر حلقہ بنائے اور دائیں ہاتھ کی (بقیہ) تین انگلیاں (بائیں کلائی پر) پھیلائے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

و ھذا استحسنه کثیر من المشائخ لیکون جامعًا بین الاخذ والوضع المرویین فی الاحادیث و عملاً بالمذھب احتیاطًا۔

(شامی ج2 ص228، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور اس طریقے کو بکثرت مشائخ نے مستحسن قرار دیا کہ اس طرح ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنے اور ہاتھ سے ہاتھ کو پکڑنے والی تمام روایات پر ایک ساتھ عمل ہو جائے گا اور مذہب احتیاط پر عمل ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان فقہاء پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے۔ کس طرح انہوں نے پیارے محبوب ﷺ کے عمل مبارک کے متعلق تمام تر مختلف روایات کو مدنظر رکھ کر ہمیں اُن کا خلاصہ بتا دیا اور ایسا طریقہ بتا دیا کہ تمام روایات پر بیک وقت عمل ہو جائے۔

(فجزاھم اللہ خیرَ الجزاءٖ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں نظر کہاں ہو

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَا اَنَسُ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 284، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے انس اپنی نظر سجدہ کی جگہ رکھو۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ الْخَوْلَانِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا قِلَابَةَ الْجَرْمِيْ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عَشَرَةٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ قِيَامِهٖ وَرُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ بِنَحْوٍ مِنْ صَلٰوةِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَعْنِيْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُلَيْمَان فَرَمَقْتُ عُمَرَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَكَانَ بَصَرُهٗ اِلٰى مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 283، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) سلیمان بن داؤد خولانی کہتے ہیں۔ میں نے ابو قلابہ جرمی سے سنا۔ وہ فرمارہے تھے۔ مجھے دس صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ قیام، رکوع، سجود ایسے کرتے تھے جیسے امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کرتے ہیں۔ سلیمان کہتے ہیں کہ پس میں نے عمر بن عبد العزیز کو غور سے دیکھا تو نماز پڑھتے ہوئے ان کی نظر سجدے کی جگہ تھی۔

كَانَ مُحَمَّدُ بْنِ سِيْرِيْنَ يُحِبُّ اَنْ لَا يُجَاوِزَ بَصَرُهٗ مُصَلَّاهُ۔

(سنن الکبریٰ ج 2 ص 283، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) محمد بن سیرین اس بات کو پسند کرتے کہ ان کی نظر جائے نماز سے آگے نہ بڑھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں اِدھر اُدھر یا اوپر دیکھنا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ کَانَ اِذَا صَلّٰی رَفَعَ بَصَرَهٗ اِلَی السَّمَاءِ فَنَزَلَتْ: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (سورہ مؤمنون آیت 2) فَطَأْطَأَ رَأْسَه‌ٗ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 283، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلے نماز پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ مومن نماز میں خشوع یعنی جھکے ہوتے ہیں تو پھر آپ ﷺ نے سر مبارک جھکا لیا۔

یعنی پہلے نماز میں اِدھر اُدھر یا اوپر دیکھنا جائز تھا جس طرح بات چیت بھی پہلے جائز تھی۔ اس آیت کے بعد آپ ﷺ نے اِدھر اُدھر دیکھنے اور اوپر دیکھنے سے منع فرما دیا۔

قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَی السَّمَاءِ فِیْ صَلٰوتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُه‌ٗ فِیْ ذَالِكَ حَتّٰی قَالَ لَیَنْتَهُنَّ عَنْ ذَالِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 104 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس میں سختی کی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ اُن کی بصارت چھین لی جائے گی۔

سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا یَزَالُ اللهُ جَلَّ ثَنَاءُهٗ مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ وَهُوَ فِیْ صَلٰوتِهٖ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اِنْصَرَفَ عَنْه‌ٗ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 281، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ مسلسل اس کی طرف اپنی رحمت سے توجہ کئے ہوتا ہے تو جب وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ اپنی رحمت کی توجہ اس سے ہٹا دیتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِیْ صَلٰوۃٍ اَقْبَلَ اللهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَاِذَا الْتَفَتَ قَالَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِلٰی مَنْ تَلْتَفِتُ اِلٰی مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّكَ مِنِّیْ اَقْبِلْ اِلَیَّ فَاِذَا الْتَفَتَ الثَّانِيَةَ قَالَ مِثْلَ ذَالِكَ فَاِذَا الْتَفَتَ الثَّالِثَةَ صَرَفَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ عَنْهُ

(مجمع الزوائد ج2 ص83 موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب آدمی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو جب وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ابن آدم کس طرف متوجہ ہو رہے ہو۔ کیا وہ تیرے لئے مجھ سے بہتر ہے۔ میری طرف متوجہ ہو جا۔ پھر اگر وہ دوبارہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتا ہے۔ پھر جب وہ تیسری دفعہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ اس سے اپنی رحمت کی نظر پھیر لیتا ہے۔

دراصل نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کرتا ہے کہ نماز کے افعال کے علاوہ کوئی فعل نہیں کر سکتا ہے۔ جب آدمی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہوتا ہے تو سب جائز کام کھانا، پینا، کلام وغیرہ اس کے لئے ناجائز ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے اپنے دائیں بائیں ساتھیوں سے بات چیت نہیں کر سکتا ہے۔ یہی نماز کا حسن ہے، یہی نماز کی دوسری عبادات سے وجہ امتیاز و تخصیص ہے۔ اس لئے کہ نمازی نماز میں اللہ سے باتیں کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

ان احدکم اذا قام فی الصلوٰۃ فانما یناجی ربہ

(مشکوٰۃ المصابیح ص71 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) تم میں سے کوئی جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ جب میں اللہ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں تو میں نماز پڑھتا ہوں اور

جب میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ سے باتیں کرے تو میں قرآن پڑھتا ہوں۔کیوں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں انسان سے مخاطب ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ

اِنَّ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ فَلْیَنْظُرْ مَا یُنَاجِیْهِ بِهٖ۔

(مشکوۃ المصابیح ص 81، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) بے شک نمازی نماز میں اللہ سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ غور کرے کہ اس سے کیا مناجات کرتا ہے۔اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت میں بھی ہے۔ یعنی حدیث جبریل جس میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

ان تعبد الله کانك تراه فان لم تکن تراه فانه یراك۔

(ترجمہ) احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو تو اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو (اس طرح عبادت کرو جیسے) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت علی سے کسی نے پوچھا۔کیا تم نے اللہ کو دیکھا ہے۔آپ نے فرمایا۔میں اُس رب کی عبادت کرتا ہی نہیں جسے میں نہ دیکھوں۔(تفسیر روح البیان) یہی وجہ تھی کہ حضرت علی یا دیگر صحابہ جب نماز پڑھتے تو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے تھے اور ایک ہماری نماز ہے کہ ہمیں دنیا جہاں کے کام اور باتیں نماز ہی میں یاد آتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کامل بندوں کی طرح کامل نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں لذت عبادت سے آشنا فرمائے۔

(نوٹ) اللہ کو دیکھنے سے مراد قلبی طور پر دیکھنا ہے۔یعنی تصور میں اللہ کی یاد میں اس طرح ڈوب جائیں جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہوں۔

نماز میں بندہ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرتا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی آنکھیں جھکی رکھے۔اگر وہ حالت قیام میں ہے تو جھکی نظر کا مطلب سجدہ گاہ کو دیکھنا ہے، اگر رکوع میں ہے تو جھکی نظر کا مطلب ہے کہ اپنے نیچے یعنی قدموں میں دیکھے اور سجدے میں جھکی نظر، ناک کے کنارے پر نظر رکھنے سے ہوگی اور قعدہ میں جھکی نظر گود میں دیکھنے سے ہوگی اور دائیں سلام میں دائیں کندھے اور بائیں سلام میں بائیں کندھے پر نظر کرنے کی صورت میں نظریں جھکی ہوں گی۔

تنویر الابصار میں ہے۔

نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ و الیٰ ظہر قدمیہ حال رکوعہ و الیٰ ارنبۃ انفہ حال سجودہ و الیٰ حجرہ حال قعودہ و الیٰ منکبہ الایمن و الایسر عندالتسلیمۃ الاولیٰ والثانیۃ۔

(درمختار مع ردالمحتار ج2 ص214، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نماز میں آنکھیں بند کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَغْمِضْ عَیْنَیْہِ۔

(مجمع الزوائد ج2 ص86، موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔

عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ یُکْرہ اَنْ یُغْمِضَ الرَّجُلُ عَیْنَیْہِ فِیْ الصَّلٰوۃِ کَمَا یُغْمِضُ الْیَھُوْدُ۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص271، المکتبہ الاسلامی)

(ترجمہ) مجاہد فرماتے ہیں کہ نماز میں یہودیوں کی طرح آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں آنکھیں کھلی ہونا سنت اور اس کا ترک یعنی آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے۔

لیکن اگر کسی شخص کو آنکھیں کھلی ہونے کی وجہ سے خشوع، خضوع حاصل نہیں ہوتا اور اس کی توجہ اِدھر اُدھر ہو جاتی ہے تو حصول خشوع و خضوع کے لئے آنکھیں بند کر سکتا ہے۔

عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ کَانَ یُؤمَرُ اِذَا کَانَ یُکْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ فِیْ الصَّلٰوۃِ فَلْیُغْمِضْ عَیْنَیْہِ۔

(ترجمہ) حضرت ابن سیرین علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص زیادہ التفات کرتا تو حکم دیا جاتا کہ آنکھیں بند کرے۔

فان قلت اذا غمض عینیہ فی الصلوۃ ما حکمہ قلت قال

الطحاوی کرهه اصحابنا و قال مالك لا بأس به فی الفریضة والنافلة و قال النووی والمختار انه لا یکره اذا لم یخف ضررًا لا نه یجمع الخشوع و یمنع من ارسال البصر و تفریق الذهن وروی عن ابن عباس کان النبی ﷺ لم ینظر الا موضع سجوده۔

(عمدۃ القاری ج5 ص453، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ثناء

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کے سجدے کی جگہ نظر کرتے ہوئے ثناء پڑھے۔

عن ابی سعید ان النبی ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰة قال سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالیٰ جدك ولا اله غیرك۔

(سنن نسائی ج1 ص143، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یوں پڑھتے۔ سبحانک اللھم... الخ

عن عائشه رضی الله عنها قالت کان رسول الله ﷺ اذا استفتح الصلوٰة قال سبحانك اللهم ...الخ

(سنن ابوداؤد ج1 ص121، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ورواه الحاکم وقال هذا حدیث صحیح الاسناد علی شرط الشیخین)

(ولم یخرجاه المستدرك ج1 ص319، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ پڑھتے۔

سبحانك اللهم ...الخ

تعوذ

قال الله تعالٰی: فاذ قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطٰن الرَّجیم۔

(النحل آیت 98 پارہ 20)

(ترجمہ) پس جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے یعنی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو۔

ثناء کے بعد منفرد اور امام اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھیں گے۔ چوں کہ مقتدی کو قرأت نہیں کرنی (جس کی تفصیل آگے آئے گی)۔لہٰذا وہ تعوذ وتسمیہ بھی نہیں پڑھے گا۔ کیوں کہ یہ قرأت کے لئے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ کان یقول قبل القرأۃ اعوذ بالله من الشیطٰن الرَّجیم۔

(مصنف عبدالرزاق ج 1 ص 86، المکتبہ الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرأۃ سے قبل تعوذ پڑھتے تھے۔

تعوذ اور تسمیہ دونوں قرأت سے پہلے پڑھنا مسنون ہے اس طرح کہ ثناء کے بعد تعوذ، پھر تسمیہ، پھر قرأت۔

عن الاسود قال سمعت عمر افتتح الصلوٰۃ و کبر فقال سبحانك اللھم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالٰی جدك ولا اله غیرك۔ ثم تعوذ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) اسود فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز شروع کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے ثناء پڑھی، پھر اعوذ باللہ الخ پڑھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تسمیہ

تعوذ کے بعد قرأت سے پہلے تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔

(1) عَنْ نُعَيْمِ ن الْمجمر قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْآنِ۔

(سنن نسائی ج 1 ص 144، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت نعیم المجمر فرماتے ہیں۔ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔

(نوٹ) ثناء اور تعوذ کی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی آہستہ پڑھنا سنّت ہے۔ امام کے لئے بھی اور منفرد کے لئے بھی۔ جہری میں بھی، سری میں بھی۔

(2) عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

(سنن نسائی ج 1 ص 144، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی۔ میں نے ان میں کسی ایک سے بھی جہری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(3) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَاْئَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(سنن ابو داؤد ج 1 ص 122، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ تسمیہ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ بسم اللہ پڑھی ہی نہ جائے۔ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔

(4) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ
كَانَ يُسِرُّ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ ۝

(مجمع الزوائد ج 2 ص 111، موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھتے تھے۔

(5) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ اَبَا بَكْرٍ
وَ عُمَرَ كَانُوْا يُسِرُّوْنَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

(طحاوی ج 1 ص 134، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھتے تھے۔

فاتحہ کے بعد سورۃ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا

فاتحہ سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کیوں کہ احادیث و آثار میں اس کی تصریح ہے۔ لیکن فاتحہ کے بعد اور سورۃ پڑھنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا کیا حکم ہے۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ لہٰذا اس میں علماء کا بھی اختلاف ہے۔ لیکن اختلاف سنّیت میں ہے نہ کہ جواز میں۔ کیوں کہ تمام علماء کے نزدیک پڑھنا جائز ہے۔ لہٰذا پڑھ لینا بہتر ہے۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا قَرَأَ الرَّجُلُ فِیْ صَلٰوتِهٖ مَرَّةً وَاحِدَةً
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَجْزَأَهٗ ذٰلِكَ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 450، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم کہتے ہیں جب آدمی نماز میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے تو اس کے لئے کافی ہے۔

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اِذَا تَعَوَّذَ مَرَّةً وَ قَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَجْزَأَهُ لِبَقِيَّةِ صَلٰوتِهٖ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص450،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) امام ابن سیرین فرماتے ہیں جو ایک مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے تو یہ بقیہ نماز کے لئے کافی ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يَدَعُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَبْلَ السُّوْرَةِ وَ بَعْدَهَا اِذَا قَرَأَ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰى فِي الصَّلٰوةِ۔

(شرح معانی الاثار ج1 ص132،مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں چھوڑتے تھے۔ سورۃ سے پہلے بھی اور سورۃ کے بعد بھی۔ جب دوسری سورۃ پڑھتے تب بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا نہیں ترک کرتے تھے۔

الغرض اس میں روایات مختلف ہیں۔ لیکن تسمیہ پڑھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، اختلاف صرف مسنون ہونے میں ہے۔ مندرجہ بالا روایات میں بھی تسمیہ قبل السورۃ کو ناجائز نہیں کہا گیا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ پڑھ لے تو بقیہ نماز کے لئے کافی ہے۔ نہ پڑھی تو حرج نہیں۔ ترک سنت نہیں۔

اور عبداللہ ابن عمر کی روایت بیانِ جواز کے لئے ہے۔ یعنی پڑھ لے تو جائز بلکہ بہتر ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار مع تنویر الابصار میں ہے۔

(لا) تسن (بين الفاتحة و السورة مطلقًا) ولو سرية ولا تكره اتفاقًا۔

(ترجمہ) سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ چاہے سری نماز ہو اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ مکروہ بھی نہیں ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بانه ان سمى بين الفاتحة والسورة المقروئة سرًا او جهرًا كان حسنًا عند ابي حنيفة ورجحه

المحقق ابن الهمام و تلميذه الحلبی لشبهة الاختلاف فی کونها آیۃ من کل سورۃ۔

(شامی ج2 ص235، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور اسی لئے ذخیرہ اور مجتبیٰ میں صراحت کی ہے کہ اگر کوئی فاتحہ اور دوسری سورۃ کے درمیان تسمیہ پڑھ لے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اچھا ہے۔ چاہے نماز سری ہو یا جہری۔ امام محقق ابن ہمام اور ان کے شاگرد حلبی نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔ بوجہ شبہ اختلاف کے کہ کیا تسمیہ ہر سورہ کی آیت ہے یا نہیں۔

اور اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ فرماتے ہیں۔

ہمارے علماء محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کتب معتمدہ میں روشن تصریحیں فرمارہے ہیں کہ ابتدائے سورت پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی مطلقاً مستحب و مستحسن ہے۔ خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ۔ اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں۔ بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اُسے خوب و بہتر جانتے ہیں۔ اختلاف صرف سنیت میں ہے کہ جس طرح سرِّ فاتحہ پر بسم اللہ شریف بلا شبہ سنت ہے۔ یونہی سرِّ سورت پر بھی سنت ہے یا مستحب۔

(فتاویٰ رضویہ ج6 ص162، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

قرأت کی تعریف

نماز کے فرائض میں ایک فرض قرأت ہے۔ پہلے ہم اس کی تعریف بیان کریں گے اور پھر احکام ومسائل۔

قرأت کی دو قسمیں ہیں۔ سری اور جہری۔

ہدایہ میں ہے۔

ثم المخافتة ان یسمع نفسه و الجهر ان یسمع غیره و هٰذا عندالفقیه ابی جعفر الهندوانی لان مجرد حرکة اللسان لا یسمٰی قرأة بدون الصوت و قال الکرخی ادنٰی الجهر ان یسمع نفسه و ادنٰی المخافتة تصحیح الحروف لان القرأة فعل اللسان دون الصماخ۔

(ہدایہ ج 1 ص 117 مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(ترجمہ) پھر اخفاء یعنی (آہستہ) پڑھنا یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے (اگر کوئی رکاوٹ یعنی شور یا ثقل سماعت نہ ہو) اور جہر یہ ہے کہ دوسرے کو سنائے اور یہ تعریف فقیہ ابو جعفر ہندوانی کے نزدیک ہے۔ کیوں کہ بغیر آواز کے محض زبان کی حرکت قرأت نہیں کہلاتی اور امام کرخی نے کہا کہ جہر کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے اور اخفاء کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ حروف کی تصحیح (تلفظ) کرے۔ کیوں کہ قرأت تو زبان کا فعل ہے نہ کہ کان کا۔

فتویٰ پہلے قول پر ہے یعنی سری قرأت کے لئے بھی ضروری ہے کہ اتنی آواز میں ہو کہ اگر ثقل سماعت یا شور وغل نہ ہو تو خود کو آواز سنائی دے۔

جیسا کہ شامی میں ہے۔

ان ادنٰی المخافتة اسماع نفسه او من بقر به من رجل او رجلین مثلاً و اعلاها مجرد تصحیح الحروف کما هو مذهب الکرخی ولا

تعتبر هنا فی الاصح و ادنٰی الجھر اسماع غیرہ ممّن لیس بقر بہ
کاھل صف الاوّل و اعلاہ لا حدلہ فا فھم و اغنم تحریر
ھٰذاالمقام فقداضطرب فیہ کثیر من الافھام۔

(شامی ج2 ص309، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اخفاء کا ادنٰی درجہ یہ ہے کہ خود کو یا ساتھ والے ایک دو آدمیوں کو بھی سنائے اور کم ترین اخفاء یہ ہے کہ صرف حروف کا تلفظ ہو۔ جیسا کہ کرخی کا مؤقف ہے۔ لیکن صحیح قول کے مطابق اس قرأت کا اعتبار نہیں ہوگا اور جہر کا ادنٰی درجہ یہ ہے کہ ساتھ والے کے علاوہ دوسروں کو بھی سنائی دے۔ مثلاً پہلی صف والوں کو۔ جہر کی زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ تو خوب سمجھ لو اور اس تحریر کو غنیمت جانو کہ بہت سے اذہان اس بارے میں اضطراب کا شکار ہو گئے ہیں۔

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرأت میں صرف تلفظ کرتے ہین اور اتنی آواز بھی نہیں نکالتے کہ اگر کوئی رکاوٹ (ثقل سماعت شوروغل) نہ ہو تو خود کو سنائی دے تو صحیح قول کے مطابق اُن کی نماز بھی نہیں ہوئی۔ لیکن جو لوگ تلفظ ہی نہیں کرتے، صرف دل ہی دل میں پڑھتے ہیں۔ وہ شرعاً پڑھنا (قرأت) ہے ہی نہیں۔ لہٰذا تمام علماء کے نزدیک ان کی نماز نہیں ہوگی۔ ہمارے عرف میں کسی کتاب یا اخبار کی عبارت کو دیکھنا اور اس کے مفہوم کو سمجھنا، پڑھنا کہلاتا ہے۔ چاہے تلفظ بالکل نہ کرے۔ جیسا کہ اکثر لوگ کسی کتاب اخبار وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہوئے زبان سے بالکل تلفظ نہیں کرتے۔ ان کے ہونٹ بھی نہیں ہلتے۔ لیکن شرعاً بغیر تلفظ اور تصحیح حروف کے پڑھنا غیر معتبر ہے۔

اس حوالے سے امام بیہقی نے اپنی سنن میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے۔

(باب لا تجزئہ قرأتہ فی نفسہ اذا لم ینطق بہ لسانہ)

(باب جائز نہیں ہے اپنے دل میں قرأت کرنا بغیر زبان سے تلفظ کے)

اور پھر اس باب میں حضرت خباب کی یہ روایت لائے ہیں۔

عن ابی معمر عبداللہ بن سخبرۃ قال سئلت خباب اکان رسول اللہ ﷺ یقرء فی الاولٰی و العصر قال نعم قال قلنا بای شیءٍ کنتم

تعرفون ذاك قال باضطراب لحيته۔

(ترجمہ) ابومعمر عبداللہ بن سخبرہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ ہم نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ چلتا تھا۔ فرمایا آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وفیہ دلیل علی انہ لا بد من ان یحرک لسانہ بالقرأۃ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 54، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) اور اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرأت میں زبان ہلانا ضروری ہے۔

اس روایت کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 105 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سری قرأت میں بھی (یعنی ظہر عصر میں) تلفظ کرتے تھے اور صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک ہلتی ہوئی نظر آتی تھی۔

بلکہ بخاری کی ایک اور روایت کے مطابق کبھی کبھی کوئی آیت سنائی بھی دیتی تھی۔

عن عبداللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال کان النبی ﷺ یقرء فی الرکعتین من الظھر و العصر بفاتحۃ الکتاب و سورۃ سورۃ و یسمعنا الآیۃ احیانًا۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 105 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورۃ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں بھی کوئی آیت سنائی دیتی۔

معلوم ہوا کہ سری نماز میں بھی صرف تلفظ کافی نہیں بلکہ اتنی آواز میں پڑھنا ضروری ہے کہ اگر ثقل سماعت اور شور وغل نہ ہو تو خود کو سنائی دے اور اگر قریب والے ایک دو آدمیوں کو بھی کوئی ایک آدھ آیت سنائی دے تو بھی یہ سری ہی ہے۔

جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ولذا قال فی الخلاصة والخانیة عن الجامع الصغیر ان الامام اذا قرأ فی صلٰوۃ المخافتة بحیث سمع رجل او رجلان لا یکون جھرًا والجھر ان یسمع الکل ای کل صف الاوّل لا کل المصلین۔

(شامی ج2 ص308، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور اسی لئے خلاصہ اور خانیہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ اگر امام نے سری نماز میں اتنی آواز میں پڑھا کہ ایک دو آدمیوں کو سنائی دیا تو یہ جہر نہیں ہے (بلکہ سری ہی ہے) اور جہر یہ ہے کہ سب سنیں۔ یعنی پہلی صف کے سب نمازی نہ کہ پوری مسجد کے سب نمازی (یعنی امام کا جہر میں بھی اتنی آواز ضروری نہیں کہ سارے نمازی آخری صفوں تک سب سن لیں کہ یہ مشکل بلکہ بعض دفعہ بڑی مسجد، عیدگاہ وغیرہ میں ناممکن ہوتا ہے۔ بلکہ اتنا کافی ہے کہ پہلی صف والوں کو سنائی دے)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

فرض قرآت

فرضیت کے دلائل

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

دلیل نمبر 1

فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن۔

(سورۃ مزمل آیت 20)

(ترجمہ) قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو، اتنا پڑھو۔

دلیل نمبر 2

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی فسلم علی النبی ﷺ فردو قال ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی کما صلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلاثًا و قال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 105 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ایک شخص داخل ہوا۔ پس اس نے نماز پڑھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ سو وہ لوٹ گیا۔ پھر اس نے اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوٹ جاؤ، نماز پڑھو کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پھر اس شخص نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس سے بہتر طریقے سے نماز نہیں

پڑھ سکتا۔آپ ﷺ مجھے سکھائیں۔پس آپ ﷺ نے فرمایا۔جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتو اللہ اکبر کہو۔پھر جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو،اتنا قرآن پڑھو۔

دلیل نمبر 3

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول ﷺ قال لا صلوٰۃ الا بقرأۃٍ۔

(صحیح مسلم ج1 ص170 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی۔

دلیل نمبر 4

عن رفاعۃ بن رافع ان النبی ﷺ قال لرجل اذا استقبلت القبلۃ فکبر واقرأ بما شئت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص275، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تم قبلہ کی طرف منہ کروتو اللہ اکبر کہواور جو چاہو قرآن پڑھو۔

مندرجہ بالا آیت اور احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت فرض ہے اور اس کے ترک سے نماز نہیں ہوگی۔نیز چوں کہ آیت مبارکہ میں کسی سورۃ کی تخصیص نہیں ہے لہٰذا مطلقاً قرأت فرض ہے چاہے ایک ہی آیت ہو کیوں کہ ایک آیت کا پڑھنا بھی قرآن کا پڑھنا ہے اور اس سے اس آیت کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ہاں البتہ ایک آیت سے کم ہو تو یہ حکماً قرأت نہیں (اگرچہ حقیقتاً ہے)۔کیوں کہ احکام شرع میں اعتبارِ قرأت کم از کم ایک آیت کا ہوتا ہے۔اس سے کم پر قرأت کا اطلاق حکماً نہیں ہوتا مثلاً حائضہ وغیرہ کے لئے۔فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور فرض کے علاوہ دوسری نمازوں کی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے۔

مطلقاً قرأت فرض ہے اور سورۃ فاتحہ واجب ہے۔سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ ملانا بھی واجب ہے۔یعنی دوسری سورۃ ملائے یا تین چھوٹی آیت یا دو یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو۔

تفصیل اور دلائل ترتیب وار ملاحظہ فرمائیں۔

قرأت فاتحہ

سورۃ فاتحہ واجب ہے۔اس کے بغیر نماز نامکمل ہو گی۔یعنی فرض ساقط ہو جائے گا۔لیکن ترک واجب کی وجہ سے نماز ناقص ہو گی۔پھر اگر بھول سے فاتحہ چھوڑی ہے تو سجدہ سہو واجب ہے اور جان بوجھ کر چھوڑی ہے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی۔

بعض علماء (غیر حنفیہ) کے نزدیک فاتحہ فرض ہے اور وہ مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوۃ لمن لم یقتری بام القرآن۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 169، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔

احناف فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن۔

(سورہ مزمل آیت 20)

(ترجمہ) یعنی قرآن مجید میں سے جو بآسانی پڑھ سکتے ہو پڑھو۔

اس آیت کی رو سے مطلق قرأت فرض ہے۔نہ کہ تخصیص کے ساتھ فاتحہ۔اور اس خبر واحد کی وجہ سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا مطلقاً قرأت فرض ہے۔

درجہ ذیل حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عن رفاعۃ بن رافع ان النبی ﷺ قال لرجل اذا استقبلت القبلۃ فکبر و اقرأ بما شئت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 275، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا۔جب تم قبلہ کی طرف منہ کرو (نماز کے لئے) تو تکبیر کہو اور قرآن میں سے جو چاہو پڑھو۔

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ فرض نہیں ہے اور فرضیت فاتحہ کی دلیل کے طور پر جو حدیث ذکر کی گئی یعنی جس نے فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔ اس کے متعلق احناف کا موقف ہے کہ اس حدیث پر اس طرح عمل کیا جائے کہ کتاب اللہ کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے اور حدیث پر بھی عمل ہو۔ وہ اس طرح کہ کتاب اللہ کی رو سے مطلقاً قرأت فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز ہوگی ہی نہیں اور اس خبر واحد کے ذریعے فاتحہ واجب ہوگی، تاکہ کتاب اللہ پر بھی علیٰ اطلاقہ عمل ہو اور حدیث پر بھی۔

نیز اس حدیث میں لفظ (لا) آیا ہے۔ (لا صلوٰۃ... الخ) جس کے معنی ہیں (نہیں)۔ یعنی جس نے فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔ جس کا مطلب بعض نے یہ سمجھا کہ نماز ہوئی ہی نہیں۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ لفظ (لا) نفی کے لئے ضرور ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر جگہ نفی صحت کے لئے ہی ہو۔ بلکہ بعض دفعہ (حرف لا) نفی فضیلت اور نفی کمال کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے حدیث لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد یعنی مسجد کے پڑوس والے کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی اور جیسے لا وضوٗ لمن لم یسم یعنی جس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھی، اس کا وضو نہیں ہے وغیرہ۔ تو جس طرح ان احادیث میں لا نفی فضیلت، نفی کمال کے لئے آیا ہے اسی طرح زیر بحث حدیث (لا صلوٰۃ... الخ) یعنی جس نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ میں بھی لا، نفی کمال کے لئے ہے نہ کہ اصل صحت کی نفی کے لئے۔ یعنی اس شخص کی نماز ناقص وغیر کامل ہے۔ جس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔

مندرجہ ذیل حدیث بھی احناف کے موقف پر واضح دلیل ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلیٰ صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فھی خداج ثلاثاً غیر تمام۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 169، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابن ماجہ ص 60، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 369، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 126، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز ناقص ہے۔ یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا اور فرمایا کہ وہ نامکمل ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے بغیر نماز ہوتی ہے لیکن نامکمل۔ اگر بھول کر چھوڑی تو سجدہ سہو سے نماز کامل کرے۔ جان بوجھ کر چھوڑی تو اعادہ کرکے کامل پڑھے۔

آمین کہنا

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اذا قال احدکم آمین و قالت الملائکة فی السماء اٰمین فوافقت احدهما الاخری غفر له ما تقدم من ذنبه۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 108 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی تو اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقولوا اٰمین فانه من وافق قوله قول الملآئکة غفر له ما تقدم من ذنبه۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 108 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین کہے تو آمین کہو کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوجائے۔ اس کے گزشتہ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

منفرد اور مقتدی کے لئے بالاتفاق آمین کہنا سنت ہے اور امام کے متعلق اگرچہ اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بھی کہے۔ یہی جمہور علماء کا مؤقف ہے اور بعض احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین فقولوا اٰمین فان الملآئکة تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین فمن وافق تأمینه، تامین الملآئکة غفر له ما تقدم من ذنبه۔

(سنن نسائی ج 1 ص 147، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین کہے تو تم آمین کہو کہ بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو جائے اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

آمین آہستہ کہنا سنّت ہے

احناف کے نزدیک آمین آہستہ کہنا سنّت ہے۔ دلائل یہ ہیں۔

دلیل نمبر 1

عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین فقال اٰمین و خفض بها صوته۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 57، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(جامع ترمذی ج 1 ص 59 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین پڑھا۔ پس اٰمین کہی اور آواز پست کی (یعنی آہستہ آمین کہی)۔

دلیل نمبر 2

عن ابراھیم قال اربع یخفیھن الامام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و الاستعاذة و اٰمین و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قال ربنا لك الحمد۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 87، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔ چار چیزیں امام آہستہ کہے گا۔

(1) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (2) بسم اللہ الرحمن الرحیم (3) آمین (4) اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہے گا۔

دلیل نمبر 3

عن ابی وائل قال کان علی و عبداللہ لا یجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعویذ ولا بالتامین۔

(مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الکبیر)

(ج 2 ص 111 موسستہ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے۔

دلیل نمبر 4

عن ابی وائل قال کان عمر و علی لا یجھر ان بسم اللہ الرحمن الرھیم ولا بالتعویذ ولا بالتأمین۔

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 134 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے۔

اب ہم چند روایات آمین آہستہ کہنے کے بارے میں مشہور غیر مقلد عالم ابن حزم ظاہری کی مشہور کتاب المحلی بالآثار سے نقل کرتے ہیں۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، یخفی الامام اربعًا التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد۔

(ترجمہ) عبدالرحمن بن ابولیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ چار چیزیں امام آہستہ کہے گا۔

(1) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (2) بسم اللہ الرحمن الرحیم
(3) آمین (4) اور ربنا لك الحمد۔

عن علقمة والاسود کلاھما عن عبداللہ ابن مسعود قال یخفی الامام ثلاثاً الاستعاذة وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین۔

(ترجمہ) حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ تین چیزیں امام آہستہ کہے گا۔

(1) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (2) بسم اللہ الرحمن الرحیم
(3) آمین

عن ابراھیم النخعی قال خمس یخفین سبحانك اللھم وبحمدك والتعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین و اللھم ربنا لك الحمد۔

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جائیں گی۔

(1) سبحانك اللھم وبحمدك (2) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
(3) بسم اللہ الرحمن الرحیم (4) آمین
(5) اور اللھم ربنا لك الحمد۔

(المحلی بالآثار ج2 ص280، دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ پڑھنا

عن ابی ھریرۃ قال امرنی رسول اللہ ﷺ ان انادی انہ لا صلوۃ الاّ بقرائۃ فاتحۃ الکتاب فمازاد۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 126، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 59 م ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اعلان کروں کہ بغیر سورۃ فاتحہ اور کچھ مزید کہ نماز نہیں ہوتی (نماز کامل نہیں ہوتی)۔

عن عبادۃ ابن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدًا۔

(سنن نسائی ج 1 ص 145، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ حصہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی (یعنی نماز کامل نہیں ہوتی)۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے بعد کچھ اور پڑھنا بھی ضروری (واجب) ہے اور اس کی تفصیل آگے آئے گی کہ کچھ اور سے مراد یا ایک چھوٹی سورۃ ہے یا تین چھوٹی آیات یا دو ایک آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو۔

(نوٹ) اگر فاتحہ کو فرض کہا جائے بوجہ اس حدیث کے جو ہم نے ذکر کی یعنی لا صلوۃ لمن لم یقترئ بام القرآن۔ کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو پھر ان احادیث کا تقاضا ہے کہ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ ملانا بھی ضروری ہو۔ کیوں کہ ان احادیث میں بھی لا نافیہ ہے۔ لیکن کسی کے نزدیک بھی دوسری سورۃ ملانا فرض نہیں اور سب ان احادیث میں لا نافیہ، نفی کمال کے لئے مانتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جس حدیث کو فاتحہ کی فرضیت کے طور پر پیش کیا گیا، اس میں بھی لا نفی فضیلت و نفی کمال کے لئے ہے نہ کہ اصلاً صحت کی نفی کے لئے۔ لہٰذا مطلقاً قرآت فرض ہے نص قرآن کی وجہ سے اور سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ دونوں واجب ہیں۔ ان احادیث کی وجہ سے۔

البتہ سورۃ فاتحہ کا وجوب دوسری سورۃ کے وجوب سے زیادہ مؤکدہ ہے۔

قال الشامی: لو تذکر السورۃ فی الرکوع اعادھا و اعاد الرکوع فالفاتحۃ اولیٰ لانھا اٰکد۔

(شامی ج2 ص312، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و قال فی البحر الفاتحۃ اٰکد فی الوجوب من السورۃ للاختلاف فی رکنیتھا۔

(البحر الرائق ج1 ص546، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد کچھ اور پڑھنا بھی واجب ہے۔ اب اس واجب کی مقدار کیا ہے تو اس بارے میں احناف کا مؤقف ہے کہ یا تو ایک سورۃ چاہے کتنی ہی چھوٹی ہو۔ مثلاً سورۃ الکوثر۔ یا تین چھوٹی آیات یا دو ایک آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو۔

سورۃ کی دلیل

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ (الحدیث) و فیہ قال علیہ السلام لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد و سورۃ فی فریضۃ او غیرھا۔

(جامع ترمذی ج1 ص55، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس کی نماز (کامل) نہیں جو فرض وغیر فرض میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ نہ پڑھے۔

تین آیات کی دلیل

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجزی المکتوبۃ الا بفاتحۃ الکتاب و ثلاث اٰیات فصاعدًا۔

(کنزل العمال ج7 ص317)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سورۃ فاتحہ اور تین آیات یا کچھ زیادہ کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

اس حدیث کو مشہور غیر مقلد عالم ابن حزم نے بھی عمران بن حصین اور عثمان بن ابو العاص سے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے۔

لا تتم صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب و ثلاث اٰیات فصاعدًا۔

(المحلی بالآثار ج 2 ص 273، دالکتب العلمیہ بیروت)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم مقدار قرأت جو واجب ہے وہ تین آیات ہیں۔

دو آیات کی دلیل

عن عبایۃ بن ربعی قال قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تجزی صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب و اٰیتین فصاعدًا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 397، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبایہ بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وہ نماز جائز (کامل) نہیں جس میں فاتحہ اور دو یا دو سے زیادہ آیات نہ پڑھی جائیں۔

عن عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب و اٰیتین معھا۔

(مجمع الزوائد ج 2 ص 118، موسستہ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت عبادۃ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ دو آیتوں کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت عمر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا تجوز صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب و اٰیتین فصاعداً۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 397، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ وہ نماز جائز (کامل) نہیں جس میں سورۃ فاتحہ اور دو آیتیں نہ پڑھی جائیں۔

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ کم از کم دو آیات پڑھنا واجب ہے۔

ایک آیت کی دلیل

عن محمد بن الحکم ان ابا وائل قرأ بفاتحة الکتاب و ایة ثم رکع۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص 397، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) محمد بن حکم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ فاتحہ اور ایک آیت پڑھی، پھر رکوع کیا۔

ان تمام احادیث و آثار جن میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک سورۃ یا تین یا دو یا ایک آیت کا ذکر ہے کو مدنظر رکھ کر اور ان میں تطبیق کر کے احناف نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ فاتحہ کے ساتھ یا تو ایک چھوٹی سورۃ یا تین چھوٹی آیات یا دو یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

امام کے پیچھے قرأت کرنا

قرأت منفرد اور امام پر فرض ہے اور مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اس کے لئے قرأت کرنا جائز نہیں۔

(دلائل)

دلیل نمبر 1

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

(الاعراف آیت نمبر 204)

(ترجمہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نماز میں قرآن پاک کا پڑھنا ہے یعنی جب نماز میں امام قرآن پڑھے تو خاموشی کے ساتھ اسے سنو۔

امام نسائی بھی مذکورہ آیت کی تاویل یعنی تفسیر کا عنوان باندھ کر اس میں مندرجہ ذیل حدیث لائے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق ہے۔

دلیل نمبر 2

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا اقرأ فانصتوا و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لك الحمد۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(سنن نسائی ج 1 ص 146، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اتباع کی جائے تو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور

جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو اللھم ربنا لک الحمد۔

دلیل نمبر 3

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔

دلیل نمبر 4

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قراء الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدۃ فلیکن اول ذکر احدکم التشھد۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب قعدہ میں بیٹھو تو تمہارا پہلا ذکر تشہد ہو۔

دلیل نمبر 5

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، عن النبی ﷺ انہ صلیٰ و کان من خلفہ یقرء فجعل رجل من اصحاب النبی ﷺ ینہاہ عن القرأۃ فی الصلوٰۃ فلما انصرف اقبل علیہ الرجل فقال اتنھا نی عن القرأۃ خلف رسول اللہ ﷺ فتنازعا حتیٰ ذکرا ذالک للنبی ﷺ فقال النبی ﷺ من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 159، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز پڑھا رہے

تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے مقتدیوں میں سے ایک شخص قرأت کرنے لگا تو ایک صحابی اُن کو نماز میں قرأت کرنے سے روکنے لگے۔ جب نماز ختم ہوئی، وہ شخص اُن صحابی سے کہنے لگا کہ کیا تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت کرنے سے روک رہے ہو۔ تو اُن دونوں کی تکرار ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت ہے۔

دلیل نمبر 6

عن عبداللہ بن شداد قال قال رسول اللہ ﷺ من کان له امام فان قرأة الامام له قرأة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 160، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کا امام ہو (یعنی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔

دلیل نمبر 7

عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قرأة الامام و اذا صلی وحده فلیقرء قال و کان عبداللہ بن عمر لا یقرأ خلف الامام۔

(موطا امام مالک ص 68، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہے تو آپ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو قرأت کرے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

دلیل نمبر 8

عن ابی وائل قال جاء رجل الیٰ عبداللہ فقال اقرأ خلف الامام فقال لہ عبداللہ ان فی الصلوٰۃ شغلاً و سیکفیك ذاك الامام۔

(مصنف ابن شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ (ابن مسعود) کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں تو آپ نے فرمایا۔ نماز میں شغل ہوتا ہے اور تمہارے لئے وہ امام کافی ہے۔

دلیل نمبر 9

عن نافع و انس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تکفیك قرأۃ الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(موطا امام محمد 98، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت نافع اور انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا۔ تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

دلیل نمبر 10

عن زید بن ثابت قال لا قرأۃ خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا۔ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

دلیل نمبر 11

عن ابی وائل قال سئل عبداللہ ابن مسعود عن القرأۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوٰۃ شغلاً سیکفیك ذاك الامام۔

(موطا امام محمد ص 100، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔خاموش رہو کہ بے شک نماز میں شغل ہوتا ہے اور تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

دلیل نمبر 12

عن انس قال صلی رسول الله ﷺ ثم اقبل بوجهه فقال اتقرؤن والامام یقرأ فسکتوا فسألهم ثلاثاً فقالوا انا لنفعل هذا قال فلا تفعلوا۔

(طحاوی ج 1 ص 143)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر اپنا رخ مبارک ہماری طرف پھیرا اور فرمایا کیا تم بھی قرأت کرتے ہو جب امام کر رہا ہوتا ہے تو سب خاموش ہو گئے۔آپ نے تین بار پوچھا تب لوگوں نے کہا جی ہاں ہم ایسا کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا ایسا (یعنی امام کے پیچھے قرأت) مت کرو۔

دلیل نمبر 13

عن ابی جمرة قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال لا۔

(طحاوی ج 1 ص 144، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ابو جمرہ فرماتے ہیں۔میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا کہ کیا میں اس وقت قرأت کروں جب امام میرے سامنے ہوتا ہے (یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے) تو آپ نے فرمایا نہیں۔

دلیل نمبر 14

عن ابن ابی لیلیٰ عن علی رضی الله عنهٗ قال من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن ابولیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس نے فطرت (طریقہ سنّت) پر عمل کرنے میں خطا کی۔

دلیل نمبر 15

عن علقمة عن ابن مسعود رضی الله عنهٗ قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوه تراباً۔

(طحاوی ج1 ص143، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں مٹی ہوتی۔

دلیل نمبر 16

محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب رضی الله عنهٗ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرًا۔

(موطا امام محمد ص102، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں پتھر ہوں۔

دلیل نمبر 17

عن سعد قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص412، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(موطا امام محمد)

(ترجمہ) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

دلیل نمبر 18

موسیٰ بن عقبة ان رسول الله ﷺ و ابو بکر و عمر و عثمان کانوا

ینھون عن القرأة خلف الامام۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 139، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت سے روکتے تھے۔

دلیل نمبر 19

عن قتادۃ عن ابن المسیب قال انصت للامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا۔ امام (کی قرأت سننے) کے لئے خاموش ہو جاؤ۔

دلیل نمبر 20

ابراھیم نخعی عن علقمة بن قیس قال لان اعض علی الجمرة احب الی من ان اقرأ خلف الامام۔

(موطا محمد ص 100، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) علقمہ بن قیس فرماتے ہیں۔ انگارہ چبانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

ابراہیم نخعی نے حضرت اسود کے حوالے سے بھی اسی کے مثل روایت کیا۔

دلیل نمبر 21

عن ابراھیم قال قال الاسود لان اعض علی الجمرة احب الی من ان اقرأ خلف الامام اعلم انه یقرأ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسود نے فرمایا کہ میں یہ جانتے ہوئے کہ امام قرأت کر رہا ہے، پھر بھی قرأت کروں، اس سے تو مجھے یہ پسند ہے کہ میں انگارہ چباؤں۔

دلیل نمبر 22

عن ابی کبران قال قال الضحاك ینهی عن القرأة خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مکتبہ امدایہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ضحاک فرماتے ہیں۔ امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سری نماز میں امام کے پیچھے قرأت

احناف کے نزدیک کسی بھی نماز میں چاہے وہ جہری ہو مثلاً فجر، مغرب، عشاء، یا سری ہو جیسے ظہر، عصر، امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں۔ لیکن بعض غیر حنفیہ کے نزدیک جہری میں، چوں کہ امام آواز سے قرأت کرتا ہے۔ لہٰذا حکم ہے کہ مقتدی اس کی قرأت کو سنے اور خود قرأت نہ کرے اور سری نماز میں چوں کہ امام آہستہ قرأت کرتا ہے۔ جس کی آواز مقتدی کو نہیں آتی۔ لہٰذا وہ بھی قرأت کرے گا۔ اگر چہ مندرجہ بالا احادیث احناف کے مؤقف پر روشن دلیلیں ہیں کہ اُن میں سری اور جہری کی قید نہیں ہے بلکہ مطلقاً قرأت خلف الامام سے ممانعت ہے۔ لیکن دفع شبہات کے لئے ہم ذیل میں چند ایسی روایات بیان کرتے ہیں جن میں تخصیص کے ساتھ سری نمازوں یعنی ظہر اور عصر میں قرأت خلف الامام کی ممانعت ہے۔

دلیل نمبر 1

عمران بن حصین قال صلی النبی ﷺ الظهر فقرأ رجل خلفه سبح اسم ربك الاعلی فلما صلی قال من قرأ سبح اسم ربك الاعلی قال رجل انا قال قد علمتُ ان بعضكم قد خالجنيها۔

(سنن نسائی ج 1 ص 146 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) عمران بن حصین رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نے سبح اسم ربك الاعلی پڑھا۔ جب آپ ﷺ نے نماز ختم کی، فرمایا کس نے سبح اسم ربك الاعلی پڑھا۔ ایک شخص نے کہا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ گویا کوئی شخص مجھ سے قرآن چھین رہا ہے۔

دلیل نمبر 2

عن عبداللہ بن شداد بن الهاد قال ام رسول ﷺ فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیه فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال كان رسول الله ﷺ قدامك فكرهت ان تقراء خلفه فسمعه

النبی ﷺ قال من کان له امام فان قرأته له قرأة۔

(موطاامام محمدص 101 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ پس اس کے ساتھ والے نے ٹھونک لگائی۔ پس جب نماز ختم ہوئی کہنے لگا۔ تم نے مجھے کیوں ٹھونک لگائی تو وہ کہنے لگے رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے ہیں تو میں نے ناپسند کیا کہ تم آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کرو۔ یہ بات جب رسول اللہ ﷺ نے سنی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں بھی مندرجہ ذیل الفاظ میں ہے۔

دلیل نمبر 3

عن عبدالله بن شداد بن الهاد الليثي قال صلى النبي ﷺ الظهر أو العصر فجعل رجل يقرأ خلف النبي ﷺ و رجل ينهاه فلما صلى قال يا رسول الله ﷺ كنت أقرأ و كان هٰذا ينهاني فقال رسول الله ﷺ من كان له امام فان قرأة الامام له قرأة۔

(مصنف عبدالرزاق ج2ص186، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عبداللہ بن شداد بن ہاد لیثی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرنے لگا اور دوسرا شخص اسے روکنے لگا تو جب اس نے نماز پڑھ لی، کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں قرأت کر رہا تھا اور یہ شخص مجھے روک رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت ہے۔

دلیل نمبر 4

عن علقمة بن قيس ان عبدالله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر فيه و فيما يخافت فيه۔

(موطاامام محمدص 100 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ نہ جہری نماز میں، نہ سری میں۔

دلیل نمبر 5

عن عبید اللہ بن مقسم قال سالت جابر بن عبد اللہ أتقرء خلف الامام فی الظهر و العصر شیئًا فقال لا۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 141، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عبیداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا کیا تم ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے کچھ قرأت کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

دلیل نمبر 6

عن الولید بن قیس قال سئلت سوید بن غفلة اقرأ خلف الامام فی الظهر و العصر فقال لا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 413، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ولید بن قیس فرماتے ہیں۔ میں نے سوید بن غفلہ سے سوال کیا کہ میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کروں تو آپ نے فرمایا نہیں۔

دلیل نمبر 7

عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال تکفیك قرأة الامام خافت اوجهر۔

(سنن دارقطنی ج 1 ص 330، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔ وہ آہستہ پڑھ رہا ہو یا جہر سے۔

دلیل نمبر 8

عن ابن جریج قال قلت لعطاءٍ ایجزی عمن وراء الامام قرأته فیما

یرفع بہ الصوت و فیما یخافت قال نعم۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص141، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت ابن جریج فرماتے ہیں۔ میں نے عطاء سے پوچھا۔ کیا جہری اور سری نمازوں میں امام کی قرأت مقتدیوں کے لئے کافی ہے فرمایا ہاں۔

دلیل نمبر 9

عن عبید اللہ بن مقسم انہ سئل عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ فقالوا لا تقرأ خلف الامام فی شیءٍ من الصلٰوۃ۔

(طحاوی ج1 ص144، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ امام کی پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کرو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا

مندرجہ بالا احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا منع ہے اور اس میں فاتحہ بھی شامل ہے لیکن بعض (غیر حنفیہ) کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ لہٰذا ذیل میں چند ایسی روایات نقل کی جاتی ہیں جن میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ بھی نہ پڑھنے کا ثبوت ہے۔

دلیل نمبر 1

عن جابر بن عبدالله عن النبی ﷺ انه قال من صلی رکعةً فلم یقرأ فیها بام القران فلم یصل الا وراء الامام۔

(طحاوی ص 143، مکتبہ رحمانیہ لاہور، موطا امام محمد ص 95)

(ترجمہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی۔ مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

اس حدیث مبارکہ کو ترمذی اور مالک اور بیہقی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 71، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 160، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 121 المکتب الاسلامی)

دلیل نمبر 2

عن عبادة بن الصامت یبلغ بِهِ النبی ﷺ قال لا صلٰوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعدًا قال سفیان لمن یصلی وحدہ۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 127، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرأت نہیں کی، اس کی نماز نہیں۔ سفیان نے کہا یہ اس کے لئے ہے جو

اکیلے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی یہ حکم منفرد کے لئے ہے۔ نہ کہ مقتدی کے لئے کہ اس کے لئے تو امام کی قرأت کافی ہے)

دلیل نمبر 3

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین فقولوا آمین۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور وہ جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین کہے تو تم آمین کہو۔

(نوٹ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت فاتحہ میں بھی خاموش رہے گا اور جب امام فاتحہ ختم کرے یعنی ولا الضآلین کہے تو مقتدی صرف آمین کہے گا۔

دلیل نمبر 4

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئًا ومن ادرك الرکعۃ فقد ادرك الصلوٰۃ۔

(سنن ابو داؤد ج 1 ص 137، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو۔ البتہ اس رکعت کو شمار نہ کرنا اور جس نے رکوع پا لیا اس نے نماز (یعنی وہ رکعت) پالی۔

اس حدیث میں رکعت سے مراد رکوع ہے۔ جیسا کہ بیہقی کی مندرجہ ذیل حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔

دلیل نمبر 5

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 89، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص امام کی پیٹھ سیدھی ہونے سے پہلے نماز میں شامل ہو جائے، اس نے رکعت پالی۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر کے فرمان سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

عن نافع عن ابن عمر انه كان يقول من ادرك الامام راكعاً فركع قبل ان يرفع الامام راسه فقد ادرك تلك الركعة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 90، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے امام کو رکوع میں پالیا اور امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے رکوع کر لیا تو اس نے وہ رکعت پالی۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ مقتدی پر اگر سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہو تو امام کو رکوع میں پا کر رکوع میں جانے سے اس رکعت کا ایک فرض یعنی قرأت فاتحہ رہ جاتا ہے تو وہ رکعت اس کو نہیں ملنی چاہئے تھی۔ جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سجدے میں امام کو پانے کی صورت میں رکعت نہیں ملے گی، کیوں کہ رکوع جو فرض ہے وہ مقتدی نے نہیں کیا۔ تو اسی طرح اگر فاتحہ بھی مقتدی پر فرض ہے تو رکوع میں بغیر فاتحہ پڑھے جانے سے وہ رکعت نہیں ملنی چاہئے، لیکن چوں کہ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو رکوع میں پانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مقتدی پر فاتحہ اور دوسری سورۃ بھی فرض نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مطلق قرأت فرض ہے۔ چاہے ایک آیت، اور سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ ملانا یا اس کے بجائے تین چھوٹی آیات یا دو یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو، واجب ہے اور اگر جماعت کی نماز ہو تو مقتدی پر مطلقاً قرأت نہیں ہے۔ نہ سری میں، نہ جہری میں، نہ فاتحہ اور نہ دوسری سورۃ۔ واللہ اعلم بالصواب

رکوع میں جانے کا طریقہ

جب نمازی قرأت سے فارغ ہوا تو اب اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے۔ جیسا کہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوٰۃ یکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع۔

(صحیح بخاری ج1 ص109، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے اور پھر جب رکوع میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے۔

رکوع میں جانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے، اگرچہ بعض علماء کے نزدیک پہلے کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہے، پھر رکوع میں جائے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ تکبیر کے ساتھ ہی رکوع میں جائے۔

جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے۔

(ثم) کما فرغ (یکبر) مع الانحطاط (للرکوع)۔

(ترجمہ) یعنی پھر جب قرأت سے فارغ ہوا تو رکوع کے لئے جھکتے ہوئے تکبیر کہے۔

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں۔

افاد ان السنۃ کون ابتداء التکبیر عند الخرور و انتھائہ عند استواء الظھر و قیل انہ یکبر قائما و الاول ھو الصحیح۔

(شامی ج2 ص240، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہنا شروع کر دے اور اس کو ختم کرے جب پیٹھ (رکوع میں) سیدھی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (پہلے) کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

تکبیر رکوع میں رفع یدین کرنا

احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر تکبیرات انتقالات میں رفع یدین نہ کرنا سنّت ہے۔ احناف کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

دلیل نمبر 1

عن علقمة قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ۔ رواہ الترمذی و ابو داؤد و النسائی و فی روایۃ الترمذی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃً۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 59، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابو داؤد ج 1 ص 118، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن نسائی ج 1 ص 158، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی تکبیر میں رفع یدین نہیں کیا۔

دلیل نمبر 2

عن البراء ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔

(سنن ابو داؤد ج 1 ص 118، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر دوبارہ یعنی دوسری تکبیرات میں نہیں اٹھاتے۔

اور ابو داؤد ہی میں براء ابن عازب کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔

رایت رسول اللہ ﷺ رفع یدیه حین افتتح الصلوٰة ثم لم یرفعهما حتٰی انصرف

(ابوداؤد ج 1 ص 118، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے، پھر نماز ختم ہونے تک دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھائے۔

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں الفاظ ہیں۔

ثم لا یرفعهما حتٰی یفرغ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) پھر نماز سے فارغ ہونے تک دوبارہ نہیں اٹھائے۔

اور مصنف عبدالرزاق میں الفاظ ہیں۔

مرة واحدةً ثم لا تعد لرفعهما فی تلك الصلوٰة

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 71، المکتبۃ الاسلامی)

(ترجمہ) ایک بار اٹھاتے پھر اس نماز میں دوبارہ نہیں اٹھاتے۔

دلیل نمبر 3

عن عبداللہ بن مسعود قال صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکر و عمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوٰة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 180، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ یہ سب شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

دلیل نمبر 4

عن المغیرة قال قلت لابراهیم حدیث وائل انه رای النبی ﷺ یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع فقال ان کان وائل راه مرة یفعل ذالك فقد راٰه عبداللہ خمسین

مرة لا يفعل ذالك۔

(شرح معانی الآثار، ج1 ص146، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے حدیث وائل کا ذکر کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز شروع کرتے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا۔ اگر وائل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے پچاس بار رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

دلیل نمبر 5

عن مجاهد قال ما رايت ابن عمر يرفع يديه الا في اول ما يفتتح۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص268، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو شروع کی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

دلیل نمبر 6

عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شئ من صلوٰته الا حين افتتح الصلوٰة قال عبدالملك و رايت الشعبي و ابراهيم و اباإسحاق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلوٰة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص268، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت اسود فرماتے ہیں، میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے نماز شروع کرتے وقت کے علاوہ باقی پوری نماز میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔ عبدالملک فرماتے ہیں کہ میں نے شعبی اور ابراہیم اور ابو اسحاق کو دیکھا، وہ بھی شروع کی تکبیر کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

دلیل نمبر 7

عن عاصم بن كليب عن ابيه ان عليًا كان يرفع يديه اذ افتتح

الصلوٰۃ ثم لا یعود۔

(مصنف ابن شیبہ ج 1 ص 267، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عاصم بن کلیب فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھ اٹھاتے، پھر دوبارہ نہ اٹھاتے۔

دلیل نمبر 8

عن ابراھیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیہ فی اوّل شئ ثم لا یرفع۔

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 171، المکتبہ الاسلامی)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے، پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے۔

دلیل نمبر 9

عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبداللہ و اصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوٰۃ قال وکیع ثم لا یعودون۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اصحاب صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ وکیع نے کہا، پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

دلیل نمبر 10

عن جابر عن الاسود و علقمۃ انھما کانا یرفعان ایدیھما اذ افتتحا ثم لا یعودان۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) جابر فرماتے ہیں کہ حضرت اسود اور علقمہ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

دلیل نمبر 11

عن سفیان بن مسلم الجهنی قال کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیءٍ اذا کبر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص268، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) سفیان بن مسلم جہنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی لیلیٰ صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

وروی عن عاصم بن کلیب أن علیا رضی الله عنهٗ کان یرفع یدیه فی اوّل تکبیرة الصلاة ثُم لا یرفع یدیه ولا یفعل علی بعد النبی ﷺ خلافه إلا بعد قیام الحجة عنده علی نسخ ما کان النبی ﷺ علیه و قیل لابرهیم ای النخعی عن حدیث وائل انه رأی النبی ﷺ یرفع یدیه إذا رکع وإذا رفع من الرکوع فقال ان کان وائل رآه مرة یفعل ذالك فقد رآه عبدالله ای ابن مسعود خمسین مرة لا یفعل ذالك و قد روی عن مجاهد انه قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الأولی۔ و ظاهره انه لم یترك بعد النبی ﷺ ما کان قد یفعله الا لما یوجب له ذالك من نسخ و قد روی الاسود قال: رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیه فی اوّل تکبیرة ثم لا یعود۔ و اذا کان عمر و علی و ابن مسعود موضعهم من الصلاة مع رسول الله ﷺ موضعهم علی ذالك ثم ابن عمر بعدهم علی مثله۔ لم یکن شئ مما روی فی القبول اولی ما روی عنه:

(مرقات ج2 ص8-467، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لمحۂ فکریہ

ہمارے زمانے کے غیر مقلدین نام نہاد اہلِ حدیث ترک رفع یدین پر جس طرح شدت اور فتنہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی سادہ لوح حنفی ہاتھ آجائے تو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے طریقے سے نماز پڑھو اور رفع یدین کرو، اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو تارک سنت تو کیا بدعتی بلکہ بعض شدت پسند تو بے دین تک سمجھتے ہیں، شاید وہ اپنے بڑوں کو بھی نہیں پڑھتے ہیں، کیوں کہ مشہور غیر مقلد ابن حزم ظاہری تو رفع یدین کو تکبیر اولیٰ کے علاوہ ضروری نہیں سمجھتے۔ اثبات رفع یدین کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ جب تم تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کو اس حدیث کی بنا پر فرض سمجھتے ہو (جمہور علماءِ اسلام، ائمہ اربعہ وغیرہ، تکبیر تحریمہ میں رفع یدین سنت مانتے ہیں جب کہ غیر مقلد ابن حزم وغیرہ فرض سمجھتے ہیں) تو پھر دوسری تکبیرات انتقالات میں بھی فرض کیوں نہیں کہتے۔ خود ہی یہ سوال قائم کر کے جواب دیتے ہیں کہ اس لئے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسری تکبیرات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ پھر دلیل کے طور پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی حدیث پیش کرتے ہیں جسے ہم نے ابو داؤد اور نسائی وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے، پھر دوبارہ نہیں اٹھائے، پھر لکھتے ہیں کہ جب یہ دونوں طریقے صحیح حدیث سے ثابت ہیں تو دونوں طریقے یعنی تکبیرات انتقالات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ ہمارے لئے دونوں طریقوں سے نماز پڑھنا جائز ہے۔ پس اگر ہم نے رفع یدین کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھی اور اگر ہم نے رفع یدین نہیں کیا تو بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ کسی نمازی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس کو کنکری مارتے اور فرماتے۔ رفع یدین کرو (جب کہ ہم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپ خود بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے) پھر خود ہی اس کو رد کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس چیز کے ترک پر کیسے کنکری مار سکتے

ہیں جس کا ترک کرنا جائز ہو۔ کاش ہمارے زمانے کے غیر مقلدین بھی اپنے ہی امام کی بات کو مانتے، سمجھتے تو فتنہ نہ کرتے۔ نیز ابن حزم کے نزدیک رفع یدین ترک کرنا بھی سنت ہے تو پھر تو غیر مقلدین کو خود بھی کبھی کبھی رفع یدین ترک کرنا چاہیے۔ لیکن وہ خود تو کیا ترک کریں، ترک کرنے والوں کو بھی کہتے ہیں یہ نماز نبی ﷺ کی نماز نہیں۔

و لفظه:

فان قيل فهلا او جبتم بهذا الاستدلال نفسه رفع اليدين عند كل رفع و خفض فرضًا قلنا لا نه قد صح ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه عند كل خفض و رفع و انه كان لا يرفع حدثنا حمام ثنا عباس بن أصبغ ثنا محمد بن عبد الملك بن أيمن ثنا محمد بن إسماعيل الصائغ ثنا زهير بن حرب ابو خيثمه ثنا و كيع عن سفيان الثوری عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال: ألا أريكم صلاة رسول الله ﷺ؟ فرفع يديه فی اوّل تكبيرة ثم لم يعده فلما صح أنه عليه السلام كان يرفع فی كل خفض و رفع بعد تكبيرة الاحرام ولا يرفع، كان كل ذالك مباحًا لا فرضًا، و كان لنا ان نصلی كذالك، فإن رفعنا صلينا كما كان رسول الله ﷺ يصلی، و إن لم نرفع فقد صلينا كما كان عليه السلام يصلی و روينا من طريق عبد الرزاق حدثنی احمد بن حنبل عن الوليد بن مسلم عن زيد بن واقد سمعت نافعًا مولی ابن عمر يقول: كان ابن عمر اذا رأى مصليًا لا يرفع يديه فی الصلاة حصبه و أمره أن يرفع يديه! قال علی: ما كان ابن عمر ليحصب من ترك ماله تركه!

(المحلی بالآثار ج 2 ص 264، دار الکتب العلمیہ البیروت)

اسی طرح اہلِ حدیث کے معتمد اور مستند ترین عالم ان کے شیخ المشائخ علامہ نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں،

در صورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سراز رکوع منازعت و مخاصمت و مشاتمت و مغاضبت کردن خالی از تعصب مذهبی و جهالت نخوأ بود۔ زیرا کہ رفع و عدم رفع در هر دو مقام باوقات مختلفہ از آن حضرت ﷺ و صحابه کرام رضی اللہ تعالٰی عنهم ثابت است چه دلائل طرفین دریں باب موجود۔

(فتاوی نذیریہ، فتاوی علمائے حدیث)

(ج3 ص160 ،مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

(ترجمہ) علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیوں کہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

رکوع کا طریقہ

رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو بالکل سیدھا رکھے اور سر کو معتدل رکھے، نہ اونچا کرے اور نہ نیچے بلکہ پیٹھ کے برابر کرے اور ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر ہوں اور انگلیاں قدرے نیچے اور انگلیاں ملی ہوئی نہ ہوں بلکہ کشادہ یعنی جدا جدا ہوں، بغلیں کھلی اور کہنیوں کو پیٹ سے الگ رکھے، پنڈلیوں کو سیدھا رکھے، گھٹنوں کو نہ موڑے۔ یہ رکوع کا سنّت طریقہ ہے اور یہ مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

رکوع میں پیٹھ سیدھی کرنا

عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجزئ صلٰوۃ لا یقیم الرجل فیہا صلبہ فی الرکوع و السجود۔

(جامع ترمذی ج1 ص61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن نسائی ج1 ص158، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابن ماجہ ص62، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے، اس کی نماز جائز (کامل اور مطابق سنّت) نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن بن علی بن شیبان عن ابیہ علی بن شیبان و کان من الوفد قال خرجنا حتٰی قدمنا علی رسول اللہ ﷺ فبایعنا و صلینا خلفہ فلمح بمؤخر عینہ رجلاً لا یقیم صلٰوتہ یعنی صلبہ فی الرکوع والسجود فلما قضی النبی ﷺ الصلٰوۃ قال یا معشر المسلمین لا صلٰوۃ لمن لا یقیم صلبہ فی الرکوع و السجود۔

(سنن ابن ماجہ ص62، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت علی بن شیبان فرماتے ہیں کہ ہم وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔آپ ﷺ نے کن انکھیوں (آنکھ کے کنارے) سے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع وسجود میں پیٹھ سیدھی نہیں کرتا ہے۔پس جب آپ ﷺ نے نماز پوری کی تو فرمایا۔اے مسلمانوں کی جماعت! جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ برابر نہ کرے،اس کی نماز (کامل اور مطابق سنت) نہیں ہے۔

عن ابی قتادة قال قال رسول الله ﷺ اسوٴ الناس سرقة الذی یسرق من صلوته قالوا یا رسول الله کیف یسرق من صلوته قال لا یتم رکوعها ولا سجودها او لا یقیم صلبه فی الرکوع ولا فی السجود۔

(مجمع الزوائد ج 2 ص 123،مؤسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔لوگوں میں سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز کی چوری کیسے کرے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔جو رکوع اور سجود پورا نہ کرے یا رکوع وسجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لا ینظر الله الی صلوة رجل لا یقیم صلبه بین رکوعه وسجوده۔

(مجمع الزوائد ج 2 ص 123،مؤسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اللہ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا۔

وابصة بن معبد یقول رایت رسول الله ﷺ یصلی فکان اذا رکع سوی ظهره حتی لو صب علیه الماء لاستقر۔

(سنن ابن ماجہ ص 62،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی پشت اس طرح سیدھی کرتے کہ اگر اس پر پانی بہایا جاتا تو وہیں رک جاتا۔

رکوع میں سر نہ نیچے کرنا نہ اوپر بلکہ پیٹھ کے برابر کرنا

عن عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله ﷺ یستفتح الصلوٰة بالتکبیر والقرأة بالحمدلله رب العلمین و کان اذا رکع لم یُشخِص راسه ولم یصوبه ولکن بین ذالك۔

(صحیح مسلم ج1 ص194 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابن ماجہ ص62 مطبوعہ کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا افتتاح، اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت الحمدللہ رب الغلمین سے شروع کرتے اور جب رکوع کرتے تو سر نہ نیچے کرتے نہ اوپر بلکہ برابر یعنی پیٹھ کے برابر کرتے۔

عن ابی حمید الساعدی قال کان النبی ﷺ اذا رکع اعتدل فلم ینصب راسه ولم یقنعه ووضع یدیه علی رکبتیه۔

(سنن نسائی ج1 ص159 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اعتدال فرماتے، نہ تو سر مبارک کو نیچے کرتے نہ اوپر (بلکہ پیٹھ کے برابر کرتے) اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے۔

رکوع میں گھٹنوں کو نہ موڑے اور پنڈلیوں کو سیدھا کرے

عن لیث قال صلی رجل الی جنب عطاء فلما رکع ثنی رکبتیه قال فضرب یده وقال ابسطهما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص288 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) لیث فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عطا رحمۃ اللہ کے پاس نماز پڑھی۔ پس

جب اس نے رکوع کیا تو گھٹنوں کو موڑا آپ نے اس کے ہاتھ پر مارا اور فرمایا گھٹنوں کو بچھاؤ یعنی سیدھا کرو۔

پنڈلیوں کو کمان کی طرح موڑنا جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں یہ مکروہ ہے۔ لہٰذا پنڈلیوں کو سیدھا کرے اور ران کو نہ موڑے۔

قال الشامی عن البحر و ینصب ساقیه فجعلها شبه القوس کما یفعل کثیر من العوام مکروه۔

(شامی ج 2 ص 241، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و لفظه ای البحر: و یعتمد بیدیه علی رکبتیه ناصبًا ساقیه و احنائهما شبه القوس کما یفعل عامة الناس مکروه۔

(البحر الرائق ج 1 ص 550، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

رکوع میں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا

عباس بن سهل قال اجتمع ابو حمید و ابو اُسید و سهل بن سعد و محمد بن مسلمة فذکر وا صلوٰة رسول الله ﷺ فقال ابو حمید انا اعلمکم بصلوٰة رسول الله ﷺ فذکر بعض هذا قال ثم رکع فوضع یدیه علی رکبتیه کانه قابض علیهما۔

(ترجمہ) عباس بن سہل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حمید اور حضرت ابو اسید اور حضرت سہل بن سعد اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکٹھے ہوئے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر کیا۔ ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا آپ سب سے زیادہ علم ہے۔ پس انہوں نے اس حدیث کی بعض باتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھے جیسے انہیں پکڑ لیا ہو۔

(سنن ابو داؤد ج 1 ص 116، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(جامع ترمذی ج 1 ص 60، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عن ابی عبدالرحمن السُّلَمی قال قال عمر انما السنة الاخذ

بالرکب(وفی روایة)قال سُنَّت لکم الرکب فاَمْسِکوا بالرکبِ۔
(سنن نسائی ج1 ص159 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابوعبدالرحمن سلمی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے۔ (اور ایک روایت میں ہے) فرمایا۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ لہٰذا گھٹنوں کو پکڑ لیا کرو۔

رکوع میں انگلیوں کو کشادہ رکھنا اور انہیں گھٹنوں سے نیچے کی طرف بچھانا

عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ کان اذا رکع فرج اصابعه۔

(صحیح ابن خذیمہ حدیث نمبر 594)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی انگلیوں کو کشادہ کرتے۔

عن سالم قال اتینا ابا مسعود فقلنا له حدثنا صلوة رسول الله ﷺ فقام بین ایدینا و کبر فلما رکع وضع راحتیه علی رکبتیه و جعل اصابعه اسفل من ذالك۔

(سنن نسائی ج1 ص159 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ابوداؤد ج1 ص133 مطبوعہ کتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ہم ابومسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کی ہمیں بیان کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ وہ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ پس جب رکوع کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھا اور انگلیاں اس سے نیچے رکھیں۔

اور طحاوی کی روایت میں ہے۔

ثم رکع فوضع کفیه علی رکبتیه وَفَصَّلَتْ اصابعه علی ساقیه۔

(طحاوی ج 1 ص باب التطبیق فی الرکوع)

(ترجمہ) پھر انہوں نے (ابو مسعود انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی نماز سکھاتے ہوئے) رکوع کیا اور ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کو پنڈلیوں پر پھیلا دیا، کشادہ رکھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رکوع میں بغلیں کھلی رکھنا اور کہنیاں پیٹ سے الگ اور جدا رکھنا

عن سالم البراد قال قال ابو مسعود الا اریکم صلوٰة رسول الله ﷺ قلنا بلی فقام فکبر فلما رکع جافی بین ابطیه حتی لما استقر کل شئ منه رفع راسه فصلی اربع رکعات ھٰکذا و قال ھٰکذا رایت رسول ﷺ یصلی۔

(سنن نسائی ج 1 ص 159 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت سالم البراد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور، پھر وہ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ جب رکوع کیا تو اپنی بغلوں کو کھلا رکھا۔ حتیٰ کہ ہر عضو اپنی جگہ پر جم گیا۔ پھر آپ نے سر اٹھا لیا۔ پس چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں اور فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے۔

فلما رکع وضع یدیه علی رکبتیه و جعل اصابعه اسفل من ذالك و جافی بین مرفقیه حتی استقر کل شئ منه۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 132 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن نسائی ج 1 ص 159 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پس جب رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو نیچے کی جانب رکھا۔ نیز اپنی دونوں کہنیاں پیٹ سے جدا رکھیں، یہاں تک کہ ہر عضو قرار پکڑ گیا یعنی سیدھا ہو گیا۔

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت کان رسول الله ﷺ یرکع فیضع یدیه علی رکبتیه و یجافی بعضدیه۔

(سنن ابن ماجہ ص 167 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے اور اپنے بازو پھیلا دیتے۔ (کھول دیتے)

کیا رکوع میں الصاق کعبین سنّت ہے

رکوع میں الصاق کعبین یعنی دونوں پاؤں کے ٹخنے ملانے کو ہمارے بعض فقہاء کرام نے سنّت لکھا ہے۔

مثلاً درمختار میں ہے۔

ویسن ان یلصق کعبیہ۔

(ترجمہ) اور سنّت ہے کہ رکوع میں ٹخنے ملائے۔

یہ طریقہ نماز کے بیان میں ہے اور سنن نماز کے بیان میں فرمایا۔ و الصاق کعبیہ یعنی رکوع میں ٹخنے ملانا سنّت ہے۔ اس کی شرح میں علامہ شامی نے بھی اس قول کو برقرار رکھا ہے۔ البتہ یہ وضاحت کی ہے کہ

ای حیث لا عذر۔

(ترجمہ) یعنی جب کہ عذر نہ ہو۔

(شامی ج 2 ص 211، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور طحطاوی علی الدرمختار میں ہے۔

ھذا ان تیسر لہ والا فکیف تیسر لہ۔

(ترجمہ) یعنی رکوع میں ٹخنے ملانا تب سنّت ہے کہ آسانی ہو ورنہ جس طرح آسانی ہو اسی طرح کرے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی الدرمختار، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

اسی طرح بحر میں ہے۔

وفی المجتبیٰ والسنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین۔

(بحرالرائق ج 1 ص 550، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور مجتبیٰ میں ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنے ملانا سنّت ہے۔

ان کے علاوہ دیگر بھی کتابوں میں اس کو سنّت قرار دیا گیا ہے۔لیکن سنّت ہونے کی دلیل کسی نے بھی نہیں لکھی۔کتب احادیث میں دیکھا تو دستیاب کتب احادیث میں تلاش بسیار کے باوجود کوئی حدیث صحیح وضعیف اس بارے میں نہیں ملی۔نہ ہی آثار صحابہ وتابعین میں اس کا ثبوت ملا۔ البتہ اعلاء السنن میں تطبیق وتفخیذ والی روایات سے اس کے سنّت ہونے پر استدلال کیا ہے۔لیکن ان روایات میں الصاق کعبین کی تصریح نہیں ہے۔

ولفظه: عن مصعب بن سعد قال: صليت الى جنب ابى فطبقت بين كفى ثم وضعتهما بين فخذى فنهانى ابى و قال كنا نفعله فنهينا عنه و امرنا ان نضع ايدينا على الركب۔ قوله: عن مصعب بن سعد الخ: قلت هو يدل على نسخ التطبيق الذى رواه مسلم عن علقمة والاسود انهما دخلا على عبدالله بن مسعود رضى الله عنه فقال: اصلى من خلفكم؟ قال: نعم، فقام بينهما و جعل احدهما عن يمينه والاخر عن شماله ثم ركعنا فوضعنا ايدينا على ركبنا فضرب ايدينا ثم طبق بين يديه ثم جمعهما بين فخذيه فلما صلى قال هكذا فعل رسول الله ﷺ۔ ثم لا يخفى عليك ان التطبيق و التفخيذ يستلزمان الصاق الكعبين عادةً لتعسرهما بدونه كما لا يخفى على من شاهد هذه الحال و حديث سعد انما يدل على نسخ التطبيق و التفخيذ فحسب لا على نسخ الالصاق و امر الوضع على الركبتين لا ينفيه لا نه يتسر بالالصاق ايضًا فبقى سنة على حاله و هو قول اصحابنا الحنفية انه يسن الصاق الكعبين فى الركوع۔

(اعلاء السنن ج3 ص9)

حسن اتفاق سے فتاوی رضویہ میں یہ مسئلہ ملا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بھی کسی سائل نے یہی مسئلہ دریافت کیا ہے۔یعنی الصاق کعبین فی الرکوع کی دلیل طلب کی ہے اور یہی میرا مسئلہ تھا۔مجھے بھی ایسی حدیث کی تلاش تھی جس میں الصاق کعبین کی سنّیت کا ذکر ہو۔لہٰذا اس سوال کو

پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ گویا میرا ہی سوال کسی نے اعلیٰ حضرت سے کیا ہے اور اپنے مقصود تک پہنچنے کے حوالے سے مجھے اطمینان ہوا۔ کیوں کہ عظیم محقق، محدث، مفسر، فقیہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ جب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مزین کر کے اس طرح روشن اور واضح کرتے ہیں کہ قاری کو دیگر کتب کی طرف مراجعت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں آپ علیہ الرحمۃ نے شامی و دیگر کتب فقہ وفتاویٰ سے اس کے مسنون ہونے کا قول تو نقل کیا اور اس کو برقرار رکھا۔ لیکن باوجود سائل کے مطالبے کے کوئی حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی، بلکہ فرمایا۔

دلیل مجتہد کے پاس ہے اور غیر مجتہد کے لئے نصوص فقہیہ کافی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج6 ص166 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اگر چہ حقیقت یہی ہے کہ غیر مجتہد کے لئے نہ تو دلیل کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہر دلیل کو سمجھنے کی استطاعت ہے۔ لیکن ہماری اس کتاب کا مقصد ہی یہی تھا کہ ہم ثابت کریں کہ نماز حنفی کا طریقہ، طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہ طریقہ نماز، احادیث وآثار سے ثابت ہے۔ لہٰذا ہمیں ضروری تھا کہ اگر الصاق کعبین فی الرکوع کو سنّت لکھیں تو پھر دلیل بھی لکھیں۔ لہٰذا مزید غور وفکر اور تحقیق و تفتیش اور استاد محترم قبلہ آغا جان کی طرف مراجعت اور ان سے مشاورت کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس بارے میں ہمارے ان بعض فقہاء کو تسامح ہوا ہے اور درحقیقت الصاق کعبین سنّت نہیں ہے (اور بعض نے تردید کے بجائے تاویل کو ترجیح دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ الصاق کعبین سے مراد محاذاۃ قدمین لیا جائے) یہی تحقیق صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ کی ہے اور یہی قولِ آخر ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا۔ صدر الشریعہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ درمختار میں رکوع کے اندر الصاق کعبین کو سنّت تحریر کیا اور ردالمحتار میں سید ابوالسعود سے نقل کیا کہ وہ بحوالہ در، سجود میں بھی الصاق کو سنّت لکھتے ہیں۔ اس پر علامہ شامی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ شارح نے درمختار میں لکھا نہ درمنتقی میں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی غیر کے کلام میں بھی میں نے اس کو نہیں پایا۔ پھر اس کی ایک ضعیف سی توجیہ بھی کرتے ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی سنّت کا ماخذ کیا ہے۔

مجھے خیال ہے کہ بہارِ شریعت میں اسی درمختار کے حوالے سے میں نے الصاق کو سنن میں شمار کیا تھا۔ مگر اعلیٰ حضرت قبلہ نے اسے نکال دیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر الصاق سنّت کہا جائے تو

شاید بایں معنیٰ ہو کہ دونوں ٹخنوں (میں) محاذات ہونا چاہئے نہ کہ چپکا دیئے جائیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ نماز جماعت میں ایک شخص اپنی کعب کو دوسرے (کی) کعب سے الصاق کیا کرتا تھا۔ اس کے معنی حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ الصاق سے مراد محاذات ہے۔

(فتاویٰ امجدیہ ج1 ص80، مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ کی بھی تحقیق آخر یہی ہے کہ رکوع میں الصاق کعبین سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ امجدیہ کے اسی صفحہ پر حاشیے میں مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں۔

الملفوظ حصہ چہارم مطبوعہ لکھنؤ صفحہ 57 پر ہے۔ عرض۔ درمختار کبیری صغیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ ارشاد۔ لم یثبت کہیں ثابت نہیں۔ دس بارہ کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے اور سب کا منتہیٰ زاہدی ہے۔ فتاویٰ رضویہ سوم صفحہ 55 برا ۲۱) کے خلاف اس کے مسنون ہونے کی تصریح ہے اور اس پر وارد شبہات کا جواب بھی مگر وہ فتویٰ بہت پہلے کا ہے۔ سوال کی تاریخ 9 رمضان المبارک 1317ھ ہے اور الملفوظ کا ارشاد 1336ھ کے بعد کا ہے اور بہارِ شریعت کی تصحیح 1330ھ کے بعد کی ہے۔ اس لئے معتبر و معتمد یہی ہے جو الملفوظ میں ہے اور جو حضرت صدر الشریعہ نے بیان فرمایا۔

(حاشیہ حوالہ بالا)

قال الرافعي: قول الشارح ويسن ان يلصق كعبيه: قال الشيخ ابو الحسن السندي الصغير في تعليقته على الدر: هذه السنة انما ذكرها من ذكرها من المتاخرين تبعاً للمجتبیٰ وليس لها ذكر في الكتب المتقدمة كالهداية و شروحها، و كان بعض مشايخنا يرى انها من اوهام صاحب المجتبیٰ، ولم ترد في السنة على ما وقفنا عليه، و كانهم توهموا ذالك مما ورد ان الصحابة كانوا يهتمون بسد الخلل في الصفوف حتى يضمون الكعاب و المناكب ولا يخفى ان المراد هنا الصاق كعبه بكعب صاحبه لا

کعبہ مع کعبہ الآخر۔

(تقریرات الرافعی علی ہامش رد المحتار علی الدر مختار)

(ج 2 ص 240 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و قال العلامة الکنوی: قلت لقد وارت هذه المسئلة فی سنة اربع و ثمانین بعد الالف و المائتین بین علماء عصرنا فاجاب اکثر هم بان الصاق الکعبین فی الرکوع و السجود لیس بمسنون ولا اثر له فی الکتب المعتبرة والقول الفیصل ان یقال ان کان المراد بالالصاق الکعبین ان یلزق المصلی احدی کعبیه بالاخری ولا یفرج بینهما کما هو ظاهر عبارة الدر مختار والنهر و غیرهما و سبق الیه فهم المفتی ابی السعود ایضاً فلیس هو من السنن علی الاصح کیف و قد ذکر المحققون من الفقهاء ان الاولی للمصلی ان یجعل بین قدمیه نحو اربعة اصابع ولم یذکروا انه یلزقهما فی حالة الرکوع او السجود۔

(سعایہ ج 2 ص 182)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رکوع وسجود میں تسبیحات

عن عتبة بن عامر قال لما نزلت فسبّح باسم ربك العظیم قال رسول الله ﷺ اجعلوها فی رکوعکم فلما نزلت سبح اسم ربك الاعلی قال اجعلوها فی سجودکم۔

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 134، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن ابن ماجہ ص 63، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سبح اسم ربك العظیم تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسے یعنی سبحان ربی العظیم کو اپنے رکوع میں پڑھو اور جب سبح اسم ربك الاعلی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسے یعنی سبحان ربی الاعلی کو اپنے سجدہ میں پڑھو۔

عن حذیفة قال صلیت مع رسول الله ﷺ فرکع فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم وفی سجوده سبحان ربی الاعلی۔

(سنن نسائی ج 1 ص 160، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(جامع ترمذی ج 1 ص 61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 134، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا تو رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلی پڑھا۔

عن حذیفة بن الیمان انه سمع رسول الله ﷺ یقول اذا رکع سبحان ربی العظیم ثلاث مرات واذا سجد قال سبحان ربی الاعلی ثلاث مرات۔

(سنن ابن ماجہ ص 64، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے جب رکوع کیا تو آپ ﷺ نے اس میں تین بار سبحان ربی العظیم اور جب سجدہ کیا تو اس میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا۔

عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رکع احدکم فلیقل فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلاثا فاذا فعل ذلك فقد تم رکوعہ و اذا سجد احدکم فلیقل فی سجودہ سبحان ربی الاعلی ثلاثا فاذا فعل ذالك فقد تم سجودہ و ذالك ادناہ۔

(سنن ابن ماجہ ص 63، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن ابوداؤد ج 1 ص 136، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(جامع ترمذی ج 1 ص 60، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں سبحان ربی العظیم تین بار کہے، پس اگر وہ ایسا کرے تو اس نے اپنا رکوع مکمل کیا اور جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو وہ اپنے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہے، پس اگر وہ ایسا کرے تو اس نے اپنا سجدہ مکمل کیا اور یہ کم از کم ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

رکوع وسجود میں تسبیحات کا حکم

رکوع وسجود میں تسبیحات پڑھنا سنّت ہے اوراس کا ترک مکروہ ہے لیکن نماز کی صحت پر فرق نہیں پڑے گا،کیوں کہ یہ نماز کے فرائض اورنہ ہی واجبات میں سے ہے۔لہٰذااس کا ترک اسائت وکراہت کے ساتھ جائز ہے۔لہٰذا اگرکسی نے تسبیح نہیں پڑھی تو بھی نماز ہوجائے گی۔لیکن وہ شخص تارك السنة ہوگا۔امام نسائی نے باب باندھا ہے۔

(باب الرخصة فی ترك الذ کر فی الرکوع)

(ترجمہ) باب رکوع میں کچھ بھی نہ پڑھنے کی رخصت کے بیان میں۔

پھرآگے چل کرسجدے کے بیان میں بھی ایسا ہی باب باندھا ہے۔

(باب الرخصة فی ترك الذ کر فی السجود)

(ج1ص170)

اورپھراس باب میں مندرجہ ذیل حدیث لائے ہیں۔

رفاعة بن رافع و کان بدریاً قال کنا مع رسول الله ﷺ اذ دخل رجل فی المسجد فصلی و رسول الله ﷺ یرمقه ولا یشعر ثم انصرف فاتی رسول الله ﷺ فسلم علیه فرد علیه السلام ثم قال ارجع فصل فانك لم تصل قال لا ادری فی الثانیة او فی الثالثة قال و الذی انزل علیك الکتاب لقد جهدت فعلمنی و ارنی قال اذا اردت الصلوٰة فتوضأ فاحسن الوضوء ثم قم فاستقبل القبلة ثم کبر ثم اقرأ ثم ارکع حتٰی تطمئن راکعا ثم ارفع حتٰی تعتدل قائما ثم اسجد حتٰی تطمئن ساجدًا ثم ارفع رأسك حتٰی تطمئن قاعدًا ثم اسجد حتٰی تطمئن ساجدًا فاذا صنعت ذالك فقد قضیت صلا تك وما انتقصت من ذلك فانما تنقصُه من صلا تك۔

(سنن نسائی ج1ص161،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت رفاعہ ابن رافع رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ' بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے کہ ہم حضور سرورِ کونین ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اسی دوران ایک شخص نے مسجد حاضر ہو کر نماز پڑھی۔ آپ ﷺ اس کو ملاحظہ فرما رہے تھے لیکن اس کو خبر نہ تھی۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضور پرنور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ تو نے تو نماز نہیں پڑھی، دوبارہ نماز پڑھ۔ اس نے دوسری یا تیسری بار عرض کیا۔ اس ذات گرامی کی قسم جس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا۔ میں تھک گیا ہوں، آپ ﷺ مجھے سکھلائیں اور بتائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اچھی طرح وضو کرو۔ پھر کھڑے ہو قبلہ رخ اور تکبیر کہو، پھر قرآن مجید کی تلاوت کرو، پھر اچھی طرح اطمینان سے رکوع کرو۔ بعد ازاں سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پھر اچھی طرح اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ بعد ازاں تسلی سے سجدہ کرو۔ جب تم ہر رکعت میں ایسا کرو گے تو نماز کو ادا کرو گے اور جتنی اس میں کمی کی تو اپنی نماز میں کمی کرو گے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع و سجود میں تسبیحات ضروری یعنی فرض واجب نہیں ہیں۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو نماز سکھاتے ہوئے تسبیحات رکوع و سجود کا ذکر نہیں فرمایا۔ امام نسائی نے بھی اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا۔ جیسا کہ باب کے عنوان سے معلوم ہوا۔ اور مندرجہ ذیل آثار سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

عطاء الخراسانی ان ابن عباس قال ارکع حتی تستمکن کفیك من رکبتیك قدر ثلاث تسبیحات۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص158، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عطاء خراسانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' نے فرمایا۔ رکوع اس طرح کرو کہ تمہاری ہتھیلیاں تمہارے گھٹنوں پر ٹک جائیں۔ تین تسبیح کی مقدار۔

عن هشام عن ابن سيرين قال اذا وضع يديه على ركبتيه فقد اتم وذا امكن جبهته من الارض فقد اتم قال سفيان و ان لم يفعل شيئًا۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص159، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) ہشام بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ جب نمازی نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیے تو اس نے رکوع (کافرض) پورا کیا اور جب اس نے اپنی پیشانی زمین پر لگا دی تو اس نے سجدہ (کافرض) پورا کیا۔ سفیان (راوی) نے کہا، اگرچہ کچھ بھی نہ کرے یعنی کچھ بھی نہ پڑھے۔

پس ثابت ہوا کہ تسبیحات رکوع و سجود سنت ہیں اور اس کا ترک علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق کراہت تحریمی سے کم اور کراہت تنزیہی سے زیادہ یعنی اسائت ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو شامی نے فرمایا۔

قال فی البحر:- فالمراد من الکراهة فی قولهم لو ترك التسبیحات اصلاً او نقص عن الثلاث فهو مکروه کراهة التنزیهة لانها فی مقابلة المستحب۔

(بحرالرائق ج1 ص551، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و قال الشامی:- و قدمنا فی سنن الصلوٰة عن اصول ابی الیسر ان حکم السنة ان یندب الیٰ تحصیلها و یلام علیٰ ترکها مع حصول اثم یسیر و هذا یفید ان کراهة ترکها فوق التنزیه و تحت المکروهة تحریماً و بهذا یضعف قول البحر ان الکراهة هنا للتنزیه لانه مستحب۔

(شامی ج2 ص242، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

تعدیل ارکان

رکوع وسجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہے۔اس کی تفصیل تو آپ نے پڑھ لی اور تعدیل ارکان یعنی رکوع وسجود میں کم ازکم ایک تسبیح کی مقدار رکنا بعض کے نزدیک فرض ہے۔وہ مسیئی الصلوٰۃ کی اس مشہور حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔جس میں آپ ﷺ نے تعدیل ارکان ادا نہ کرنے والے شخص کو نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔

(بخاری ج1ص109)

اس حدیث کو ہم نے نسائی کے حوالے سے تسبیحات کے بیان میں نقل کیا ہے وہاں دیکھ لیں۔

تعدیل ارکان کو فرض قرار دینے والے علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس شخص کو آپ ﷺ نے بار بار تعدیل ارکان ادا نہ کرنے کی وجہ سے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔لہٰذا تعدیل ارکان فرض ہیں جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

احناف یعنی ہمارے نزدیک تعدیل ارکان واجب ہیں نہ کہ فرض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا۔

(الحج آیت 77)

(ترجمہ) اے ایمان والو!رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

اس آیت میں مطلقاً رکوع وسجود کا حکم دیا گیا ہے۔رکوع یعنی اتنا جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں کو پہنچ جائیں۔سجدہ یعنی پیشانی اور اعضاء سجود کو زمین پر رکھ لینا سجدہ ہے۔

لہٰذا اسی قدر فرض ہوگا اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے مطلق حکم کو مقید نہیں کر سکتے۔البتہ اس حدیث پر اس طرح عمل کریں گے کہ کتاب اللہ کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے اور حدیث پر بھی عمل ہو۔وہ اس طرح کہ کتاب اللہ کی رو سے تو مطلق رکوع وسجود فرض ہیں اور خبر واحد کی وجہ سے تعدیل ارکان واجب ہیں۔جس کا

حکم یہ ہے کہ اگر جان بوجھ کے چھوڑے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور اگر بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو کرے۔

اور دیکھا جائے تو خود اس مذکورہ حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کو نماز کا صحیح و کامل طریقہ یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتانے کے بعد فرمایا۔

فاذا صنعت ذالك فقد قضيت صلٰوتك وما انتقصت من ذالك فانما تنقصه من صلٰوتك۔

(سنن نسائی ج 1 ص 161 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پس اگر تم نے اس طرح نماز پڑھی تو تم نے اپنی نماز مکمل کی اور اگر اس میں کمی کی تو اپنی نماز ناقص کی۔

پس ثابت ہوا کہ تعدیل ارکان واجب ہیں جن کی ادائیگی سے نماز کامل ہوتی ہے اور ان کے ترک سے نماز ناقص ہوتی ہے۔ پھر اگر بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو کے ذریعے نماز کامل کرے اور جان بوجھ کر ترک کیا ہے تو دوبارہ کامل پڑھے۔

بحر میں ہے:

قوله تعالى۔ اركعوا و اسجدوا۔ (الحج آیت 77) واللفظان خاصان معلوم معنا هما فلا تجوز الزيادة عليهما بخبر الواحد لانه لا يصلح ناسخاً للكتاب و يصلح مكملاً فيحمل امره بالاعادة والطمانينة على الوجوب و نفيه للصلاة على نفى كما لها كنفى الاجزاء فى الحديث الثانى على نفى الاجزاء الكامل و يدل عليه اخر حديث المسئ صلا ته فانه قال فيه: فاذا فعلت ذلك فقد تمت صلاتك وان انتقصت منه شيًّا انتقصت من صلا تك فقد سماها صلاة والباطلة ليست صلاة ولانه تر كه عليه السلام بعداول ركعة حتى اتم ولو كان عدمها مفسدًا لفسدت باول

رکعة و بعد الفساد لا یحل المضی فی الصلاۃ و تقریرہ علیه السلام من الادلة الشرعیة۔

(بحر الرائق ج1 ص522 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ارکعوا واسجدوا یہ دونوں خاص الفاظ ہیں اور ان کے معنیٰ معلوم ہیں۔ (رکوع کا مطلب اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں کو پہنچ جائیں اور سجدہ کا مطلب ہے پیشانی اور اعضاء سجود کو زمین پر رکھ لینا) تو خبر واحد کے ذریعے ان پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ خبر واحد سے کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا البتہ خبر واحد کتاب اللہ کے حکم کو مکمل کر سکتی ہے۔ پس اس حدیث میں آپ ﷺ کا اس شخص کو نماز کا اعادہ کرنے اور دوبارہ طمانیت یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ پڑھنے کا حکم دینا وجوب پر محمول کیا جائے گا (نہ کہ فرضیت پر) اور آپ ﷺ کا اس کی اس نماز (جو بغیر تعدیل ارکان کے پڑھی تھی) کی نفی کو (یعنی آپ ﷺ نے فرمایا ''نماز پڑھو''، تم نے نماز نہیں پڑھی) کامل ہونے کی نفی پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری حدیث (لا تجزی صلوۃ لا یقیم الرجل فیھا صلبه فی الرکوع و السجود۔ یعنی جو شخص رکوع اور سجدے میں پیٹھ سیدھی نہ کرے اس کی نماز جائز نہیں ہے) میں جائز نہیں ہے سے مراد، کامل نہیں ہے اور اس پر مسیئی الصلوۃ کی حدیث (یعنی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے تعدیل ارکان ادا نہ کرنے والے کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا) کا آخری حصہ بھی دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ اس میں آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا۔ پس اگر تم نے اس طرح نماز پڑھی یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ تو تم نے اپنی نماز کامل کی اور اگر اس میں کمی کی تو اپنی نماز میں کمی کی۔ پس آپ ﷺ نے اس نماز کو بھی (جو تعدیل ارکان کے بغیر پڑھی تھی) نماز کہا اور جب کہ باطل تو نماز نہیں ہوتی، اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے اسے پہلی رکعت کے بعد بھی چھوڑا یعنی نماز پڑھنے دی۔ یہاں تک کہ اس نے نماز پوری کی اور اگر تعدیل ارکان نہ کرنے سے نماز فاسد ہوتی تو پہلی رکعت سے ہی نماز فاسد ہو جاتی اور فاسد ہونے کے بعد نماز کو جاری رکھنا جائز نہیں ہے۔ (جب کہ اس شخص نے جاری رکھا اور آپ ﷺ نے اسے پڑھنے دیا، منع نہیں کیا) اور جو فعل آپ ﷺ کے سامنے کیا جائے اور آپ ﷺ منع نہ کریں یہ دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ (کیوں کہ سنت قولی اور سنت فعلی کی طرح سنت تقریری بھی دلیل شرعی ہے)۔

نیز مسیئی الصلوٰۃ کی حدیث میں رکوع سے کھڑے ہوتے وقت یعنی قومہ اور دونوں سجدوں کے درمیان یعنی جلسہ میں بھی طمانیت کا حکم ہے۔ لہٰذا صحیح یہی ہے کہ رکوع و سجود کی طرح قومہ اور جلسہ میں بھی تعدیل واجب ہے۔

قال الشامی:- والحاصل ان الاصح روایۃ و درایۃ وجوب تعدیل الارکان و اما القومۃ و الجلسۃ و تعدیلھما فالمشھور فی المذھب السنیۃ و روی وجوبھا و ھو الموافق للأدلۃ و علیہ الکمال و من بعدہ من المتأخرین و قد علمت قول تلمیذہ إنہ الصواب۔

(شامی ج2 ص194، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و قال فی البحر:- و مقتضی الدلیل وجوب الطمانینۃ فی الاربعۃ و وجوب نفس الرفع من الرکوع والجلوس بین السجدتین للمواظبۃ علی ذلک کلہ و للامر فی حدیث المسئ صلاتہ و فی فتاویٰ قاضی خان فی فصل ما یوجب السھو قال المصلی اذا رکع ولم یرفع راسہ من الرکوع حتی خر ساجدًا ساھیاً تجوز صلاتہ فی قول ابی حنیفۃ و محمد و علیہ السھو و فی المحیط لو ترک تعدیل الارکان اوالقومۃ التی بین الرکوع و السجود ساھیا لزمہ سجود السھو۔ فیکون حکم الجلسۃ بین السجدتین کذلک لأن الکلام فیھما واحد والقول بوجوب الکل ھو مختار المحقق ابن الھمام و تلمیذہ ابن امیر حاج حتی قال انہ الصواب، واللہ الموفق للصواب۔

(بحر الرائق ج1 ص523، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تسمیع وتحمید

عبدالرحمٰن بن الحارث انه سمع ابا هريرة يقول كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوٰة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول و هو قائمٌ ربنا لك الحمد۔

(صحیح بخاری ج1 ص109 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (یعنی شروع کرتے وقت) الله اكبر کہتے، پھر رکوع میں جاتے ہوئے الله اكبر کہتے، پھر رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع الله لمن حمده کہتے، پھر کھڑے کھڑے ربنا لك الحمد کہتے۔

تحمید میں مختلف الفاظ مروی ہیں۔ بعض روایات میں ربنا لك الحمد آیا ہے اور بعض میں واؤ بھی ہے اور بعض میں اللهم بھی ہے۔ لہٰذا سب سے افضل یہ ہے کہ اللهم ربنا ولك الحمد کہے کہ یہ جامع الروایات ہے۔ دوسرے نمبر پر اللهم ربنا لك الحمد اور تیسرے نمبر پر ربنا لك الحمد۔

قال فی الدر: و افضله اللهم ربنا ولك الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللهم فقط۔

(در مختار علی ہامش رد المحتار ج2 ص246، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

منفرد، تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا اور مقتدی صرف تسمیع کہے گا۔

عن مُطرِّف عن عامر قال لا يقول القوم خلف الامام سمع الله لمن حمده ولكن يقولون ربنا لك الحمد۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص131 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) مطرف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عامر (الشعبی) نے فرمایا کہ مقتدی امام کے پیچھے سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہیں گے لیکن ربنا ولک الحمد کہیں گے۔

نیز صحیحین کی مندرجہ ذیل حدیث سے بھی یہی مستفاد ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

(متفق علیہ بخاری ج1 ص109)

(مسلم ج1 ص176، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ پس جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے مطابق ہو جائے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

نیز اس حدیث سے ہمارے بعض علماء یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ امام صرف تحمید کہے گا کیوں کہ اس حدیث میں جس طرح مقتدی کے لئے صرف تسمیع کا ذکر ہے اسی طرح امام کے لئے صرف تحمید کا ذکر ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مقتدی کی طرح امام بھی تسمیع و تحمید دونوں کہے گا۔ کیوں کہ بعض روایات میں اس کی صراحت ہے۔

عن عائشۃ قالت خسفت الشمس فی حیاۃ رسول اللہ ﷺ فصلی بالناس فلما رفع راسہ من الرکوع قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد۔

(طحاوی ج1 ص154، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد۔

عن سعید بن ابی سعید انہ سمع ابا ھریرۃ و ھو امام للناس فی

الصلوٰۃ یقول سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لك الحمد۔

(ترجمہ) حضرت سعید بن ابوسعید فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لك الحمد کہتے ہوئے سنا، حالاں کہ ابو ہریرہ امام تھے۔

قال فی الدر: (و یکتفی به الامام) و قالا: یضم التحمید سرًا و

قال الشامی: قوله: و قالا یضم التحمید۔ ھو روایة عن الامام ایضاً و الیه مال الفضلی و الطحاوی و جماعة من المتاخرین۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج 2 ص 246، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدے میں جانے کا طریقہ

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جائے۔

ان ابا هريرة كان يكبر فى كل صلوٰة من المكتوبة و غيرها فى رمضان و غيره فيكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده ثم يقول ربنا ولك الحمد قبل ان يسجد ثم يقول الله اكبر حين يهوى ساجدًا ثم يكبر حين يرفع رأسه من السجود ثم يكبر حين يسجد ثم يكبر حين يرفع راسه من السجود ثم يكبر حين يقوم من الجلوس فى الاثنتين و يفعل ذالك فى كل ركعة حتى يفرغ من الصلوٰة ثم يقول حين ينصرف والذى نفسى بيده انى لأقربكم شبها بصلوٰة رسول الله ﷺ ان كانت هذه لصلاته حتى فارق الدنيا۔

(بخاری ج 1 ص 110، باب یھوی بالتکبیر حین یسجد)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز میں تکبیر پڑھتے خواہ فرض نماز ہو یا غیر فرض ہو، رمضان ہو یا غیر رمضان ہو، پس جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے، پھر رکوع کے وقت تکبیر پڑھتے، پھر سجدے سے پہلے کہتے: سمع الله لمن حمده، پھر کہتے: ربنا ولك الحمد، پھر سجدے میں گرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے، حتی کہ نماز سے فارغ ہو جاتے، پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہتے: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز تمہارے قریب کر رہا ہوں۔ بے شک ضرور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی، حتی کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

و روى الترمذى عن ابى هريرة رضى الله عنه' ان رسول الله ﷺ كان يكبر و هو يهوى قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح و

هو قول اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ و من بعدهم قالوا یکبر الرجل وهو یهوی للرکوع والسجود۔

(جامع ترمذی ج1 ص59، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے۔

(نوٹ) سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنے کا مطلب ہے کہ جھکنے کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہنا شروع کرے اور سجدے میں پہنچنے کے ساتھ ہی اللہ اکبر ختم کرے۔ نہ تو کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائے اور نہ سجدے میں پہنچ کر اللہ اکبر کہے۔

کما فی الدر: (ثم یکبر) مع الخرور قال الشامی: قوله مع الخرور: بان یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخرور و انتهاؤه عند انتهائه۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج2 ص247، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدے میں جاتے ہوئے پیٹھ سیدھی رکھے

سجدہ میں جاتے ہوئے سنّت طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی ہو، اکثر عوام سجدہ میں جاتے ہوئے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر پیٹھ کو جھکائے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں، یہ خلافِ سنّت ہے۔

قال الشامی و یخر للسجود قائماً مستویا لا منحنیاً لئلا یزید رکوعاً اٰخر۔

(شامی ج 2 ص 247، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) اور کھڑے کھڑے پیٹھ سیدھی کئے ہوئے سجدہ میں جائے، نہ کہ جھکا کر، تا کہ مزید دوسرا رکوع نہ ہو۔

امام نسائی نے اس کے متعلق ایک باب باندھا ہے۔

باب کیف یخنی للسجود۔

یعنی یہ باب اس بارے میں ہے کہ سجدے میں کس طرح جائے۔ (سنن نسائی ج 1 ص 164)

اور اس میں حضرت حکیم سے یہ حدیث لائے ہیں۔

عن حکیم قال بایعت رسول اللہ ﷺ ان لا اخر الا قائماً۔

(سنن نسائی ج 1 ص 165، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ سجدہ میں کھڑے کھڑے ہی جاؤں گا۔

سجدہ میں جانے سے پہلے گھٹنوں کو، پھر ہاتھوں کو، پھر سر کو زمین پر رکھے

عن وائل بن حجر قال رایت رسول اللہ ﷺ اذا سجد یضع رکبتیه قبل یدیه و اذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه۔ رواہ الترمذی و قال والعمل علیه عند اکثر اهل العلم یرون ان یضع الرجل

رکبتیہ قبل یدیہ و اذا نھض رفع یدیہ قبل رکبتیہ۔

(جامع ترمذی باب ماجاء فی وضع الیدین قبل الرکبتین فی السجود ج1 ص61 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ابن ماجہ ص63، قدیمی کتب خانہ کراچی)(ابوداؤد ج1 ص129 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب سجدے سے اُٹھنے لگتے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے، پھر گھٹنوں کو اٹھاتے۔

عن عبداللہ بن مسلم بن یسار عن ابیہ انہ کان اذا سجد یقع رکبتاہ ثم یداہ ثم راسہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص295، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسلم بن یسار اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ کرتے تو ان کے گھٹنے، پھر ہاتھ، پھر سر زمین پر پڑتا۔

نیز عبدالرزاق کی روایت میں ہے۔

فاذا اراد ان یقوم رفع وجھہ ثم یدیہ ثم رکبتیہ۔

(المصنف عبدالرزاق ج2 ص177، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) پھر جب کھڑے ہونے لگتے تو پہلے سر اٹھاتے، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

اعضاء سجود

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ اُمرت ان اسجد علی سبعة اعظمٍ علی الجبهة و اشار بیده علی انفه و الیدین والرّکبتین واطراف القدمین ولا نکفت الثیاب والشعر۔

(صحیح بخاری ج1 ص112، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(صحیح مسلم ج1 ص193، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ (1) پیشانی۔ اور ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔ (3,2) دونوں ہاتھ۔ (5,4) دونوں گھٹنے۔ (7,6) دونوں پاؤں کی انگلیاں، اور یہ کہ میں کپڑے اور بالوں کو نہ لپیٹوں۔

اس حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ دو ہاتھ، دو پاؤں، دو گھٹنے اور پیشانی۔ یہ سات اعضاء ہیں اور ناک بھی پیشانی کا حصہ ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے پیشانی کا ذکر کرتے ہوئے ناک کی طرف اشارہ کیا اور بخاری نے اس باب کا عنوان بھی باب السجود علی الانف رکھا ہے۔

نیز ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔

قال ابن طاؤس فکان ابی یقول الیدین والرکبتین والقدمین و کان یعد الجبهة والانف واحدًا۔

(سنن بن ماجہ ص63، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ میرے والد (حضرت طاؤس) فرمایا کرتے کہ وہ سات اعضاء یہ ہیں۔ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں قدم، اور وہ پیشانی اور ناک کو ایک شمار کیا کرتے تھے۔

نیز آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

ابوسعید خدری فرماتے ہیں کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

و انی رایتُ کانی اسجد فی طین و ماءٍ و کان سقف المسجد جرید النخل وما تری فی السماء شیئًا فجائت قرعة فامطرنا فصلی بنا النبی ﷺ حتی رائیت اثر الطین والماء علی جبهة رسول الله ﷺ و ارنبته تصدیق رویاه۔

(صحیح بخاری ج1 ص112، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں (روای ابوسعید خدری فرماتے ہیں) اور مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی اور ہم آسمان میں کوئی چیز نہیں دیکھ رہے تھے۔ پھر بادل آئے اور ہم پر بارش ہوئی پس نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حتیٰ کہ میں نے مٹی اور پانی کا نشان آپ ﷺ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا۔ یہ آپ کے خواب کی تصدیق تھی۔

نیز ترمذی کی روایت میں ہے۔

ان النبی ﷺ کان اذا سجد امکن انفه و جبهته الارض۔

(جامع ترمذی ج1 ص61، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) بے شک نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو ناک اور پیشانی کو زمین پر لگا دیتے۔

مندرجہ ذیل روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک لگانا بھی ضروری ہے۔

عن ابن عباس ان النبی ﷺ رای رجلا یصلی فاذا سجد لم یمس انفه الارض فقال النبی ﷺ لا صلوٰۃ لمن لا یمس انفه الارض ما یمس الجبین۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص104، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے سجدہ کیا تو ناک کو زمین پر نہیں لگایا۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا جو

شخص (سجدے میں) پیشانی کے ساتھ ناک بھی (زمین پر) نہ رکھے اس کی نماز (کامل) نہیں۔

عن ابن عباس عن النبی ﷺ ضع انفك يسجد معك۔

(سنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 104، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اپنی ناک کو بھی زمین پر رکھو تا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ سجدہ کرے۔

عن عاصم قال كان ابن سيرين اذا سجد على مكان لا يمس انفه الارض تحول الى مكان اٰخر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 293، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عاصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین علیہ الرحمۃ جب ایسی جگہ سجدہ کرتے جہاں ناک نہیں لگ سکتی تو وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھتے۔

پس ثابت ہوا کہ سجدے میں ناک اور پیشانی دونوں لگانا ضروری ہے اور بغیر عذر کے ان میں سے ایک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے۔

قال فى الدر على قول ماتن و كره اقتصاره على احدهما: و منعا الا كتفاء بالانف بلا عذر و اليه صح رجوعه و عليه الفتوىٰ۔ و قال الشامى: فالا شبه وجوب و ضعهما معا و كراهة ترك وضع كل تحريمًا۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج 2 ص 249، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

و قال فى البحر فالحاصل انه لا خلاف بينهم فقول الامام بكراهة الاقتصار على الانف المراد بها كراهة التحريم و هى فى مقابلة ترك الواجب، و قولهما بعدم الجواز المراد به عدم الحل و هو كراهة التحريم فالسجود على الجبهة واجب اتفاقا لان مقتضى الحديث والمواظبة المروية فى سنن الترمذى كان النبى ﷺ اذا سجد مكن جبهته و انفه بالارض و قال حديث حسن صحيح و هكذا فى صحيح البخارى لكن هذا يقتضى وجوب

السجود علی الانف کالجبهة لان المواضبة المنقولة تعمهما مع ان المنقول فی البدائع والتحفة والاختيار عدم الکراهة بترك السجود علی الانف وظاهر ما فی الکتاب یخالفه فانه قال:

و کره ای الاقتصار علی احدهما، سواء کان الجبهة او الانف و هی عندالاطلاق منصرفة الی کراهة التحریم و هکذا فی المفید والمزید فالقول بعدم الکراهة ضعیف۔

(بحرالرائق ج1 ص555، مطبوعہ مکتبہ رشیدہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدے میں پاؤں اٹھانا

عن ابی قیس عن مسروق انه رای رجلاً یصلی فابصرہ رافعاً رجلیه وھو ساجد فقال ما تمت صلوۃ ھذا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 324، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 174، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) ابو قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسروق نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں پیر زمین سے اٹھائے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اس کی نماز نامکمل ہے۔

سجدے میں دونوں پاؤں کو کھڑا اور پاؤں کی انگلیوں کو کشادہ اور قبلہ رخ رکھنا

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة۔

(بخاری ج 1 ص 114، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) آپ ﷺ نے سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کی سروں کو قبلہ کی طرف کیا۔

یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے۔ (ج 1 ص 115) اور ابوداؤد کی ایک اور روایت میں الفاظ ہیں۔

ویفتخ اصابع رجلیه اذا سجد۔

(ابوداؤد ج 1 ص 115، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) اور پاؤں کی انگلیوں کو کشادہ رکھتے جب سجدہ کرتے۔

اور امام نسائی نے اس کے متعلق ایک باب باندھا ہے۔

باب فتخ اصابع الرجلین فی السجود۔

اوراس باب میں ابوحمید ساعدی کی روایت مختصراً لائے ہیں۔

كان النبی ﷺ اذا اهوى الى الارض ساجدًا جا فى عضديه عن ابطيه و فتخ اصابع رجليه۔

(سنن نسائی ج1 ص166، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ جب سجدے میں جاتے تو آپ ﷺ اپنے بازو بغلوں سے جدا رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں کھلی رکھتے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سجدے میں پاؤں رکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور اُن کی انگلیوں کو زمین پر اس طرح رکھے کہ انہیں آگے کی طرف موڑ کر ان کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے۔ نیز انگلیوں کی صرف نوک زمین پر لگانا کافی نہیں ہے کہ اس صورت میں بھی اُن کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا بلکہ انگلیوں کو زمین پر جمائے اور انہیں آگے کی طرف موڑے تا کہ قبلہ رخ ہوں۔

عن سليمان بن موسى قال امكن فى السجود ركبتيك و صدور قدميك من الارض۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص174، المكتب الاسلامی)

(ترجمہ) سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ سجدہ میں اپنے گھٹنوں اور پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر جماؤ۔

عن ابن عون عن محمد انه كان يكره ان يسجد و اصابع رجليه هكذا و وصف انه يثنيها الى بطن رجله و قال ابسطها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص293، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابن عون بیان کرتے ہیں کہ محمد ناپسند کرتے تھے کہ کوئی اس طرح سجدہ کرے کہ اس کی انگلیاں پاؤں کے پیٹ کی طرف (یعنی پیچھے کی طرف) مڑی ہوں اور فرماتے انہیں آگے یعنی قبلہ کی طرف بچھاؤ۔

قال العلامة الحصكفي:- يفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة

نحو القبلة و الالم تجز والناس عنه غافلون۔

(درمختار ج2ص249،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قال الشامي عن شرح المنية:- ان المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها و الا فهو وضع ظهر القدم و قد جعلوه غير معتبر و هذا مما يجب التنبه له فان اكثر الناس عنه غافلون۔ اقول و فيه نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهر القدم دون الاصابع بأن كان المكان ضيقا او وضع احدا هما دون الاخرى لضيقه جاز كما لو قام على قدم واحد و ان لم يكن المكان ضيقا يكره فهذا صريح في اعتبار وضع ظاهر القدم و انما الكلام في الكراهة بلا عذر لكن رايت في الخلاصة ان وضع احدا هما ب"ان" الشرطية بدل "او" العاطفة لكن هذا ليس صريحاً في اشتراط توجيه الاصابع، بل المصرح به ان توجيهها نحو القبلة سنة يكره تركها كما في البر جندى والقهستاني۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج2ص251،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدے میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانا اور انہیں قبلہ کی طرف پھیلانا

عن البراء بن عازب قال كان رسول الله ﷺ اذا سجد فوضع يديه بالارض استقبل بكفيه و اصابعه القبلة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 113، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے۔ ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے۔

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال كان النبي ﷺ اذا ركع فرج اصابعه و اذا سجد ضم اصابعه۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 112، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو انگلیوں کو کشادہ کرتے اور جب سجدہ کرتے تو انگلیوں کو ملا دیتے۔

(نوٹ) نماز میں صرف یہ دو ہی مقام ہیں جہاں انگلیاں ملانا یا کشادہ کرنے کا حکم ہے۔ باقی پوری نماز میں انگلیوں کو تکلفاً، نہ کشادہ کرنا ہے نہ ملانا ہے بلکہ اُن کی حالت پر چھوڑنا سنت ہے۔

قال في الدر: ولا يندب التفريج الا هنا ولا الضم الا في السجود۔

(درمختار علیٰ ہامش ردالمختار ج 2 ص 211، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

عن ابراهيم قال اذا سجدت فلا تضم كفيك و ابسط اصابعك۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 291، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم (نخعی) نے فرمایا۔ جب سجدہ کرو تو مٹھی بند مت کرو اور انگلیوں کو (قبلہ کی طرف) پھیلا دو۔

عن عثمان الثقفي ان عائشة رائت رجلاً مائلا بكفيه عن القبلة

فقالت اعدلهما الی القبلة۔

(مصنف ابن شیبہ ج 1 ص 296 مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عثمان ثقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس کی ہتھیلیاں (سجدہ میں) قبلہ سے مڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا انہیں قبلہ کی طرف کرو۔

عن حفص بن عاصم قال صیلت الی جنب ابن عمر ففرجت بین اصابعی حین سجدت فقال یا ابن اخی اضمم اصابعك اذا سجدت و استقبل القبلة و استقبل بالكفين القبلة فانهما تسجدان مع الوجه۔

(المصنف عبدالرزاق ج 2 ص 172، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت حفص بن عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے سجدہ میں اپنی انگلیوں کو کشادہ کیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ اے بھتیجے سجدہ میں اپنی انگلیاں ملاؤ اور انہیں قبلہ رخ کرو اور ہتھیلیوں کو بھی قبلہ رخ کرو کہ وہ بھی چہرے کے ساتھ سجدہ کرتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے

عن انس بن مالك عن النبی ﷺ قال اعتدلوا فی السجود ولا يبسط احدكم ذراعيه انبساط الكلب۔

(صحیح بخاری ج1 ص113، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(صحیح مسلم ج1 ص193، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سنن نسائی ج1 ص166، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ سجدہ میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیوں کو اس طرح نہ بچھائے جس طرح کتا بچھاتا ہے۔

عن البراء قال قال رسول الله ﷺ اذا سجدت فضع كفيك وارفع مرفقيك۔

(صحیح مسلم ج1 ص194، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور اپنی کلائیاں (کہنیاں) اٹھاؤ۔

سجدہ میں سر اور پیشانی کو دونوں ہاتھوں کے بیچ اس طرح رکھنا کہ ہاتھ کانوں کے برابر ہوں

عن ابی اسحاق قال قلت للبراء بن عازب این كان النبی ﷺ يضع وجهه اذا سجد فقال بين كفيه۔

(جامع ترمذی ج1 ص62، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

پوچھا کہ نبی ﷺ سجدہ میں اپنا چہرہ (پیشانی) کہاں رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا دونوں ہتھیلیوں کے بیچ۔

عن وائل بن حجر قال رمقت رسول الله ﷺ فلما سجد كانت يداه حذو اذنيه۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص175، المکتب الاسلامی)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص291)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدے میں بازوؤں کو پہلو سے دور رکھے اور بغلوں کو ظاہر کرے

عن عبداللہ بن مالك بن بجينة ان النبی ﷺ كان اذا صلی فرج بين يديه حتی يبدو بياض ابطيه۔

(بخاری ج1 ص112)

(صحیح مسلم ج1 ص194، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی ظاہری ہوتی۔

عن ميمونة قالت كان النبی ﷺ اذا سجد لو شائت بهمةٌ ان تمر بين يديه لمرت۔

(صحیح مسلم ج1 ص194، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اس طرح سجدہ کرتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کی بغلوں کے درمیان :ں سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

عن ابی حميدنِ الساعدی قال كان النبی ﷺ اذا اهوی الی الارض ساجدًا جافی عضديه عن ابطيه و فتح اصابع رجليه۔

(سنن النسائی ج1 ص166 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ میں جاتے تو آپ ﷺ اپنے بازو و بغلوں سے جدا رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں کھلی رکھتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ میں دونوں رانوں کو ایک دوسرے سے نیز پیٹ سے جدا رکھنا

عن ابی حمید الساعدی بهذا الحدیث قال و اذا سجد فرج بین فخذیه غیر حامل بطنه علی شئ من فخذیه۔

(ابوداؤد ج1 ص116 ،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنی رانوں کے درمیان فاصلہ رکھا اور پیٹ کا ذرا حصہ بھی رانوں پر نہ رکھا۔

عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال اذا سجد احد کم فلا یفترش یدیه افتراش الکلب ولیضم فخذیه۔

(ابوداؤد ج1 ص138 ،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو کتے کی طرح اپنے بازوؤں کو زمین پر نہ بچھائے اور نہ اپنی رانوں سے ملائے۔

سجدہ میں سرین کو اٹھانا

عن اسحاق قال وصف لنا البراء ابن عازب (السجود کما فی النسائی) فوضع یدیه و اعتمد علی رکبتیه و رفع عجیزته و قال هکذا کان رسول الله ﷺ یسجد۔

(سنن ابوداؤد ج1 ص137 ،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سجدہ کا طریقہ بتایا۔ چناں چہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور اپنے گھٹنوں پر بوجھ ڈالا اور اپنی سرین کو اٹھایا اور فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سجدہ کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تسبیحات سجدہ

اس کی تفصیل تسبیحات رکوع کے بیان میں گزر چکی ہے وہاں پر دیکھئے۔

جلسہ

عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ دخل المسجد، (الحدیث) و فیہ قال رسول اللہ ﷺ ثم ارفع حتی تطمئن جالسًا۔

(صحیح بخاری ج1 ص109، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع راسہ من الرکوع لم یسجد حتی یستوی قائمًا فاذا سجد فرفع راسہ لم یسجد حتی یستوی جالسًا و کان یفترش رجلہ الیسری۔

(سنن ابن ماجہ ج1 ص63، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک سجدہ نہیں کرتے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے، پھر جب ایک سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک کہ سیدھے بیٹھ نہ جاتے اور آپ (جلسہ میں) بایاں پیر بچھاتے۔

(نوٹ) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا جلسہ کہلاتا ہے اور جیسا کہ رکوع کے بیان میں آپ نے پڑھا کہ قومہ اور جلسہ میں بھی تعدیل ارکان واجب ہے۔ تعدیل ارکان کی مکمل بحث وہاں پر ملاحظہ کیجئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

جلسہ میں بیٹھنے کا طریقہ

عن عبداللہ و ھو ابن عبداللہ بن عمر عن ابیہ قال من سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب القدم الیمنٰی و استقبالہ باصابعھا القبلہ و الجلوس علی یسری۔

(سنن نسائی ج 1 ص 173، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا نماز کی سنتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کیا جائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا کرے کہ اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ یہی طریقہ تشہد کے لئے قعدہ اولیٰ واخیرہ میں بیٹھنے کا ہے۔ لہٰذا پوری تفصیل وہاں آئے گی۔ البتہ ایک وضاحت یہاں پر ضروری ہے کہ بعض لوگ بغیر عذر کے ایک سجدہ سے اٹھ کر مندرجہ بالا سنت طریقے کے مطابق بیٹھنے کے بجائے پنجوں کے بل تھوڑا رک کر دوسرے سجدہ میں جاتے ہیں۔ یہ طریقہ خلاف سنّت ہے۔ جلد بازی میں اگر ایک تسبیح کی مقدار بھی نہیں رکے اور فوراً دوسرے سجدے میں جائے تو ترک واجب (تعدیل ارکان) کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ ہاں اگر عذر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

عن مغیرۃ بن حکیم انہ رای عبداللہ بن عمر یرجع فی سجدتین فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ فلما انصرف ذکر لہ ذالک فقال انھا لیست سنۃ الصلوۃ و انما افعل ھٰذا من اجل انی اشتکی۔

(موطا امام مالک)

(ترجمہ) حضرت مغیرہ بن حکیم فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیکھا کہ وہ نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان دونوں پیروں کی انگلیوں (پنجوں) پر بیٹھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے اس بات کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ نماز میں ایسا کرنا سنت نہیں۔ لیکن میں تکلیف کے باعث ایسا کرتا ہوں۔

جلسہ میں اللھم اغفرلی کہنا

عن منصور قال قلت لابراھیم تقول بین السجدتین شیئًا قال ما اقول بینھما شیئًا۔

(مصنف عبدالرزاق ج2ص188، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) منصور کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ کیا تم دونوں سجدوں کے درمیان کچھ پڑھتے ہو تو انہوں نے فرمایا۔ میں دونوں کے سجدوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھتا۔

ہمارے علماء کے نزدیک جلسہ میں کچھ پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ بعض روایات میں رب اغفرلی وغیرہ کا پڑھنا مذکور ہے۔

جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے۔

و کان یقول بین السجدتین رب اغفرلی رب اغفرلی۔

(سنن نسائی ج1ص172، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) یعنی آپ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں رب اغفرلی کہتے۔

اسے ہمارے علماء نوافل پر محمول کرتے ہیں یا منفرد کے لئے فرض میں اور امام بھی اگر مقتدیوں پر گراں نہ ہو تو پڑھ سکتا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

قال ابو یوسف سالت الامام ایقول الرجل اذا رفع راسہ من الرکوع والسجود اللھم اغفرلی قال یقول ربنا لك الحمد و سکت ولقد احسن فی الجواب اذ لم ینہ عن الاستغفار، نھر وغیرہ۔ اقول بل فیہ اشارۃ الیٰ انہ غیر مکروہ اذلو کان مکروھًا لنھی عنہ کما ینھی عن القراءۃ فی الرکوع والسجود وعدم کونہ مسنونًا لا ینا فی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ و السورۃ بل ینبغی ان یندب الدعا بالمغفرۃ بین السجدتین خروجًا من خلاف الامام احمد لا بطالہ الصلاۃ بترکہ عامدًا ولم ارمن

صرح بذالك عندنا لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف والله اعلم۔

(شامی ج2 ص261 ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) امام ابو یوسف نے فرمایا۔ میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا۔ کیا آدمی رکوع وسجود سے سر اٹھانے کے بعد اللھم اغفرلی کہہ سکتا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ وہ ربنا لك الحمد کہے یہ فرمایا اور خاموش ہو گئے۔ کیا ہی خوب جواب دیا کہ استغفار سے منع نہیں کیا۔ (علامہ شامی فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں، بلکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ اگر مکروہ ہوتا تو آپ ضرور منع فرماتے۔ جیسا کہ آپ نے رکوع وسجود میں قرأت قرآن سے منع کیا ہے اور اس دعا کا مسنون نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ جائز بھی نہ ہو۔ جیسا کہ سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کا مسئلہ (کہ مسنون نہیں لیکن ناجائز بھی نہیں۔ اس کی تفصیل گزر چکی)۔ بلکہ چاہئے کہ دونوں سجدوں کے درمیان دعا مستحب ہو تا کہ امام احمد کے اختلاف سے نکلا جائے کیوں کہ ان کے نزدیک جان بوجھ کر یہ دعا ترک کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ ہمارے مذہب حنفیہ کی اس مسئلہ میں تصریح کسی نے کی ہو۔ لیکن یہ تصریح البتہ کی ہے کہ اختلافات ائمہ کی رعایت کرنا مستحب ہے۔

مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک بھی جلسہ میں اللھم اغفرلی کہنا ناجائز یا مکروہ نہیں ہے بلکہ ہمارے علماء نے اس کے استحباب کی تصریح کی ہے بلکہ جب حدیث میں اس کی تصریح ہے تو یہ سنت ہے اور ہمارے علماء نے جو سنیت کی نفی کی ہے۔ (کما فی تنویر الابصار: ولیس بینهما ذکر مسنون) اس سے مراد سنت مؤکدہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا جلسہ استراحت سنّت ہے؟

ہمارے علماء کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بغیر بیٹھے پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہونا سنت ہے۔جب کہ بعض دیگر علماء کے نزدیک پہلے بیٹھے، پھر کھڑا ہو اور اس بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ہمارے دلائل درج ذیل ہیں۔

عن ابی هریرة قال کان النبی ﷺ ینهض فی الصلٰوۃ علی صدور قدمیه۔

(جامع ترمذی ج1 ص64،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

امام ترمذی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

علیه العمل عند اهل العلم یختارون ان ینهض الرجل فی الصلٰوۃ علی صدور قدمیه۔ (حوالہ بالا)

(ترجمہ) اسی پر عمل ہے اہل علم کا وہ پسند کرتے ہیں کہ آدمی نماز میں پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

عن عبدالرحمٰن بن یزید یقول رمقت عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهٗ فی الصلٰوۃ فرأیته ینهض ولا یجلس قال ینهض علی صدور قدمیه فی الرکعة الاولیٰ والثالثة۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص179،المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن یزید بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو نماز میں دیکھا۔آپ پاؤں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور بیٹھے نہیں۔

عن عبید بن ابی جعد قال کان علی رضی الله تعالیٰ عنه ینهض فی الصلٰوۃ علی صدور قدمیه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص430،مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عبید بن ابو جعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نماز میں پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے۔

عن الشعبی ان عمر و علیًا و اصحاب رسول اللہ ﷺ کانوا ینهضون فی الصلوٰة علی صدور اقدامهم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 431، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی اور دیگر اصحاب رسول ﷺ نماز میں پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے۔

عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن الزبير اذا سجد السجدة الثانيه قام كما هو على صدور قدميه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 431، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیکھا کہ جب آپ دوسرا سجدہ کرتے تو اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جلسہ استراحت سنت نہیں ہے اور جن روایات میں اس کا اثبات ہے وہ عذر پر محمول ہوگا تاکہ روایات میں تطبیق ہو جائے اور تعارض نہ رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

سجدے سے قیام کی طرف کھڑے ہوتے وقت زانوؤں پر اعتماد کرتے ہوئے اٹھے اور زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا نہ لے

پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے اُٹھتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھوں سے زور دیتے ہوئے اٹھے کہ یہی سنّت ہے۔ البتہ کسی عذر مثلاً بیماری یا کمزوری کی وجہ سے زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن بغیر کسی عذر کے زمین کے بجائے اپنے گھٹنوں پر زور دیتے ہوئے اٹھنا چاہیے کہ یہ سنّت ہے۔

ابوداؤد میں وائل بن حجر کی روایت میں ہے۔

واذا نهض نهض على ركبتيه واعتمد على فخذيه۔

(سنن ابی ابوداؤد ج 1 ص 116، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) اور جب آپ ﷺ سجدے سے اُٹھتے تو گھٹنوں کے بل اُٹھتے اور اپنی رانوں پر بوجھ ڈالتے۔

عن ابن عمر قال نهى رسول الله ﷺ قال احمد بن حنبل، ان يجلس الرجل فى الصلوة و هو معتمد على يده و ذكر فى باب رفع من السجود و قال ابن عبد الملك نهى ان يعتمد الرجل على يديه اذا نهض فى الصلوة۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 150، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ امام احمد حنبل کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے نماز میں بیٹھنے کی حالت میں ہاتھ سے زمین پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا اور امام احمد نے اس روایت کو سجدے سے اُٹھنے کے باب میں ذکر کیا اور ابن عبدالملک کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے نماز میں سجدے سے (قیام کی طرف) کھڑے ہونے کے وقت ہاتھوں سے سہارا لینے یعنی ہاتھ زمین پر رکھ کر کھڑے ہونے سے منع فرمایا۔

پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے اٹھ کر پہلے بیٹھنا پھر کھڑا ہونا (اس بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔اس کی تفصیل ابھی گزری ہے) نیز کھڑے ہوتے وقت زمین پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے سہارے سے اٹھنا، اس بارے میں ہمارا اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا اختلاف صرف فضیلت میں ہے نہ کہ جواز میں۔ہمارے نزدیک، بنا عذر نہ کرنا افضل ہے۔لیکن کرنا بھی جائز ہے اور ان کے نزدیک کرنا افضل ہے۔لیکن نہ کرنا بھی جائز ہے۔البتہ ہمارے نزدیک جلسہ استراحت کو اتنا طویل کرنا کہ وہ مشابہ قعدہ ہو جائے یہ مکروہ ہے۔

قال فی الدر مع تنویر الابصار (و یکبر للنہوض) علی صدور قدمیہ (بلا اعتماد و قعود) استراحۃ ولو فعل لا بأس

قال الشامی۔ قولہ: (بلا اعتماد ... الخ) ای: علی الارض قال فی الکفایہ: اشاربہ الی خلاف الشافعی فی موضعین۔ احدھما یعتمد بیدیہ علی رکبتیہ عندنا و عندہ علی الارض و الثانی الجلسۃ الخفیفۃ۔ قال شمس الائمۃ الحلوانی۔ الخلاف فی الافضل حتی لو فعل کما ھو مذھبنا لا باس بہ عند الشافعی ولو فعل کما ھو مذھبہ لا بأس بہ عندنا کذا فی المحیط قال فی الحلیۃ و الا شبہ انہ سنۃ او مستحب عند عدم العذر فیکرہ۔ فعلہ تنزیھًا لمن لیس بہ عذر و تبعہ فی البحر و الیہ یشیر قولھم لا باس فانہ یغلب فیما ترکہ اولی۔ اقول: ولا ینافی ھذا ما قدمہ الشارح فی الواجبات حیث ذکر منھا ترک قعود ثانیۃ و رابعۃ لان ذالک محمول علی القعود الطویل ولذا قیدت الجلسۃ ھنا بالخفیفۃ تامل۔

(شامی 2 ص 262 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا

تعوذ، تسمیہ نیز ثنا کا تفصیلی بیان شروع کتاب میں گزر چکا ہے۔ البتہ یہاں پر اتنی وضاحت ضروری ہے کہ دوسری رکعت میں ثناء، تعوذ نہیں ہے اور تسمیہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ہمارے علماء کا قولِ مختار یہ ہے کہ ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لے۔

ابو زرعة قال سمعت ابا هريرة يقول كان رسول الله ﷺ اذا نهض من الركعة الثانيه استفتح القراءة بالحمد لله رب العلمين ولم يسكت۔

(صحیح مسلم ج1 ص219، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے اور خاموش نہیں ہوتے تھے۔

عن ابراهيم انه كان يقول اذا قراء الرجل فی صلاته مرة بسم الله الرحمٰن الرحيم اجزأه ذالك۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص450، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں جب آدمی نماز میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لے تو یہی اس کے لئے کافی ہے۔

عن ابن سيرين اذا تعوذ مرة و قرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم اجزائه بقية صلوته۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص450، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابن سیرین فرماتے ہیں کہ جب کوئی ایک مرتبہ تعوذ اور تسمیہ پڑھ لے تو یہ بقیہ نماز کے لئے کافی ہے۔

عن سعيد بن جبير انه كان يقراء بسم الله الرحمٰن الرحيم فی

كل ركعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص450،مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہیں۔

عن شعبة قال. سالت الحكم و حماداً او ابا اسحاق فقالوا اقرأ في كل ركعة بسم الله الرحمن الرحيم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص450،مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) شعبہ فرماتے ہیں۔میں نے حضرت حکم اور حضرت حماد اور حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو۔

قال الشامي: و ذكر في المصفى ان الفتوى على قول ابي يوسف انه يسمي في اول كل ركعة و يخفيه و ذكر في المحيط، المختار قول محمد وهو ان يسمي قبل الفاتحة و قبل كل سورة في كل ركعة و في رواية الحسن بن زيادانه يسمي في الركعة الاولىٰ لا غير و انما اختير قول ابي يوسف لان لفظة الفتوى اكد وا بلغ من لفظة المختار ولان قول ابي يوسف وسط و خير الامور اوساطها۔

(ردالمحتار شرح درمختار ج2 ص235،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری رکعت میں قرأت

عن عبداللہ بن ابی قتادة عن ابیہ ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الظھر فی الاولین بام الکتاب و سورتین و فی الرکعتین الاخیرین بام الکتاب۔

(صحیح بخاری ج1 ص 107 ،قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں (ہر رکعت میں ایک سورۃ) پڑھتے تھے اور دوسری دو، رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

دوسری رکعت میں قرأت کے وہی احکام ہیں جو پہلی رکعت کے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

لہٰذا دہرانے کی ضرورت نہیں۔

نیز دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کی تفصیل اسی طرح ہے جو پہلی رکعت کے بیان میں گزر چکی ہے۔

جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو بیٹھ جائے۔ اس بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں۔

پھر اگر دو رکعت والی نماز ہے تو ”یہی قعدہ“ اخیرہ ہے اور تین یا چار رکعت والی نماز ہے تو یہ قعدہ اولیٰ ہے اور تین رکعت والی نماز یعنی مغرب اور وتر کی تیسری رکعت اور چار رکعت والی نماز کی چوتھی رکعت میں جو قعدہ کیا جائے گا وہ قعدہ آخیرہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اولیٰ

قعدہ اولیٰ واجب ہے، بھول سے ترک پر سجدہ سہو ہو گا قصداً ترک مکروہ تحریمی اور نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

عن مغيرة بن شعبة قال قال عليه سلام اذا قام الامام فى الركعتين فان ذكر قبل ان يستوى قائمًا فليجلس فان استوى قائمًا فلا يجلس و يسجد سجدتى السهو۔

(ابوداؤد ج 1 ص 156 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے پھر اُس کو سیدھا کھڑے ہونے سے قبل یاد آجائے (کہ میں نے قعدہ اولیٰ نہیں کیا ہے) تو وہ بیٹھ جائے، اگر اُس کو سیدھا کھڑا ہونے کے بعد یاد آئے تو وہ نہ بیٹھے اور دو سجدے سہو کے لئے کرے۔

قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے جو جلسہ بین السجدتین کا ہے جس کی کچھ تفصیل گزر چکی۔

بخاری میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کیا ہے۔ اسی حدیث میں ہے۔

فاذا جلس فى الركعتين جلس على رجله اليسرى و نصب اليمنى۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 114، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر جب آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بایاں قدم مبارک بچھاتے اور دایاں کھڑا کرتے۔

اور ترمذی میں ابوحمید الساعدی کی روایت میں ہے۔

ان رسول الله ﷺ جلس يعنى للتشهد فافترش رجله اليسرى و

اقبل بصدر اليمنی علی قبلته و وضع کفه اليمنی علی رکبته اليمنی و کفه اليسری علی رکبته اليسری و اشار باصبعه يعنی السبابة۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 65، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) ابوحمید ساعدی فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے لئے بیٹھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایاں قدم بچھایا اور دائیں قدم کی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا اور دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھا اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لا نظرن الی صلٰوة رسول الله ﷺ فلما جلس يعنی للتشهد افترش رجله اليسری و وضع يده اليسری يعنی علی فخذه اليسری و نصب رجله اليمنی۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 65، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا۔ میں نے کہا میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں قدم بچھایا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دایاں قدم کھڑا کیا۔

اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں۔

هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم و هو قول سفيان الثوری و ابن المبارك و اهل الكوفة۔

(ترجمہ) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ یہی قول سفیان ثوری ابن مبارک اور اہل کوفہ (احناف) کا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

تشہد

عن عبداللہ بن مسعود قال علمنا رسول اللہ ﷺ اذا قعدنا فی الرکعتین ان نقول التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدً عبدہٗ و رسولہٗ۔

(جامع ترمذی ج1 ص65، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سکھایا کہ جب ہم دو رکعتوں کے بعد بیٹھیں تو یہ پڑھیں۔ التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں۔

حدیث ابن مسعود قد روی عنہ من غیر وجہ و ھو اصح حدیث عن النبی ﷺ فی التشھد والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم عن اصحاب النبی ﷺ و من بعدھم من التابعین و ھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک و احمد و اسحاق۔

(ترجمہ) یہ حدیث حضرت ابن مسعود سے کئی طرق سے مروی ہے اور تشہد کے بارے میں وارد، احادیث میں سے یہ صحیح ترین ہے اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر عمل ہے اور سفیان ثوری ابن مبارک امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔

اور اس میں ہے کہ جب بندہ یہ کلمات السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین کہتا ہے۔

اصابت کل عبد صالح فی السماء والارض۔

(ترجمہ) تو یہ سلام زمین وآسمان میں ہر عبد صالح کو پہنچتا ہے۔

(صحیح بخاری ج1 ص115، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(نوٹ) تشہد واجب ہے اس کے بغیر نماز ناقص و نامکمل ہوگی اگر بھول سے ترک کیا تو سجدہ سہو سے کامل کرے اور اگر قصداً ترک کیا تو مکروہ تحریمی ہوئی۔ لہٰذا اعادہ کر کے کامل پڑھے۔

عن عبداللہ قال کنا رسول اللہ ﷺ یعلمنا التشھد کما یعلمنا السورۃ من القرآن ویقول لا صلوٰۃ الا بتشھد۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج2 ص378، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ اور فرماتے بغیر تشہد کے نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھے

عن عبداللہ بن مسعود قال علمنی رسول اللہ ﷺ التشہد فی وسط الصلوٰۃ و فی اٰخرھا قال فکان یقول اذا جلس فی وسط الصلوٰۃ و فی آخرھا علی ورکہ الیسری التحیات للہ و الصلوٰۃ و الطیبات السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ قال ثم ان کان فی وسط الصلوٰۃ نھض حین یفرغ عن تشھدہ و ان کان اٰخرھا دعا بعد تشھدہ بما شاء اللہ ان یدعوا ثم یسلم۔

(مجمع الزوائد ج2 ص145 موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نماز کے بیچ اور آخر کا تشہد سکھایا۔ پس آپ ﷺ جب قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ میں بائیں پاؤں پر بیٹھتے تو یہ پڑھتے۔

التحیات للہ و الصلوٰۃ و الطیبات السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ پھر اگر قعدہ اولیٰ ہوتا تو تشہد سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو جاتے اور اگر قعدہ اخیرہ ہوتا تو تشہد کے بعد دعا مانگتے، پھر سلام پھیرتے۔

عن مطرف عن الشعبی قال من زاد فی الرکعتین الاولین علی التشھد فعلیہ سجدتا سھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص330 مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) مطرف سے روایت ہے کہ حضرت شعبی نے فرمایا جس نے قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ پڑھا تو اُس پر سجدہ سہو ہے۔

سعد بن ابراهیم قال سمعت ابا عبیدة بن عبدالله بن مسعود یحدث عن ابیه قال کان رسول الله ﷺ اذا جلس فی الرکعتین الاولین کانه علی الرضف قال شعبه ثم حرك سعد شفتیه بشیٔ فاقول حتی یقوم فیقول حتی یقوم۔

(جامع ترمذی ج1 ص85، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلی دو رکعتوں کے بعد ایسے بیٹھتے گویا کہ آگ میں گرم کئے ہوئے پتھر پر تشریف فرما ہیں۔ (یعنی مختصر) شعبہ کہتے ہیں کہ پھر سعد نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ میں نے کہا، پھر کھڑے ہو جاتے۔ سعد نے کہا ہاں، پھر آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل علی هذا عند اهل العلم مختارون ان لا یطیل الرجل القعود فی الرکعتین الاولین و لا یزید علی التشهد شیًٔا فی الرکعتین الاولین و قالوا ان زاد علی التشهد فعلیه سجدتا سهو۔

(جامع ترمذی ج1 ص85، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ یہ قول اختیار کرتے ہیں کہ کوئی شخص قعدہ اولیٰ کو طویل نہ کرے اور نہ ہی اس میں تشہد سے زیادہ پڑھے اور فرماتے ہیں کہ تشہد سے زیادہ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

تشہد میں کلمہ شہادت کے وقت انگلی سے اشارہ کرنا

اس بارے میں بکثرت احادیث مروی ہیں لہٰذا اس کے سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تمام علماء مع ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اس پر، البتہ اس کے طریقے کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کوئی بھی طریقہ جائز ہے۔ ہاں افضلیت میں مختلف قول ہیں۔

مسلم میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی روایت میں ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا قعد یدعوا وضع یدہ الیمنٰی علی فخذہ الیمنٰی و یدہ الیسری علی فخذہ الیسری و اشار باصبعہ السبابۃ و وضع ابہامہ علی اصبعہ الوسطی و یلقم کفہ الیسری علی رکبتیہ۔

(صحیح مسلم ج1 ص216، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کے وقت اس طرح بیٹھے ہوتے کہ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہوتا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے، انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور بایاں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے۔

اور مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے۔

کان ﷺ اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفہ الیمنٰی علی فخذہ الیمنٰی و قبض اصابعہ کلھا و اشار باصبعہ التی تلی و وضع کفہ الیسری علی فخذہ الیسری۔

(صحیح مسلم ج1 ص216، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) آپ ﷺ جب نماز میں بیٹھے ہوتے تو دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے۔

اور ابن عمر کی ہی ایک روایت میں ہے۔

وعقد ثلاثاً وخمسین واشار بالسبابۃ۔

(صحیح مسلم ج1 ص216، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور ترپین کا عقد بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

اور ابن ماجہ میں وائل بن حجر کی روایت میں ہے۔

عن وائل بن حجر قال رایت رسول اللہ ﷺ قد حلق الابہام و الوسطی و رفع التی تلیھما یدعوا بھا فی التشھد۔

(سنن ابن ماجہ ص66، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے انگوٹھے اور بیچ والی انگلی کا حلقہ بنا رکھا تھا اور شہادت والی انگلی اٹھا کر تشہد میں دعا مانگ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

طریقہ رفع سبابہ

الغرض انگلی سے اشارہ کرنا سنت سے ثابت ہے اور اس کی کیفیت دو طرح سے منقول ہے۔

(1) تحلیق (2) عقد۔ تحلیق کا مطلب ہے چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرے اور انگوٹھے اور بیچ والی انگلی کا حلقہ باندھے اور شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے۔

اور عقد کا مطلب ہے شہادت کی انگلی کے سوا تمام انگلیوں کی مٹھی بند کرے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ یہ دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔ لہٰذا دونوں جائز و صحیح ہیں۔ البتہ فضیلت کے بارے میں مختلف قول ہیں۔ امام محمد نے موطا میں ابن عمر سے عقد والی روایت بیان کی ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا جلس فی الصلٰوۃ وضع کفه الیمنٰی علی فخذه الیمنٰی و قبض اصابعه کلها و اشار باصبعه التی تلیها الا بهام و وضع کفه الیسری علی فخذه الیسری۔

(موطا امام محمد ص 108 ،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام محمد فرماتے ہیں۔

و بصنیع رسول اللہ ﷺ ناخذ وھو قول ابی حنیفة۔

(موطا امام محمد ص 108 ،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے اس طریقے کے مطابق عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔

ہمارے بعض علماء نے حنفیہ کا مختار، تحلیق قرار دیا ہے۔

اور شامی نے دونوں طریقے ذکر کیے ہیں۔

وصفتها ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشهادۃ الا بهام والوسطی و یقبض البنصر والخنصر و یشیر بالمسبحة او یعقد ثلاثة و خمسین بان یقبض الوسطی والبنصر والخنصر و یضع راس ابها مه علی حرف مفصل الوسطی الاوسط۔

(شامی جلد2 ص266، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جب کہ بعض نے کہا کہ ساری انگلیاں بچھی ہوں اور صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔

المفتی به عندنا انه یشیر باسطًا اصابعه کلها۔

لیکن یہ طریقہ ثابت نہیں۔ اسی جگہ شامی نے اس کو رد کیا۔

فهذہ النقول کلها صریحة بان الاشارۃ المسنونة انما هی علی کیفیة خاصة و هی العقد او التحلیق و اما روایة بسط الا صابع فلیس فیها اشارۃ اصلاً۔

(ج2 ص266، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) ان تمام نقول میں تصریح ہے کہ اشارہ ایک خاص طریقہ کے ساتھ مسنون ہے اور وہ ہے عقد یا تحلیق اور سب انگلیوں کو بچھاتے ہوئے صرف ایک انگلی سے اشارہ کرنا، تو وہ اشارہ ہے ہی نہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

لیس لنا سوی قولین الاول و هو المشهور فی المذهب بسط الا صابع بدون اشارہ الثانی بسط الاصابع الیٰ حین الشهادۃ فیعقد عندها و یرفع السبابة عند النفی و یضعها عند الاثبات و هذا ما اعتمدہ المتاخرون لثبوته عن النبی ﷺ بالاحادیث الصحیحة ولصحة نقله عن أئمتنا الثلاثة فلذا قال فی الفتح ان الاول خلاف الدرایة و الروایة و اما ما علیه عامة الناس فی

زماننا مع الاشارة من البسط بدون عقد فلم اراحدًا قال به سوی الشارح تبعًا للشرنبلالی عن البرهان للعلامة ابراهیم لطرابلسی صاحب الاسعاف من اهل القرن العاشر واذا عارض کلامه کلام جمهور الشار حین من المتقدمین والمتاخرین من ذکر القولین فقط فالعمل علی ما علیه جمهور العلماء لا جمهور العوام فا خرج نفسك من ظلمة التقلید وحیرة الاوهام و استضئ مصباح التحقیق فی هذا المقام فانه من منح الملك العلام۔

(شامی ج2ص268،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور اشارہ اس وقت کرے تو اس بارے میں ہمارے علماء کا موقف ہے نفی یعنی لا پر انگلی اٹھائے اور اثبات یعنی الا پر واپس رکھ لے۔

یرفع الاصبع عند النفی و یضعها عند الاثبات۔

(شامی ج2ص267،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت

قرأت کی تفصیل آپ نے پڑھ لی نیز تسمیہ، تعوذ وغیرہ کی تفصیل بھی اور یہ بھی کہ دوسری رکعت میں قرأت کا حکم ویسا ہی ہے جیسے پہلی رکعت میں۔ فرض کے علاوہ دیگر نمازوں میں تیسری چوتھی رکعت کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی اور دوسری کا ہے اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں ہے۔ صرف قیام فرض ہے۔

بخاری میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔

قال عمر لسعد لقد شكوك فى كل شئ حتى الصلوٰة قال اما انا فامد فى الاولیین و احذف فى الاخر یین ولا الوما اقتدیت به من صلوٰة رسول الله ﷺ قال صدقت ذاك الظن بك او ظنى بك۔

(بخاری ج 1 ص 106، قدیمی کتب خانہ کراچی، باب یطول فی الاولین ویحزف فی الاخرین)

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت سعد سے فرمایا۔ اہل کوفہ نے تمہاری ہر چیز میں شکایت کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی حضرت سعد نے کہا۔ میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں حذف کرتا ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز میں جس چیز کی اقتداء کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا یا فرمایا۔ آپ کے ساتھ میرا یہی گمان تھا۔

مندرجہ بالا روایت میں حضرت سعد نے فرمایا۔ میں دوسری دو رکعتوں میں قرأت حذف کرتا ہوں۔ بعض کے نزدیک اس کا مطلب ہے مختصر کرتا ہوں۔ یعنی صرف فاتحہ پڑھتا ہوں۔ یہ بھی ثابت ہے اور بعض کے نزدیک میں قرأت ترک کرتا ہوں، یہ بھی جائز ہے۔ اس سے ہمارے علماء کا مؤقف ثابت ہوتا ہے کہ دوسری دو رکعتوں میں قرأت فرض نہیں ہے۔

عن عبدالله بن ابى رافع قال كان یعنى علیًا یقرأ فى الاولیین من الظهر و العصر بأم القرآن و سورة ولا یقرأ فى الاخریین۔

(مصنف رزاق ج 2 ص 100، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن ابورافع فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

عن ابراھیم قال اقرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ و فی الاخریین سبح۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص101، المکتب الاسلامی)

(ترجمہ) ابراہیم فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں سبحان اللہ کہو۔

عن ابی اسحاق عن علی و عبداللہ انھما قالا اقرأ فی الاولیین و سبح فی الاخریین۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص408، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو، اور دوسری دو رکعتوں میں سبحان اللہ کہو۔

عن علقمۃ بن قیس ان عبداللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر فیہ و فیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین و اذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئًا۔

(موطا امام محمد ص100 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ بے شک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ نہ سری نماز میں، نہ جہری نماز میں، نہ پہلی دو رکعتوں میں، نہ دوسری دو رکعتوں میں اور جب اپنی نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھتے اور دوسری دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں ہے۔ اگر تین تسبیح کی مقدار چپ کھڑا رہا تو بھی کافی ہے یا اگر تسبیحات پڑھی تو بھی جائز ہے۔ لیکن سورۃ فاتحہ پڑھنا افضل ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔

عن عبداللہ بن ابی قتادة عن ابیه ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الظھر فی الاولیین بام الکتاب و سورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب۔

(بخاری ج 1 ص 107، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں (ہر رکعت میں ایک سورۃ) پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا

فرض کی تیسری چوتھی رکعت میں اگر فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ بھی پڑھ لے تو بھی جائز ہے۔ اگرچہ مندرجہ بالا حدیث کے مطابق فاتحہ پر اقتصار کرنا اولیٰ ہے۔ لیکن فاتحہ سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے اور بعض روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ کان یقرأ فی صلوٰة الظھر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعة قدر ثلثین اٰیة و فی الاخریین قدر خمس عشر اٰیة او قال نصف ذالك۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 186 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کی مقدار اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر یا فرمایا اس کی آدھی مقدار

قرأت فرماتے۔

مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آخری دو رکعتوں میں (15) پندرہ آیات پڑھتے تھے جو کہ فاتحہ کی آیات سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے۔

اسی طرح بیہقی میں ابو عبداللہ الصنابحی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں۔

ابو عبداللہ الصنابحی انه قدم المدينة فی خلافة ابی بكر الصديق رضی الله تعالیٰ عنهٗ فصلی وراء ابی بكر المغرب فقراء ابو بكر فی الركعتين الاولين بأم القراٰن و سورة سورة من قصار المفصل ثم قام فی الركعة الثالثة قال فدنوت منه حتّٰی ان ثيابی لتكاد ان تمس ثيابه فسمعته قرأ بأم القراٰن و هذه الاية ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج 2 ص 64، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابو عبداللہ صنابحی فرماتے ہیں کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ آئے اور انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی۔ ابوبکر صدیق نے پہلی دو، رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک ایک سورۃ پڑھی، پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے قریب ہوا تھا۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں کو چھوتے۔ پس میں نے سنا کہ آپ نے (تیسری رکعت میں) فاتحہ پڑھی اور یہ آیت پڑھی، ربنا لا تزغ قلوبنا... الخ۔

ثابت ہوا کہ فرض کی پچھلی رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ یا کچھ آیتیں قرأت کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

قال فی البحر: والظاهر ان الزيادة عليها مباحة۔

(البحر الرائق ج 1 ص 570، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(ترجمہ) ظاہر یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ سے زیادہ پڑھنا مباح (جائز) ہے۔

قعدہ اخیرہ

قعدہ اخیرہ فرض ہے اور اس کی فرضیت پر علماء کا اجماع ہے۔

وھی فرض باجماع العلماء۔

(البحر ج1 ص512)

البتہ اس کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک مقدارِ تشہد فرض ہے۔ ہماری دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے۔

عن القاسم بن مخیمرۃ قال اخذ علقمۃ بیدی وحدثنی ان عبداللہ بن مسعود

اخذ بیدہ وان رسول اللہ ﷺ اخذ بید عبداللہ فعلمہ التشھد فی الصلوٰۃ فذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت ھذا او قضیت ھذا فقد قضیت صلوٰتک ان شئت ان تقوم فقم و ان شئت ان تقعد فاقعد۔

(ابوداؤد ج1 ص 147 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) قاسم بن مخیمرہ فرماتے ہیں کہ علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود نے ان کا ہاتھ پکڑا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کر انہیں تشہد پڑھنا سکھایا، پھر اعمش کی حدیث کی طرح تشہد بیان کیا۔ (تشہد کے اس حدیث کے الفاظ ہم قعدہ اولیٰ کے بیان میں بیان کر چکے ہیں بخاری کے حوالے سے)۔ جب تم نے یہ تشہد کہا یا اس سے فارغ ہوئے تو تم نماز سے فارغ ہوئے۔ اگر کھڑے ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ (سلام پھیر کر)۔ اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قعدہ اخیرہ مقدار تشہد فرض ہے۔ اور قعدہ اولیٰ کی طرح قعدہ اخیرہ میں بھی تشہد پڑھنا واجب ہے۔

تشہد کی تفصیل قعدہ اولیٰ کے بیان میں گزر چکی۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فرق یہ ہے

کہ قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھنا تھا اور قعدہ اخیرہ میں درود شریف اور دعا بھی مسنون ہے۔ بعض کے نزدیک درود شریف فرض ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ سنّت ہے فرض نہیں۔

مندرجہ بالا ابو داؤد کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس میں ہے کہ تشہد سکھانے کے بعد فرمایا۔ جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تم نے نماز پوری کر لی۔ لہٰذا درود شریف اور دعا فرض، واجب نہیں ہے بلکہ سنّت ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف

نماز میں قعدہ اخیرہ میں دورد شریف اور دعا فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے جس کی تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قال لقینی کعب بن عجرۃ فقال الا اھدی لك ھدیۃ سمعتھا من النبی ﷺ فقلت بلی فاھدھا لی فقال سئلنا رسول اللہ ﷺ فقلنا یا رسول اللہ ﷺ کیف الصلوٰۃ علیکم اھل البیت فان اللہ قد علمنا کیف نسلم علیك قال قولوا اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔ اللھم بارك علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 477، قدیمی کتب خانہ کراچی، کتاب الانبیاء)

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ملے۔انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ تحفہ نہ دوں جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔میں نے کہا کیوں نہیں وہ تحفہ مجھے دیجئے تو فرمایا۔ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر اور آپ ﷺ کی اہل بیت پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں کہ بے شک اللہ نے ہمیں یہ تو سکھا دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر سلام کیسے بھیجیں (یعنی سلام کا طریقہ تو ہمیں آتا ہے لیکن صلوۃ کیسے بھیجیں۔جیسا کہ بخاری کتاب الدعوات میں کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے۔ فقلنا یا رسول اللہ ﷺ قد علمنا کیف نسلم علیك فکیف نصلی علیك)۔

آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہو۔ اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔ اللھم بارك علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔

(نوٹ) یہاں صحابہ کرام کا سوال نماز کے متعلق تھا۔اس پر محدثین کا اتفاق ہے اور بعض

روایات میں نماز کی تصریح ہے۔ مثلاً مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے یوں سوال کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ اما السلام فقد عرفنا فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلوتنا۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج4 ص119 مکتب اسلامی بیروت)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

درود شریف کے بعد کی دعا

عن عبداللہ قال یتشھد الرجل ثم یصلی علی النبی ﷺ ثم یدعو لنفسہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 331، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی پہلے تشہد پڑھے گا، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے گا، پھر اپنے لئے دعا مانگے گا۔

عن فضالۃ بن عبید الانصاری ان رسول اللہ ﷺ رای رجلا صلی لم یحمد اللہ ولم یمجدہ ولم یصل علی النبی ﷺ وانصرف فقال رسول اللہ ﷺ عجل ھذا فدعاہ فقال لہ ولغیرہ اذا صلی احدکم فلیبدأ بتحمید ربہ عزوجل والثناء علیہ ولیصل علی النبی ﷺ ثم یدعو بما شاء۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 148)

(ادارہ التقات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت فضالہ بن عبید انصاری سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے نماز پڑھی اور (تشہد میں) تحمید و تمجید کی اور نہ نبی ﷺ پر دورد پڑھا اور چل دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے جلدی کی، پھر اس کو بلایا اور اسے اور دوسرے کو کہا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو ابتداء کرے اللہ کی تحمید و تمجید سے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر جو چاہے دعا مانگے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درود اور دعا فرض یا واجب نہیں ہے۔ ورنہ آپ ﷺ اس شخص کو نماز کا اعادہ کا حکم دیتے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے تعدیل ارکان ادا نہ کرنے والے کو اعادہ کا حکم دیا تھا۔ جس کے متعلق حدیث بخاری و دیگر کتب احادیث کے حوالے سے رکوع کے بیان میں گزر چکی ہے۔

نیز امام بخاری نے باب باندھا ہے۔

باب ما یتخیر من الدعا بعد التشھد ولیس بواجب۔

(ترجمہ) اور اس باب میں عبداللہ بن مسعود کی تشہد والی روایت لائے ہیں اور اس کے آخر میں ہے۔

ثم لیتخیر من الدعا اعجبہ الیہ فیدعو۔

(بخاری ج1 ص115 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) (تشہد کے کلمات کے بعد) پھر اپنے لئے جو دعا چاہے مانگے۔

معلوم ہوا کہ دعا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ بعض احادیث میں مخصوص دعائیں ہیں۔ ان میں سے جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن بعض میں مخصوص دعا کے بجائے یہ فرمایا کہ جو چاہے دعا مانگے جیسا کہ مندرجہ بالا بخاری کی حدیث میں ہے۔

اسی طرح مسلم میں ہے ثم یتخیر من المسئلۃ ماشاء۔

(مسلم ج1 ص173، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) پھر جو چاہے سوال کرے۔

عموماً لوگ رب اجعلنی یا ربنا اتنا پڑھتے ہیں۔ ان سے بھی اس حدیث کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

سلام

عن علی عن النبی ﷺ قال مفتاح الصلوٰۃ الطہور و تحریمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 6، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ طہارت (یعنی وضو) نماز کی کنجی ہے اور تکبیر نماز کی تحریم (نماز کے علاوہ دوسری جائز چیزوں کو دوران نماز حرام کرنے والی) ہے اور سلام نماز کی تحلیل ہے (یعنی سلام سے حسب سابق سارے مباح کام جائز ہو جاتے ہیں جو کہ نماز میں ناجائز تھے)۔

عن عبداللہ عن النبی ﷺ انہٗ یسلم عن یمینہ و عن یسارہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 65، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے۔ (یہ الفاظ کہتے ہوئے)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کی نماز کا طریقہ

عورتوں کی نماز کا طریقہ بھی وہی ہے جو مردوں کا ہے۔صرف چند باتوں میں فرق ہے۔ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت سینے کے مقابل ہاتھ اٹھائے گی اور قیام میں سینے پر ہاتھ باندھے گی۔ رکوع،سجود و قعدہ میں اپنے اعضاء کو ملائے گی،جسم کو سمیٹے گی۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

اذا سجدت المرأة الصقت بطنها فی فخذیها کالستر ما یکون لها۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج 2 ص 223، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے اس طرح کہ جس میں اس کے لئے زیادہ پردہ ہو۔بس یہی فرق ہے مرد و عورت کی نماز کا کہ عورت کو اس طریقے سے نماز پڑھنی ہے جو اس کے پردہ کے لئے زیادہ مناسب ہو۔

عورتوں کے طریقہ نماز کے متعلق چند احادیث و آثار

عن وائل بن حجر قال قال رسول الله ﷺ یا ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك والمرأة ترفع یدیها حذاء ثدیها۔

(طبرانی)

(ترجمہ) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ اپنے سینے کے مقابل اٹھائے گی۔

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا جلست المرأة فی الصلوٰة وضعت فخذها علی فخذها الاخرٰی و اذا سجدت الصقت بطنها فی فخذیها کالستر ما یکون لها و ان الله ینظر الیها و یقول یا ملائکتی اشهدکم انی قد غفرت لها۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 223، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملائے۔ جس طرح اس کے لئے زیادہ پردہ ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے اور فرماتا ہے۔ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

عن يزيد بن ابى حبيب ان رسول الله ﷺ مر على امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الى الارض فان المرأة ليست فى ذالك كالرجل۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 223، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) یزید بن ابو حبیب فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ دو عورتوں پر گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم سجدہ کرو تو اپنے بعض گوشت (یعنی جسم کے بعض حصے) کو زمین کے ساتھ چسپاں کرو (ملاؤ) کہ بے شک عورت (کا حکم) اس بارے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

عن الحارث عن على قال اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 302، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنی رانوں کو (پیٹ سے) ملائے۔

عن ابن عباس انه سئل صلوٰة المرأة فقال تجتمع و تحتفز۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 302، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ وہ اپنے اعضاء کو جمع کرے گی اور سمیٹے گی۔

عن عبد ربه بن زيتون قال رايت ام الدرداء رضى الله تعالىٰ عنهما ترفع كفيها حذو منكبيها حين تفتتح الصلوٰة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 270، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) عبد ربہ بن زیتون فرماتے ہیں کہ حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتیں۔

عن الزهري قال ترفع يديها حذو منكبيها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 270، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت زہری نے فرمایا۔ عورت کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے گی۔

عن ابراهيم قال اذا سجدت المرأة فلتضم فخذيها ولتضع بطنها عليهما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 302، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا۔ جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنے پیٹ کو ان پر رکھے۔

عن ابراهيم قال اذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذيها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافى كما يجافى الرجل۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 303، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا۔ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنے کولہوں کو اوپر نہ اٹھائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور نہ رکھے جس طرح مرد رکھتا ہے۔

عن ابن جريج قال قلت لعطاء تجلس المرأة في مثنا على شقها الأيسر قال نعم قلت هو احب اليك من الايمن قال نعم قال تجتمع جالسة ما استطاعت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 303، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا۔ کیا عورت دو رکعت کے بعد اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ میں نے کہا یہ طریقہ آپ کو دائیں کولہے پر بیٹھنے کی نسبت زیادہ پسند ہے۔ فرمایا ہاں، پھر فرمایا۔ عورت جہاں تک ہوسکے سمٹ کر بیٹھے۔

عن عامر قال تجلس المرأۃ فی الصّلاۃ کما یتیسر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 304 مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عامر نے فرمایا عورت نماز میں جیسے آسانی ہو بیٹھے۔

تعداد رکعات تراویح

احناف سمیت جمہور علماء کے نزدیک تراویح 20 رکعات ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام وتابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔

(دلائل)

دلیل نمبر 1

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 394 مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 498 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں 20 رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 2

عن زید بن رومان انہٗ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ۔

(مؤطا امام مالک ص 98 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دور میں لوگ رمضان میں 23 رکعت (تین وتر سمیت) پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 3

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب

فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ رمضان میں 20 رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 4

عن ابی الحسناء ان علیًا امر رجلاً یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 393 مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 497، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابو الحسناء فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں 20 رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

دلیل نمبر 5

عن یحی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلاً یصلی بھم عشرین رکعۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 393 مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(ترجمہ) یحیٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو 20 رکعت تراویح پڑھائے۔

دلیل نمبر 6

ابو خصیب قال یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابو خصیب فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رمضان میں ہمیں پانچ ترویحوں میں 20 رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر 7

عن ابی عبدالرحمٰن اسلمی عن علی قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلاً یصلی بالناس عشرین رکعة قال و کان علی یوتر بهم۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج2ص496،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) ابوعبدالرحمن سلمی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے رمضان میں قراء کو بلایااوراُن میں سے ایک شخص کوحکم دیا کہ وہ لوگوں کو20رکعات تراویح پڑھائے اورخود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وتر پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر 8

عن نافع بن عمر قال کان ابن ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1ص393،مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)

(ترجمہ) نافع بن عمر فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ رمضان میں ہمیں 20 رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر 9

عن شتیر بن شکل و کان من اصحاب علی انهٗ کان یؤمهم فی شهر رمضان بعشرین رکعة و یوتر بثلاث۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج2ص496،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(ترجمہ) شتیر بن شکل جوحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اصحاب میں سے تھے فرماتے ہیں کہ وہ رمضان میں لوگوں کو20رکعات تروایح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

دلیل نمبر 10

عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان یصلی باللیل فی

رمضان فصلی بھم عشرین رکعة۔

(کنزالعمال ج8 ص264)

(ترجمہ) ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مجھے حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو 20 رکعت تراویح پڑھاؤں۔

دلیل نمبر 11

عن عطا قال ادرکت الناس و هم یصلون ثلاثا و عشرین رکعة بالوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص393 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

(ترجمہ) حضرت عطا فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ 23 رکعات تین وتر سمیت پڑھتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ

و اکثر اهل العلم علی ماروی عن علی و عمر و غیرهما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة و هو قول الثوری و ابن المبارك والشافعی و قال الشافعی و هٰکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة۔

(جامع ترمذی ج1 ص166، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) اکثر اہل علم کا مذہب 20 رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر اصحابِ رسول ﷺ سے مروی ہے اور یہی قول سفیان ثوری، ابن مبارک اور شافعی کا ہے اور امام شافعی نے فرمایا۔ ایسے ہی میں نے لوگوں کو اپنے شہر مکہ میں 20 رکعت تراویح پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز وتر واجب ہے

عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔

(سنن ابوداؤد ج1 ص210 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نماز وتر حق ہے۔ پس جس نے وتر نہیں پڑھی، وہ ہم میں سے نہیں۔ نماز وتر حق ہے۔ پس جس نے وتر نہیں پڑھی، وہ ہم میں سے نہیں۔ نماز وتر حق ہے پس جس نے وتر نہیں پڑھی وہ ہم میں سے نہیں۔

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ الوتر حق علی کل مسلم۔

(سنن ابوداؤد ج1 ص210 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وتر ہر مسلم پر حق ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یوتر فلیس منا۔

(مجمع ج2 ص243 مطبوعہ مکتبہ موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ یا اھل القرآن اوتروا فان اللہ وتر یحب الوتر۔

(ابوداؤد ج1 ص210 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(سنن نسائی ج1 ص246 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ابن ماجہ ص83، ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے قرآن والو نماز وتر پڑھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ وتر (یعنی طاق) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

ان احادیث میں امر ہے جو کہ وجوب پر دلالت ہے۔ لہٰذا نماز وتر واجب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کی قضا بھی ہے۔ جب کہ سنن ونوافل کی قضا نہیں ہوتی۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ من نام عن الوتر او نسیه فلیصل اذا ذکره او اذا استیقظ۔

(جامع ترمذی ج1 ص106، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ابن ماجہ ص84، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(ابوداؤد ج1 ص212، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو سو گیا وتر سے یا بھول گیا۔ چاہئے کہ وہ نماز ادا کرے جب اُسے یاد آجائے یا جب وہ بیدار ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

وتر کی تین رکعت ہیں

عن علی قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعة بثلاث سُور اٰخرھن قل ھو اللہ احد۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 106، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان میں مفصل کی 9 (نو) سورتیں پڑھتے تھے۔ ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے۔ سب سے آخر میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ و قل یا ایھا الکافرون و قل ھو اللہ احد۔

(ابن ماجہ ص 83، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(سنن نسائی ج 1 ص 248، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے (یعنی تین رکعت وتر پڑھتے اور ان میں یہ تین سورتیں پڑھتے تھے)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

(ابن ماجہ ص 82، نسائی ج 1 ص 249)

عن عبدالعزیز بن جریج قال سئلنا عائشة بای شیءٍ کان یوتر رسول اللہ ﷺ قالت کان یقرأ فی الرکعة الاولیٰ بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الثانیة قل یا ایھا الکافرون و فی الثالثة قل ھو اللہ احد و المعوذتین۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 106، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ابن ماجہ ص 83، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) عبدالعزیز بن جریج فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں کیا پڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی اور دوسری رکعت میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری میں قل هو الله احد، سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھتے تھے۔

عن ابی عبیدۃ قال قال عبداللہ بن مسعود الوتر ثلث کثلاث المغرب۔

(مؤطا امام محمد ص 150، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وتر تین رکعت ہیں مغرب کی تین رکعت کی طرح۔

عن عطا قال ابن عباس الوتر کصلوۃ المغرب۔

(مؤطا امام محمد ص 150، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عطا سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وتر نماز مغرب کی طرح (تین رکعت) ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود قال ما اجزئت رکعۃ واحد قط۔

(مؤطا امام محمد ص 150، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت بالکل جائز نہیں۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرھن۔ (المستدرک ج 1 ص 44)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

ان تمام روایت سے ثابت ہوا کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ نیز آخری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سلام صرف آخر میں پھیرنا سنت ہے۔ یعنی ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنا آپ ﷺ کا طریقہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وتر میں قنوت رکوع سے پہلے

عن ابی بن کعب انّ رسول اللہ ﷺ قنت یعنی فی الوتر قبل الرکوع۔

(ابوداؤد ج1 ص211، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ابن ماجہ ص191، مکتبہ رحمانیہ لاہور- واللفظ لابی داؤد)

(ترجمہ) حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات و یجعل القنوت قبل الرکوع۔

(مجمع الزوائد ج2 ص141، موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

عن عبداللہ انہ کان یکبر حین یفرغ من القرأۃ ثم اذا فرغ من القنوت کبر و رکع۔

(مجمع الزوائد ج2 ص140، موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآت سے فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہتے، پھر جب قنوت پڑھ کر فارغ ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے۔

عن الاسود کان عبداللہ یقرأ فی آخر رکعۃ من الوتر قل ھو اللہ احد ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعۃ۔

(مجمع الزوائد ج2 ص247، موسسۃ المعارف بیروت)

(ترجمہ) اسود کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے، پھر رکوع سے پہلے ہی رفع یدین کر کے قنوت پڑھتے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا ہے۔نیز معلوم ہوا کہ دعا قنوت کے لئے پہلے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھانا سنّت ہے۔

(نوٹ) قنوت کا مطلب ہے دعا۔معروف دعاء قنوت یا دوسری مسنون دعائیں جو آپ ﷺ سے وتر میں منقول ہیں۔کوئی بھی پڑھے یا پھر ربنا اتنا، رب اجعلنی بھی پڑھ سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

قنوت فجر

وتر کے علاوہ کسی نماز میں قنوت سنت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھا، پھر ترک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اور خلفاء راشدین نے کبھی قنوت فجر نہیں پڑھا۔

عن انس بن مالك قال قنت النبی ﷺ شهرًا يدعو علی رِعل و ذکون۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 136، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھا آپ رِعل اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے۔

عن انس بن مالك ان النبی ﷺ قنت شهرًا يدعو علی احياء من احياء العرب ثم تركه۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 237، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ قنوت پڑھی جس میں عرب کے کئی قبیلوں کے خلاف دعا ضرر فرمائی۔

عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ كان يقنت فی صلوٰة الصبح يدعو علی حی من احياء العرب شهرًا ثم تركه۔

(سنن نسائی ج 1 ص 164، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(ابن ماجہ ص 89، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مہینے تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے۔ قبائل عرب میں سے ایک قبیلے کے خلاف دعا کرتے رہے، پھر چھوڑ دیا۔

عن علقمة عن ابن مسعود قال قنت رسول الله ﷺ شهرًا يدعو علی عصية و ذكون فلما ظهر عليهم ترك القنوت و كان عبدالله

بن مسعود لا يقنت فی صلوٰۃ الغداۃ۔

(طحاوی ج 1 ص 157، مکتبہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور)

(ترجمہ) حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت پڑھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے، پھر جب ان پر غلبہ پالیا تو چھوڑ دیا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہتعالیٰ عنہٗ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے۔

عن ام سلمة قالت نهى رسول الله ﷺ عن القنوت فی الفجر۔

(ترجمہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قنوت فجر سے۔

عن ابی مالك الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انك قد صليت خلف رسول الله ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان و علی بن ابی طالب هٰهُنا بالكوفة نحوا من خمس سنين اكانو يقنتون قال ای بنی محدث۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 91، المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور)

(ترجمہ) حضرت ابو مالک الاشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ اے والد گرامی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ابو بکر وعمر وعثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پیچھے یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ سال تک تو کیا یہ حضرات قنوت پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔

قال الترمذی هذا حديث حسن صحيح و العمل عليه عند اكثر اهل العلم۔

(ج 1 ص 91)

(ترجمہ) امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دعا

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے ارحم الراحمین میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرما اور اس کتاب کو عوام کے لئے نافع ومفید بنا اور اسے میرے لئے اور میرے والدین، اولاد، بہن بھائیوں، اقربا رشتہ داروں، میرے اساتذہ وشیوخ اور تلامذہ، معاونین (بالخصوص محمد منیر خان عظیمی مرحوم) کے لئے باعث اجر عظیم و ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ بنا۔

یا اللہ اس کتاب کو قارئین کے لئے سبب ہدایت اور باعث فلاح بنا (آمین) اور میں اپنے قارئین سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی مجھے اپنی مقبول دعاؤں میں یاد رکھیں۔ بالخصوص میری والدہ مرحومہ کی مغفرت و بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ جن کی کمال شفقت وحسن تربیت اور مستجاب دعاؤں کے بدولت ہی مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔

اور میرے والد محترم کی صحت و درازی عمر کے لئے دعا فرمائیں۔ جنہوں نے خود مزدوری کی اور مجھے باوجود اس کے کہ بڑا بیٹا تھا۔ معاشی ذمہ داریوں سے آزاد کر کے علم دین حاصل کرنے کے لئے جانے کی اجازت دی۔

جزاھما اللہ عنی احسن الجزاء

رب ارحمھما کما ربیانی صغیرًا۔

یا اللہ میرے جد امجد مولانا قمر دین اور میرے جد اعلیٰ وادی کالام کے اوّلین مبلغ، امام محی الدین جن کی تشریف آوری سے کالام میں دین اسلام کی اشاعت وترویج ہوئی۔ مولا یا کریم ان کے درجات کو بلند فرما، یا اللہ میرے تمام اجداد وجدات کی مغفرت فرما، یا اللہ جمیع مسلمین ومسلمات، مومنین ومومنات کی بخشش و مغفرت فرما۔ آمین

فقیر قادری شیر محمد برکاتی عفی عنہ

تاریخ: یکم، دسمبر 2014 سنہ / صفر المظفر ۱۴۳۶ سنہ ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صلوا کما رائیتمونی اصلی (حدیث)

نمازِ حنفی

(احادیث کی روشنی میں)

مصنف: علامہ مفتی منیر محمد قادری برکاتی مدظلہ
فاضل دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد
صدر مدرس و مفتی: دار العلوم حنفیہ رضویہ، مرکزی عیدگاہ ٹنڈو الہیار

تقدیم و توثیق: مفتی اعظم سندھ و بلوچستان، محامد العلماء، فخرِ رضویت

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

رئیس دار الافتاء دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد

محرک: محمد منیر خان عظیمی قائم خانی صاحب

زیرِ اہتمام: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ○ شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں ○ حیدرآباد

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ○ لاہور